برکاتِ رضا گروپ

کی انقلابی آواز مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشربِ صدر الافاضل کا بے باک نقیب

سہ ماہی **عرفانِ رضا** مراد آباد کا خصوصی شمارہ

مجددِ اعظم امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے اصلاحی کارناموں پر مشتمل ایک علمی و تحقیقی دستاویز بنام

اکتوبر نومبر دسمبر ۲۰۲۱ء

علم و حکمت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں امامِ اہلِ سنت کو امتیازی خصوصیت اور عدیم المثال مہارت حاصل نہ ہو یہ علمِ لدنی کی جلوہ گری ہے کہ ہر علم میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیقات نادرہ کے تابندہ و درخشندہ نقوش نمایاں نظر آتے ہیں۔

مفتی محمد عاقل رضوی

مدیرِ اعلیٰ

محمد نفیس القادری امجدی

مدیرِ اعزازی

محمد ناظر القادری مصباحی

ناشر

برکاتِ رضا اکیڈمی

دولپوری، بھوجپور ضلع مراد آباد یوپی

کی انقلابی آواز مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشربِ صدرالافاضل کا بے باک نقیب
سہ ماہی
عرفان رضا
مرادآباد
کا خصوصی شمارہ
مجدد اعظم امام احمد رضا خان قادری
محدث بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اصلاحی کارناموں پر مشتمل ایک علمی و تحقیقی دستاویز بنام
مصلح اعظم نمبر
اکتوبر نومبر دسمبر
۲۰۲۱ء
زیر سرپرستی
جامع معقول و منقول استاذ العلما حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
مجلس ادارت
مدیر اعلیٰ: محمد نفیس القادری امجدی
مدیر اعزازی: مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
مدیر معاون: مولانا محمد شہباز مصباحی
مدیر مسؤل: مفتی محمد افتخار الحسن امجدی
مشیر اعلیٰ: مفتی مشتاق احمد امجدی ناسک
کمپوزنگ: مولانا مطلوب خان نوری
تزیین کار: مفتی محمد رضاء المصطفیٰ امجدی
نوٹ
ادارے کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔
ہدیہ ۱۲۵/- روپیہ
مجلسِ مشاورت
مفتی محمد سلیمان نعیمی مرادآباد مفتی محمد حنیف مصباحی بھوج پور مفتی محمد اشفاق القادری مصباحی بھوج پور
مفتی اشتیاق احمد مصباحی بھوج پور مفتی محمد سلیم مصباحی الہ آباد مولانا محفوظ رضا نعیمی نجیب آباد
مولانا محمد اکبر علی نعیمی مرادآباد مفتی ناظر حسین نعیمی چنسکھا مفتی محمد علی نعیمی مارشش
مفتی محمد ایوب ازہری مولانا محمد عاشق مصباحی مولانا محمد غیاث الدین مصباحی
مولانا محمد اسلم نعیمی ڈھکیا قاری محمد خیرالدین رضوی بھوجپور قاری محمد ناظر حسین رضوی
مولانا منظور عالم دیوریا مولانا محمد ارشاد رضا جسپور مفتی محمد آصف رضا مصباحی مولانا محمد مقیم رضا غزالی
مجلسِ معاونت
مفتی محمد سلیم مصباحی مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی مولانا محمد عظمت علی نعیمی
مفتی محمد رضا منظری مولانا حسن عالم مصباحی مولانا محمد مظفر حسین مصباحی
مولانا محمد شمیم اختر سعدی مفتی محمد رضوان نوری مصباحی مولانا محمد راشد حسین مصباحی
مولانا محمد دانش سعدی مفتی محمد نعیم منظری مولانا محمد سردار عالم تحسینی
مولانا ساجد القادری منظری مولانا محمد مستقیم رضا قاری عبد السلام رضوی مولانا عبد القادر مصباحی
مولانا اعظم رضا نعیمی، مولانا محمد عارف رضا نعیمی مولانا محمد مظاہر حسین نجیبی مولانا جنید عالم
ناشر:
برکات رضا اکیڈمی
دولپوری، بھوج پور، ضلع مرادآباد، یوپی
Published By.:
BARKAT-E-RAZA ACADEMY
Dolpuri, Bhojpur, Dist. Muradabad, U.P.
Mob.: 8923604732 - 9719267190

شرف انتساب

بحمدہ تعالیٰ و بفضل حبیبہ الاعلیٰ مجدد اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے اصلاحی مساعی جلیلہ پر مشتمل سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد کا یہ خصوصی شمارہ بنام "مصلح اعظم نمبر" ہم منسوب کر رہے ہیں:

☆ اپنے والدین کریمین کے نام! جن کی سحر گاہی دعاؤں اور بے لوث قربانیوں نے ہمیں دینی شعور بخشا۔

☆ اپنے اساتذہ ذوی الاحترام کے نام! جن کی علمی احسانات ہماری رگوں میں خون بن کر دوڑ رہیں ہیں۔

☆ اور رضویات کے ان تمام محققین، ماہرین ارباب زبان وقلم کے نام!

جنھوں نے امام احمد رضا قدس سرہ کی آفاقی شخصیت کو ہم تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

فجزاهم الله تعالیٰ خیرا الجزاء

محمد نفیس القادری امجدی — محمد ناظر القادری مصباحی

محمد افتخار الحسن امجدی — محمد شہباز عالم مصباحی

مشتاق احمد امجدی

فہرست مضامین

ابتدائیہ

محمد نفیس القادری امجدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ اسلام نے اپنے دامن میں اچھی اور بری ہر دو صفت کی حامل شخصیات کو جگہ دی ہے اور ان کے کردار و کمالات کو محفوظ کیا ہے تا کہ آئینۂ تاریخ میں ماضی کے عکس و نقش کا مشاہدہ حال و استقبال کو جان دار اور شان دار بنانے میں معاون ہو۔ لیکن بعض شخصیات کا پیکرِ احساس ایسا بے مثل و بے مثال ہوتا ہے کہ جنہیں تاریخ محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے یا نہ کرے وہ شخصیات اپنی تاریخ خود مرتب کر لیتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ عہد ساز اور تاریخ ساز ہستیاں ہوتی ہیں، یہ شخصیات اپنی پہچان کے لئے کسی مؤرخ کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ تاریخ کے صفحات ان کے تذکروں سے زینت حاصل کرنے کے لیے بیتاب ہوتے ہیں اور مؤرخین ان کے تذکرے لکھ کر خود کو متعارف کرانے کے لیے اور سعادت دارین حاصل کرنے کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ کہ جن پاکیزہ مقدس، خداشناس بزرگان دین وملت نے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں تقریرا، تحریرا سپرد قرطاس فرما کر باطل فتنوں سے امت محمدیہ کے ایمان وعقائد کی حفاظت واصلاح فرمائی ہے انہیں مقدس ومطہر، تاریخ ساز شخصیات میں ایک متبرک شخصیت امام اہل سنت کی ذات مقدسہ ہے۔ جو آج پوری دنیائے اسلام میں چودہویں صدی کے مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

اسی مقدس شخصیت کے اصلاحی، علمی تحقیقی کارناموں کو زیب قرطاس کر کے فیضان اعلی حضرت سے مشرف ہونے کے نیت سے ہماری ٹیم سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد نے ارادہ کیا کہ جس میں امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے مختلف الجہات پہلوؤں کے حوالے سے اصلاحی کارنامے کتب اعلی حضرت کی روشنی میں سپرد قرطاس کئے جائیں۔

الحمد اللہ! اس کار خیر کے لیے جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد عاقل مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی (پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) کی سرپرستی میں حضرت علامہ مولانا ناظر القادری مصباحی نے ایک خاکہ تیار کیا جو پانچ ابواب پر مشتمل اور ہر باب کے تحت پانچ عناوین رکھے اور اس خاکہ کو ہماری پوری ٹیم نے اپنے مفید مشوروں سے بالخصوص حضرت مفتی محمد افتخار الحسن امجدی، حضرت علامہ مولانا محمد شہباز مصباحی، حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی ودیگر احباب نے زینت بخشی۔ اور ہر نہج پر شانہ بشانہ کھڑے ہو کر جملہ مضامین نگار، علماء کرام سے ربط وضبط قائم کیا اور تصحیح وترتیب میں پیش پیش ہو کر یہ علمی، اصلاحی، تحقیقی مجلہ تیار کیا۔ یعنی برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز مسلک اعلی حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا بے باک نقیب۔

سہ ماہی عرفان رضا (مراد آباد) کا خصوصی شمارہ مجدد اعظم امام احمد رضا خان قادری بریلوی کے اصلاحی کارنامے اجاگر کرتا ایک علمی تحقیقی دستاویز بنام "مصلح اعظم نمبر" (اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۲۱ء) کو پیش نظر دیکھتے ہوئے بے انتہا خوشی ہو رہی ہے۔

لہذا جملہ مضمون نگاروں اور ہماری ٹیم نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں ہماری مدد کی اور اکابر علما کرام کی رہنمائی اور مفید مشورے حاصل کر کے ظاہری وباطنی نقائص وعیوب دور کرنے میں ہم نے حتی الامکان کوشش کی، پھر بھی بتقاضہ بشری اگر کوئی کمی رہ گئی ہو

تو معذور سمجھتے ہوئے اسے ہدف تنقید نہ بنا کر ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم آپ کے ممنون ومشکور ہوں گے۔

معزز علمائے کرام اور محترم قارئین عظام سے گزارش ہے کہ اس علمی، تحقیقی، اصلاحی رسالہ کو حاصل کر کے ضرور مطالعہ فرمائیں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

ہم اپنے ان تمام احباب کے شکر گذار ہیں جنہوں نے ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے مالی تعاون فرما کر رسالہ کی اشاعت کا کام ہمارے لئے آسان کیا۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: محمد عامر للت پور، عابد قریشی للت پور، تاج محمد مئورانی پور، حافظ سلیمان مئورانی پور، حاجی پیر غلام تحسینی بابو نگر دہلی، حاجی حسنین سر بھوج پور، حاجی محمد فاروق عطاری بھوج پور (مقیم حال جدہ، عرب)، مولانا ارشاد جس پور، قاری ناظر حسین رضوی کانکر کھیڑا، مولانا منظور عالم دیوریا، مولانا محمد حسنین رضوی لودھی پورہ، قاری محمد رضوان داہود، محمد آزاد عالم ناسک، سید شکیل عمر ناسک اور مولانا مقیم رضا غزالی منڈیا گنوں۔

اللہ رب العزت جل جلالہ پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں امام اہل سنت کی بارگاہ میں ہماری اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے، ہم سب کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور سہ ماہی عرفان رضا کو مقبولیت عام عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

العارض:

محمد نفیس القادری امجدی، مراد آباد

Mob:8923604732

اداریہ

جہاں میں عام پیغامِ شہ احمد رضا کر دیں

محمد ناظر القادری مصباحی

رب قدیر عزوجل نے اپنے محبوب مکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج زریں سجایا۔ اس کے بعد دین متین کی تبلیغ و دعوت اور ملت اسلامیہ کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری مصلحین امت، مجددین کرام، علمائے عظام کے کاندھوں پر عائد فرمائی۔ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد " ان اللہ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل سنة من یجدد لھا امر دینھا "کے مطابق ہر دور میں وارثین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں تک اسلام کے آفاقی پیغام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اصلاح مسلمین، احیائے سنت، ازالہ بدعت کے عظیم الشان تجدیدی و اصلاحی کارنامے انجام دیے۔

ان ہی نفوس قدسیہ میں امام اہل سنن، فخر زمین و زمن، مجدد مائۃ ماضیہ، مصلح ملت ناجیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کی نابغۂ روزگار شخصیت مہر نیم روز کی طرح چمک رہی ہے۔

سوانحی خاکہ:

امام احمد رضا ۱۰ رشوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ رئیس المحققین، امام المتکلمین، علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ کے یہاں بریلی شریف محلہ جسولی میں پیدا ہوئے، والدہ کا نام حسینی خانم ہے۔ جد امجد، مجاہد جنگ آزادی ولی کامل، قطب وقت حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خان علیہ الرحمہ تھے۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کی تکمیل کی۔ چھ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے موقع پر عربی زبان میں تقریر فرمائی۔ آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح تحریر کی۔ عمر کے دسویں سال مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا۔ تیرہ سال دس مہینے چار دن کی قلیل مدت میں مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ کچھ دن فتویٰ نویسی کی مشق کے بعد ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۴ سال کی عمر میں رضاعت سے متعلق پہلا فتوی تحریر فرمایا۔

علمی عبقریت:

رب قدیر نے امام احمد رضا کو تقریباً ۱۰۰ علوم و فنون میں مہارت راسخہ عطا فرمائی، آپ کی محققانہ تصانیف اس پر شاہد عدل ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ نے علم تفسیر میں ۱۵، اصول تفسیر میں ۱، رسم خط قرآن میں ۱، علم حدیث میں ۳۶، اسانید حدیث میں ۳، اصول حدیث میں ۶، تخریج احادیث میں ۴، جرح و تعدیل میں ۲، اسمائے رجال میں ۷، لغت حدیث میں ۱، علم فقہ میں ۲۵۳، اصول فقہ میں ۶، رسم المفتی میں ۳، فرائض میں ۴، تجوید میں ۴، عقائد و کلام میں ۱۲۴، علم المناظرہ میں ۷، فضائل و سیرت میں ۲۳، مناقب میں ۱۱، تاریخ میں ۳، تصوف میں ۱۲، سلوک میں ۲، اذکار میں ۸، اخلاق میں ۳، مواعظ و نصائح میں ۵، ملفوظات میں ۲، مکتوبات میں ۴، خطبات میں ۲، ادب میں ۲۲، نحو میں ۲، صرف میں ۱، لغت میں ۳، عروض میں ۱، تعبیر میں ۱، اوفاق میں ۱، تکسیر میں ۴، جفر میں ۸، توقیت میں ۱۸، لوگارثم میں ۲، زیجات میں ۹، ہندسے میں ۵، حساب میں ۴، ریاضی میں ۶، علم مثلث میں ۴، ہیہات میں ۱۶، نجوم میں ۵، جبر و مقابلہ میں ۳، ارثماطیقی میں ۳، منطق میں ۳، فلسفہ میں ۶ شتی میں ۵، تصنیفات، تالیفات، تعلیقات، حواشی وغیرہ تحریر فرما کر

ارباب عقل ودانش کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔

عالم گیریت:

فضل ربی اور عشق مصطفوی کی سرفرازی کی بدولت ہر چہار دانگ عالم میں امام احمد رضا کے علم وفضل، تحقیقات وتدقیقات، تجدیدی کارناموں کا ڈنکا بج رہا ہے، مجدد اعظم سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کی آفاقیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی شخصیت، معارف ومآثر پر کم وبیش ۳۱۵ کتب ورسائل اور مختلف جرائد کے ۱۷ نمبرات اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

(پیغام شریعت دہلی کا مصنف اعظم نمبر دہلی)

مفسرانہ شان:

اعلی حضرت کو علوم قرآنی وفنون تفسیر میں حیرت انگیز درک حاصل تھا، قران کریم کی چھ سو آیات کریمہ پر آپ کے تحریر کردہ تفسیری افادات، اسی اجزا پر محیط سورہ والضحی کی چند ابتدائی ایات کی چھ سو صفحات کی تفسیر کا نظارہ کرنے والا امام احمد رضا کو اس فن کا تاجدار کہتا ہوا نظر آئے گا اور اعلی حضرت امام احمد رضا کو امام التفسیر کہنے پر مجبور ہوگا۔ امام احمد رضا نے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے بابرکت موقعہ پر بسم اللہ شریف کی ایسی عظیم الشان تفسیر فرمائی کہ ارباب علم وفضل علوم قرآنیہ پر آپ کی غزارت تامہ کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔ یہ تقریر سوانح اعلی حضرت صفحہ ۹۸ سے صفحہ ۱۳۱ تک دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک مرتبہ تاج الفحول علامہ شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی، اس کے علاوہ پندرہ تفسیری کتب بھی آپ کی اس فن میں مہارت پر بین دلیل ہیں۔ (فن تفسیر میں امام احمد رضا کی خدمات از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری معارف رضا شمارہ ۱۹، ص: ۴۴، ۱۹۹۹)

محدثانہ عظمت:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے، امام احمد رضا کے محدثانہ مقام کی بلندی دیکھنے میں بڑے بڑے کج کلاہان زمانہ کی ٹوپیاں گرتی نظر آتی ہیں اور اپنے جماعت کے "انتھت الیہ ریاسة الحدیث فی عصرہ" کے مصداق، امام احمد رضا کی حدیث دانی کے سامنے طفل مکتب سے بھی ہیچ نظر آتے ہیں۔ آپ کی معرکہ آرا کتب "حاجز البحرین عن الجمع بین الصلاتین" اور "الفضل الموہبی فی معنی قول الامام اذا صح الحدیث فھو مذھبی" اس دعوی پر روشن دلیل ہیں۔ حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے استاد المحدثین، حافظ بخاری علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ امام احمد رضا کا علم حدیث میں کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس وقت "امیر المومنین فی الحدیث" ہیں، پھر فرمایا: صاحب زادے! اس کا مطلب سمجھا؟ فرمایا یعنی اگر میں اس فن میں زندگی بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کو نہ پہنچوں۔ (خطبہ صدارت ناگپور حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا جب کسی مسئلے پر احادیث صحیحہ سے استدلال فرماتے ہیں تو سیکڑوں سیکڑوں احادیث کریمہ تحریر فرما کر حق تحقیق ادا فرما دیتے ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں انہیں دیکھیں اور امام احمد رضا کی وسعت مطالعہ، جودت طبع، حیرت انگیز ذہنی استحضار ملاحظہ فرمائیں!

(1) اعلی حضرت امام احمد رضا نے "الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة" میں چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرما کر غیر خدا کے لیے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے کا اثبات فرمایا۔

(2) ''رادالقحط والبلابدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء'' میں ساتھ احادیث صحیحہ سے صدقہ دینے کی فضیلت، صلہ رحمی کے فوائد، ایک ساتھ دستر خوان پر بیٹھنے کی دنیاوی اور اخروی برکتوں کی تفصیل بیان فرمائی۔

(3) "الامن و العلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" میں تین سو احادیث کریمہ سے حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے دافع البلاء ہونے کا احقاق واثبات کیا۔

(4) ''سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید'' میں نماز عیدین کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت فراہم کیا۔

(5) ''جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ'' میں ایک سو اڑتیس احادیث شریفہ سے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت فرمایا۔

(6) ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' میں ڈھائی سو احادیث کریمہ سے سارے انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر سرکار مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سیادت مطلقہ اور فضیلت کبری کو ثابت فرمایا۔ (امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات)

فقیہانہ تبحر:

امام احمد رضا اپنے دور کے ابو حنیفہ ثانی تھے، فقہی میدانوں میں امام احمد رضا کی بصیرت وعظمت کا سکہ اپنوں، پرایوں سب نے تسلیم کیا، علامہ اسمعیل خلیل مکی رحمہ اللہ تعالی آپ کے فتاوئ کو دیکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "واللہ أقول والحق اقول انه لو رآها ابو حنيفة النعمان لاقرت عينه ولجعل مولفها من جملة الاصحاب "۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالی عنہ ان فتاوی کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان فتاوی کے مولف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔ (الاجازۃ المتینہ لعلماء بمکۃ والمدینۃ، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

تاج العلما اولاد رسول حضرت محمد میاں مارہروی قدس سرہ نے فرمایا: ''اعلی حضرت کو میں علامہ ابن عابدین شامی پر فوقیت دیتا ہوں، کیوں کہ جو جامعیت اعلی حضرت کے یہاں ہے وہ ابن عابدین شامی کے ہاں نہیں''۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت از علامہ محمد احمد مصباحی)

مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) لکھتے ہیں: علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں۔ یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔ (سوانح سراج الفقہاء از علامہ عبد الحکیم شرف قادری)

تعصب وعناد سے بالاتر ہو کر امام احمد رضا کی کتب خصوصا فتاوئ رضویہ شریف کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ جذبات کی رو میں بہہ کر ظاہر کیے گیے خیالات نہیں ہیں بلکہ حقیقت واقعہ کی عکاسی ہے۔ اختصار کے ساتھ چند شواہد نظر قارئین ہیں:

(1) تیمم کے بیان میں پانی سے عاجز ہونے کی صورتیں عام طور پر دس، بیس زیادہ سے زیادہ پچاس صورتیں بیان کی گئی ہیں، مگر فقیہ اسلام امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ "سمح الندرٰی فیما یورث العجز عن الماء" میں پانی پر قدرت نہ ہونے کی پونے دوسو (۱۷۵) صورتیں تحریر فرما کر تحقیق وتدقیق کے دریا بہا دیے۔ (فتاوئ رضویہ، ج: ۳، ص: ۱۱۹، دعوت اسلامی)

(2) کتب فقہ میں تیمم کے بیان میں لمعہ کا مسئلہ کافی شہرت واہمیت کا حامل ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ جنبی نے غسل کیا جسم کے کچھ حصے مثلاً پیٹھ پر چمک رہ گئی اور پانی ختم ہو گیا پھر ایسا حدث لاحق ہو گیا کہ جس سے وضو واجب ہو تو یہ مسئلہ لمعہ کہلاتا ہے یہ متعدد صورتوں پر مشتمل ہے، کسی کتاب میں اس کی پانچ صورتیں، کسی میں دس صورتیں، سب سے زیادہ شرح وقایہ میں اس کی پندرہ صورتیں ذکر

کی گئی ہیں، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا دریائے تحقیق جب موج زن ہوتا ہے تو امام احمد رضا "مجلی الشمعه لجامع حدث و لمعة" میں اس مسئلے کی اٹھانوے (۹۸) صورتیں تحریر فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: دعوت اسلامی)

(3) امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے تیمم کے ہی بیان میں ایک سو اکیاسی (۱۸۱) ایسی چیزوں کو گنایا، جن سے تیمم کیا جا سکتا ہے ان میں ۷۴ وہ ہیں جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان کیا ہے اور ۱۰۷ چیزیں اعلیٰ حضرت نے اپنے اجتہاد و استنباط سے بیان فرمائیں ہیں۔ پھر ایک سو تیس (۱۳۰) ایسی اشیاء کے نام تحریر کئے ہیں جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، ان میں اٹھاون (۵۸) فقہائے متقدمین کے بیان فرمودہ ہیں اور بہتر (۷۲) امام احمد رضا کے زیادات ہیں۔ (4) اسی طرح سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے لئے پانی کی اقسام پر بحث کرتے ہوئے ایسے پانی کی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) اقسام بیان کی ہیں جس سے وضو کرنا جائز ہے اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں اس کی ایک سو چھیالیس (۱۴۶) قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ان حقائق سے امام احمد رضا کا ''ابوحنیفہ ثانی'' ''امام الفقہاء'' ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔

بارگاہ رسالت سے امام احمد رضا کے لیے انعامات:

عاشق رسول امام احمد رضا قدس سرہ جس دوران مشہور و بابرکت کتاب ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' تحریر فرما رہے تھے، اسی وقت آپ نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑے ہیں، اور بہت دبیز بلور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، اعلیٰ حضرت اسے روشن کرنا چاہتے ہیں، دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں، وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں، اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور پر نور، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، واللہ العظیم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ حضور پر نور ملجائے بے کساں، مولائے دل وجاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس عاشق صادق کے پاس تشریف لائے اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا: پھونک مار! اللہ روشن کر دے گا۔ امام احمد رضا نے پھونکا، وہ نور عظیم پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ملخصا) اس واقعے سے بارگاہ نبوی میں امام احمد رضا کی مقبولیت اور اس غلام باصفا پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے الطاف خسروانہ اور عنایات کریمانہ پر روشنی پڑتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بحیثیت مصلح اعظم:

امام احمد رضا کا دور غیر منقسم ہندوستان کے لیے سخت آزمائشوں کا دور تھا، صدیوں تک افق ہند پر چمکنے والا مسلمانوں کی حکومت کا چراغ، انگریزوں کی سامراجی قوت کی آندھی کے سامنے ٹمٹما رہا تھا، انگریزوں نے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان نت نئے فتنوں کی کاشت کی اور اہل اسلام کے ایمان وعشق کی متاع گراں مایہ کو لوٹنے کے لیے نام نہاد مولویوں، پیروں کے بھیس میں دین کے رہزنوں کی خدمات حاصل کیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کی شانوں میں خوب جم کر گستاخیاں کی۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے عقیدوں میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ وہابی، غیر مقلد، دیوبندی، نیچری، رافضی، خارجی جیسے ان گنت فتنے مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کو برباد کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اس کے علاوہ امت مسلمہ میں بے راہ روی، بدعملی کا طوفان بھی سر ابھار رہا تھا، فرائض وواجبات سنن ومستحبات میں سستی کافی حد تک مسلمانوں کے درمیان پائی جا رہی تھی، دوسری طرف مسلمانوں کی ہمدردی کی آڑ لے کر مشرکین ہند کی شہ پر نئی نئی

سیاسی، فلاحی سماجی جماعتیں معرض وجود میں آئیں، تحریک علی گڑھ، فتنۂ قادیانیت، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک ترک گاؤ کشی، تحریک ندوۃ العلما، جیسی متعدد آرگنائزیشنز بظاہر مسلمانوں کی بہی خواہ بن کر اسلامی عقائد ونظریات کی بیخ کنی میں مشغول تھے، اس پرفتن دور میں مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس نے ہر ایک محاذ پر امت مسلمہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، آپ نے اپنی خداداد علمی، تحقیقی، تجدیدی صلاحیتیں، مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بھولی بھالی امت کو فتنہ سامانیوں سے بچانے اور اس کی فکری، اعتقادی، مذہبی، سماجی، اخلاقی، معاشرتی، اصلاح کے کاز میں خوب صرف فرمائیں۔ امام احمد رضا مجدد اعظم، مصلح اکبر اور مدبر وقت تھے، اصلاح احوال مسلمین کے حوالے سے آپ کی خدمات کا دائرہ نہایت ہی وسیع اور متعدد گوشہ ہائے زندگی کو محیط ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا اگر ایک طرف ''سبحان السبوح عن کذب عیب مقبوح'' و''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' اور ''تمہید ایمان بآیات'' لکھ کر توحید و رسالت کے متعلق مسلمانوں کے افکار ونظریات کی اصلاح کے لیے کوشاں ہیں، ''المبین ختم النبیین''، ''جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ''، ''الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی''، ''قہر الدیان علی المرتد بقادیان'' جیسی عظیم الشان کتب لکھ کر عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی فرما رہے ہیں، ''غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق'' اور ''تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہد الجاہلیہ''، ''غایۃ الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام''، ''ذب الاھواء الواہیہ فی باب الامیر معاویہ'' لکھ کر رفض وخروج کے ناپاک عناصر سے ملت بیضا کی تطہیر کا سامان فراہم کر رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کو فرائض و واجبات سنن و مستحبات کی پابندی کی تعلیم وتلقین کرتے ہوئے گاہے بگاہے اصلاحی فتاویٰ جات تحریر فرما رہیں۔ ایک طرف ملت اسلامیہ کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی رہ نمائی کے لیے ''تدبیر فلاح ونجات'' اور ''دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش''، ''الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ'' جیسے بیش قیمت تحائف عطا کر رہے ہیں، تو دوسری طرف، مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی خلاف شرع رسوم، بدعات ومنکرات کا سختی سے قلع قمع فرمانے کے واسطے ''ہادی الناس عن رسوم الاعراس''، ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ''، ''اعالی الافادہ فی بیان تعزیۃ الہند والشہادۃ''، ''اجلی الصوت لنھی االدعوۃ امام الموت''، ''جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور'' لکھ کر وراثت نبوی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ایک طرف ''حدائق بخشش'' کے ذریعہ اہل اسلام کے پژمردہ دلوں کو عشق وعرفان میں ڈوبے ہوئے کلام سے تازگی بخش رہے ہیں تو دوسری طرف ''نزول آیات قرآن بسکون زمین وآسمان''، ''فوز مبین در رد حرکت زمین''، ''مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید'' کے سہارے بڑے بڑے سائنس دانوں کے نظریات فاسدہ کو اسلام کا کلمہ پڑھا کر کلام خداوندی کے آگے سجدہ ریز کرا رہے ہیں۔

ع جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد کا ''**مصلح اعظم نمبر**''

مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کا وصال ۲۵ رصفر، ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا تھا، اس لحاظ سے آنے والے صفر المظفر میں ۲۸ راکتوبر ۲۰۲۱ء کو شمسی کیلنڈر کے حساب سے پورے سو سال ہو جائیں گے اس مناسبت سے چند ماہ قبل فقیر قادری کے ذہن میں سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد کا ''مصلح اعظم نمبر'' نکالنے کا خیال آیا جس میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ کے مختلف الجہات پہلوؤں کے حوالے سے اصلاحی کارنامے تصانیف رضا کی روشنی میں اجاگر کرنے کی اپنی سی کوشش ہو۔ بحمدہ تعالیٰ راقم الحروف نے اس کا ایک خاکہ مرتب کر کے جب رفقائے ادارت، خصوصا محب گرامی، ادیب اہل سنت حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی مدیر اعلیٰ سہ ماہی عرفان رضا کے سامنے رکھا تو پوری کشادہ قلبی کے ساتھ اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سارے احباب کرام نے نہ صرف حامی بھری بلکہ اس شمارے کو طباعت واشاعت کے مراحل سے ہم کنار کرنے کا عزم

مصمم بھی کرلیا۔

سہ ماہی عرفان رضا کے سرپرست اعلی، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب دام ظلہ العالی اور دیگر اکابر علمائے کرام نے بھی خاکہ ملاحظہ فرما کر خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔ اللہ تعالی ان بزرگوں کے سایۂ عاطفت دراز فرمائے۔ اس سے ہماری ٹیم کے حوصلوں کو توانائی حاصل ہوئی اور پھر ہم نے خاکے کے مطابق ارباب قرطاس وقلم کی خدمات میں مضامین لکھنے کی گزارش کی، بحمدہ تعالی جن حضرات سے رابطہ ہوا، سب نے وقت مقررہ پر مضامین لکھ کر ارسال فرمادیے اللہ تعالی سب کو فیضان امام احمد رضا سے مالا مال فرمائے۔

اظہار تشکر:

میں اپنی جانب سے اور محب محترم حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی مدیر اعلی سہ ماہی عرفان رضا کی جانب سے اپنے تمام اکابر، علما ومشائخ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس حقیر کوشش پر، حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازا، ان عظیم صاحبان قرطاس وقلم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے انتہائی وقیع، جامع، تحقیقی، مضامین لکھ کر علمی تعاون فرمایا، ساتھ ہی مجلس مشاورت، مجلسِ معاونت میں شامل علی الترتیب ہمارے اساتذہ، اکابرین، احباب گرامی وقار کا جن کے حوصلہ بخش کلمات ہماری فکر کے لیے مہمیز کا کام کرتے رہتے ہیں۔ اور مجلس ادارت میں شامل ہمارے، مخلص کرم فرما جواں سال، رفقائے گرامی خصوصاً حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مشتاق احمد امجدی مشیر اعلی، (ناسک، مہاراشٹر)، حضرت علامہ مفتی محمد افتخار الحسن امجدی مدیر مسؤل (جھانسی)، حضرت علامہ مولانا محمد شہباز عالم مصباحی معاون مدیر، ریسرچ اسکالر (دہلی یونیورسٹی) کا جنھوں نے قدم قدم پر اپنے مفید مشوروں سے نوازنے کے ساتھ شاندار مقالات بھی لکھے اور طباعت واشاعت میں بھی بھر پور حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ تعالی اجمعین خیر الجزاء فی الدارین۔

بلاشبہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کی شخصیت بحر ناپیدا کنار ہے، جس کی گہرائی وگیرائی کا اندازہ لگانا ہم جیسے بے بضاعت لوگوں کے لیے معتذر رہے، تاہم عقیدتوں کی یہ سوغات اس نیت سے بارگاہ رضویت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں ایک عاشق رسول کے ادنی غلاموں میں ہمارے بھی نام کی شمولیت پروانہ بخشش ونجات کا ذریعہ بن جائے۔

أحب الصلحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

یہ رسالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب پانچ مضامین پر، لہذا پچیسویں شریف کی نسبت سے یہ "پنج گنج رضویت" آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے خوشی حاصل ہورہی ہے، امید ہے کہ اس کا مطالعہ فرما کر ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ فروگزاشتوں سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں گے۔

یکی از گدایان رضا:

محمد ناظر القادری مصباحی

خادم التدریس جامعہ قادریہ بشیر العلوم

بھوج پور، مراد آباد

تاثرات مشائخ عظام وعلمائے کرام

شہزادہ حضور طاہر ملت، مصدر تجلیات واحدی،

حضرت میر سید سہیل میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی

ولی عہد خانقاہ عالیہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف، ہردوئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جس طرح سے دینی، ادبی، علمی، مذہبی، اصلاحی، ترجمان سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد، بڑی سرعت کے ساتھ اور ہر ایک منزل کو بڑی کامیابی کے ساتھ عبور کرتا ہوا چلا جا رہا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بہت ہی کم وقت میں علمی ادبی، دنیا میں جو عروج وارتقاء اس مجلّے نے حاصل کیا ہے۔ وہ کسی نومولود مجلّے کے حصے میں بہت ہی کم آتی ہے، ابھی میرے پیش نگاہ، برکات رضا گروپ کی انقلابی آواز سہ ماہی عرفان رضا کا مصلح اعظم نمبر کے عناوین کی فہرست ہے، جس میں جشن صد سالہ کے پر کیف موقع پر کنز الکرامت، بحر غواص معرفت، مجدد دین وملت، معجزہ رسالت، سیدی مرشدی سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی لقدرضی المولی عنہ کی مختلف الجہات پہلوؤں پر، دینی، علمی، اصلاحی، سیاسی، سماجی، آفاقی خدمات اور تعلیمات، تصنیفات کے حوالے سے عظیم الشان نمبر شائع ہونے جا رہا ہے، جس میں بہترین عناوین کا انتخاب قارئین کے لئے دل چسپی کا باعث اور تحقیقات کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

قابل مبارک باد ہیں مجلہ سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد کے جملہ مدیران، ارکان جو کہ حضور اعلی حضرت رضی المولی عنہ پر اتنا عمدہ اور تاریخ ساز کام کر رہے ہیں، بالخصوص عزیزم حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی زید شرفہ، مبارکباد کے لائق ہیں کہ انھوں نے اتنا عظیم کارنامہ انجام دینے کا ذمہ لیا۔

اللہ رب العزت سے یہی دعا ہے کہ مجلہ سہ ماہی عرفان رضا کو مزید عروج وارتقاء عطا فرمائے، اور مصلح اعظم نمبر کو مقبول عوام وخواص بنائے۔

فقیر قادری محمد سہیل چشتی واحدی

ولی عہد خانقاہ عالیہ واحدیہ طیبیہ

محلہ سلہاڑی بڑی خانقاہ بلگرام شریف،

ضلع ہردوئی، یوپی

۱۵ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ

مطابق ۲۵ راگست ۲۰۲۱ء بروز بدھ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا

محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین: خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

میرے جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے وصال کو ۲۸ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو شمسی کلینڈر کے حساب سے سو سال پورے ہو رہے ہیں، اس مناسبت سے سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد کے ارباب مجلس مشاورت اور اس کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد نفیس القادری امجدی نے مصلح اعظم نمبر نکالنے کا عزم مصمم کیا ہے۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد عاقل رضوی زید جبہ نے بتایا کہ اس اہم نمبر کی تیاری آخری مرحلے میں ہے، یہ سن کر مجھے بے پناہ مسرت ہوئی رب قدیر جل جلالہ مدیر اعلیٰ سہ ماہی عرفان رضا اور ان کے اصحاب مشاورت اور رسالے کے قارئین و معاونین کو سلامت رکھے اور ان کی یہ کاوش قبول فرمائے اور مزید مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد احسن رضا قادری غفرلہ

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

۳ر صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

استاذ العلماء جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی

محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب قبلہ

پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ عالم اسلام کی وہ جلیل القدر، عظیم المرتبت شخصیت ہیں، جنہیں رب قدیر جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے خصوصی فضل سے حصہ وافر عطا فرمایا۔ علم و حکمت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں امام اہل سنت کو امتیازی خصوصیت، عدیم المثال مہارت حاصل نہ ہو۔ یہ علم لدنی کی جلوہ گری ہے کہ ہر علم میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات نادرہ کے تابندہ درخشندہ نقوش نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کی آفاق شخصیت پر ایک صدی سے کام ہو رہا ہے، پچھلے پچاس سال میں جتنا کام امام احمد رضا محدث بریلوی شخصیت پر ہوا، شاید کسی علمی آفاقی شخصیت پر ہوا ہو لیکن ابھی ان کے بحر علم کے ساحل تک ہی رسائی معلوم ہوتی ہے۔ دن بدن ان کی شخصیت کے ادراک کا دائرہ بڑھ رہا ہے۔ ان کے ثناخوانوں کی ایک لمبی قطار ہے۔

شمسی کلینڈر کے اعتبار سے صد سالہ عرس رضوی کی مناسبت سے سہ ماہی عرفان رضا کے مدیر اعلیٰ اور ان کے رفقائے کار مصلح اعظم نمبر شائع کر رہے۔ بلاشبہ اس علمی اقدام پر سہ ماہی عرفان رضا کی پوری ٹیم ڈھیر ساری مبارکبادیوں کی مستحق ہے۔

رب قدیر جل جلالہ ان کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور سعادت دارین سے نوازے۔

امداد القاری بشرح صحیح البخاری کی تربیت و تہذیب میں مصروف ہونے کی وجہ سے میں عرفان رضا کے لیے کوئی مستقل مضمون نہ لکھ سکا۔ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ رسالے کے مدیر اعلیٰ اور معاونین و قارئین سب کو سلامت رکھے، دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی

صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام

بریلی شریف

ماہر علوم ونقلیہ وعقلیہ حضرت علامہ مفتی

محمد سلیمان صاحب نعیمی

شیخ الافتاء جامعہ نعیمیہ، دیوان بازار مراد آباد

جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے
وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے

رسالہ عرفان رضا مراد آباد کا سہ ماہی نمبر بنام "مصلح اعظم" چھپنے کے لیے تیار ہے جس میں تاجدار اہل سنت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات پر مختلف انداز میں مضامین کو شامل کیا گیا ہے جس کی تفصیل میں نے پانچ ابواب پر دیکھی ماشاء اللہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اپنی تحقیقات کے دریا بہا دیے ہیں جو ہر ایک باب کے عناوین ومضامین سے اظہر من الشمس ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اس رسالہ کو مفید عوام وخواص بنائے اور ہمارے علماء، محققین کو اجر عظیم وصلہ وافر عطا فرمائے۔

بالخصوص مدیر اعلیٰ اور ان کے معاونین کو ہمت وحوصلہ بخشے کہ انہوں نے اس دور الحاد وفتن میں مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان قوم مسلمین کے لیے پیش کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اور افکار رضا کو ہمارے لیے مشعل راہ بنا دیا ہے تا کہ جماعت اہل سنت مستفیض ومستنیر ہو سکے اور سرمایہ دارین سے مالا مال ہو سکے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

راقم الحروف: محمد سلیمان نعیمی، برکاتی

استاذ العلماء جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد اشفاق القادری مصباحی صاحب قبلہ

شیخ الادب جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم قصبہ بھوج پور، مراد آباد

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

عزیز مکرم حضرت مولانا محمد ناظر القادری مصباحی اور فاضل گرامی حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی نے یہ نوید پر مسرت سنائی کہ اس بار عرس رضوی کے مبارک موقع پر سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد کی طرف سے مجدد دین وملت اعلی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اصلاحی کارناموں کے تعلق سے "**مصلح اعظم نمبر**" نکالا جا رہا ہے، یہ سن کر بڑی فرحت و انبساط کا احساس ہوا، یقیناً امام احمد رضا کی ذات گرامی علوم وکمالات کا بحر عمیق ہے جس میں جتنی زیادہ غواصی کی جائے اتنے ہی لعل وجواہر نکالے جا سکتے ہیں۔پچھلی ایک صدی سے محققین، علماء، ادباء اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے مختلف گوشہ ہائے حیات پر لکھ رہے ہیں مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔عرفان رضا کے پچھلے دو شماروں کے تجربے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالی یہ خصوصی شمارہ رضویات کے باب میں ایک شاندار اور وقیع اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ اس رسالے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اس کے مدیران ومعاونین، مقالہ نگاران کو فیضان اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے مالا مال فرمائے۔

دعا گو: محمد اشفاق القادری مصباحی

2

فاضل گرامی ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی

دو ماہ قبل فاضل گرامی ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد نفیس القادری امجدی زید فضلہ، مدیر اعلی: سہ ماہی عرفان رضا (مراد آباد) نے یہ فرحت بخش نوید سنائی کہ سہ ماہی عرفان رضا (مراد آباد) کے زیر اہتمام امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کی مختلف علمی جہات کو اجاگر کرنے کے واسطے "مصلح اعظم نمبر" شائع کرنے کا منصوبہ ہے۔ تیاری شروع ہوئی اور اب یہ مجموعہ اشاعتی مرحلہ کے قریب آچکا ہے۔ یہ نمبر پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

قارئین کے لئے نفع بخش، معلومات افزا عناوین متعین کئے گئے۔ تجربہ کار قلم کاروں نے مضامین رقم فرمائے۔ قلم کاران ومحررین کا حسن انتخاب بھی اس نمبر کی عظمت وندرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی اعتقادی واصلاحی خدمات اور سیاسی واقتصادی بصیرت کے تذکرہ کے ساتھ علوم جدیدہ میں امام موصوف کی مہارت وجدت آفرینی کے تذکرہ پر مشتمل مضامین اس مجموعہ کی عظمت وشوکت اور اس کے حسن وقبولیت کے عظیم اسباب ووسائل ہیں۔ اللہ تعالی سہ ماہی عرفان رضا (مراد آباد) کے مدیران وکارکنان اور محررین وقلم کاران کو دونوں جہاں کے حسنات وبرکات سے شادکام فرمائے اور اس خصوصی نمبر کو قبولیت عامہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

طارق انور مصباحی

ابو الحسنات حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد ممتاز عالم صاحب قبلہ مصباحی حفظہ اللہ تعالی

صدر مفتی دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ جاج مئو، کان پور، یوپی

عزیز گرامی قدر عالی جناب مولانا مفتی محمد افتخار الحسن قادری امجدی بجنوری نے گزشتہ دنوں یہ خوش خبری سنائی کہ "سہ ماہی عرفان رضا" مراد آباد کی جانب سے امسال "عرس اعلی حضرت" کے حسین موقع پر "مصلح اعظم نمبر" کا اجراء عمل میں آئے گا اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھ کم علم سے یہ فرمائش بھی کی کہ آپ اس پر اپنا تاثر تحریر کر دیں۔ کسی خاص علمی، ادبی، سماجی، سیاسی اور تاریخی عنوان یا کسی شخصیت پر خصوصی شمارہ شائع کرنا ایک قدیم اور انتہائی مفید رواج ہے خدا کرے کہ یہ رواج قائم رہے تاکہ علم دوست اور باذوق حضرات کو یکجا طور پر متعدد اہل قلم کی تحریروں سے استفادہ کرنے کے خوش گوار مواقع میسر آتے رہیں۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہمہ جہت شخصیت اور آپ کی گراں قدر خدمات پر اب تک بے شمار اخبارات ورسائل نے خصوصی شمارے، ضمیمے اور نمبرات شائع کئے ہیں اور ان شاء اللہ الرحمن قیامت تک یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔ کچھ خصوصی شمارے اور نمبرات ایسے ہوتے ہیں جو کسی شخصیت کے تمام تر پہلوؤں کو محیط ہوتے ہیں۔ جبکہ کچھ شمارے اور نمبرات ایسے ہوتے ہیں جو کسی شخصیت کے کسی خاص گوشے پر ہوتے ہیں، دونوں کی جداگانہ اہمیت وافادیت ہوتی ہے۔ "سہ ماہی عرفان رضا" کی متحرک اور فعال ٹیم نے حضور اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات کے تمام تر پہلوؤں پر معلومات جمع کرنے کی بجائے آپ کی شخصیت کے ایک انتہائی اہم ترین گوشے پر اہل قلم کی تحریریں جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہے۔ میں فقیر قادری دعا گو ہوں کہ مولی کریم بطفیل رؤف ورحیم ﷺ "سہ ماہی عرفان رضا" کے "مصلح اعظم نمبر" کو مقبول عام وخاص بنادے اور رسالہ مذکور کے ذمہ داران کو مزید علمی وقلمی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بحق طہ ویس ﷺ۔

محمد ممتاز عالم مصباحی

ادیب باکمال

حضرت علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

"سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد" کا "مصلح اعظم نمبر" ایک تاریخی دستاویز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

چودھویں صدی میں برصغیر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن عظیم علمی وروحانی شخصیات سے نوازا ہے ان میں سرزمین بریلی شریف کے مردحق آگاہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ آپ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار رہے اور اپنے آپ کو ہمیشہ "عبد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہتے رہے۔ دنیائے علم وعرفاں آپ کو "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ مبدء فیض نے آپ کو دنیا کے علوم وفنون میں خاص ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ نے ان علوم وفنون کی روشنی میں امت مسلمہ کو اپنے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی اور اسی پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی، آپ کی ساری زندگی اپنے آقا ومولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس اور ختم نبوت کے تحفظ میں بسر ہوئی، اس پر آپ کی حیات مستعار، نعتیہ اشعار اور تصنیفات وتالیفات شاہد وناطق ہیں۔ دنیا بھر میں آپ کا پیغام عشق ووفا پہنچ چکا ہے۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو جہاں آپ کے مقبول عام سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔ شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام" کے دو تین اشعار نہ پہنچے ہوں۔

امت مسلمہ کے فکر واعتقاد کے سلسلے میں آپ کی کاوشیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے پیارے محبوب حضرت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ تب ہی تو دنیا آپ کی دیوانہ ہو چکی ہے۔ آپ کی حیات مستعار میں دنیا بھر کے علماء ومشائخ مستفتیان کی صورت میں بارگاہِ رضوی میں حاضر ہوتے رہے اور مستفیض ہوتے رہے۔ آپ کی حیات وخدمات پر بے شمار کتب ورسائل شائع ہو کر سامنے آچکے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی یاد میں کئی ادارے، تنظیمیں، بزمیں اور اکیڈمیاں قائم ہوئیں۔ ان کے تحت ارباب علم ودانش کے مقالات کتابی صورت میں سامنے آئے، تصنیفات وتالیفات رضائی آب وتاب سے شائع ہو رہی ہیں، تعلیمی اداروں میں آپ کے حوالے سے بے شمار ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ جرائد ورسائل نے آپ کے حوالے سے بے شمار خصوصی نمبر نکالے ہیں۔

ع: گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ کو سن ہجری کے حساب سے آپ کے وصال کو ایک صدی کامل ہوئی تو اس موقع پر مشاہیر اہل علم وقلم نے بارگاہِ رضوی میں اپنے قلم کی خوب جولانیاں دکھائی ہیں۔ اس یادگار موقع پر استاذ العلماء، شیخ الحدیث علامہ حنیف خاں رضوی بریلوی دامت برکاتہم العالیہ نے امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے زیر اہتمام ۱۰۷ انتہائی ضخیم کتابیں نہایت آب وتاب

سے شائع فرما کر عام کی ہیں۔ آپ نے یہ رضوی سوغات اس ناچیز ہیچ مدان کو بھی بھیجی ہیں۔ الحمدللہ! اب ۲۸؍ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو سن عیسوی کے حساب سے آپ کے وصال باکمال کو پورے سو سال ہو رہے ہیں۔

اس مبارک اور یادگار موقع پر سرزمین اولیا وعلمائے مراد آباد سے جامع معقول ومنقول استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ (پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) کی سرپرستی میں، ادیب شہیر مولانا محمد نفیس القادری امجدی دامت برکاتہم العالیہ اور مجلے کے مدیر اعزازی حضرت مولانا محمد ناظر القادری مصباحی دام ظلہ کی ادارت میں سہ ماہی ''عرفان رضا'' مراد آباد کا ایک عظیم وضخیم ''مصلح اعظم نمبر'' مطلع صحافت پر طلوع ہو رہا ہے۔ سہ ماہی ''عرفان رضا'' مراد آباد کا پہلا شمارہ اپریل، مئی، جون ۲۰۲۱ء اور دوسرا شمارہ جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۱ء کو آن لائن جاری ہوا، اب اس کا تیسرا شمارہ ''مصلح اعظم نمبر'' کی صورت میں آن لائن کے علاوہ مطبوعہ کتابی صورت میں بھی منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو رہی ہے۔ سنی صحافت میں رضویات کے باب میں یہ نمبر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

یہ عدیم النظیر نمبر پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں موضوع کی مناسبت سے پانچ اہم مقالات شامل ہیں۔ پہلا باب ''اصلاح فکر واعتقاد اور امام احمد رضا'' کے عنوان سے ہے اس میں ابطال امکان کذب باری تعالیٰ، فتنہ قادیانیت، فتنہ رافضیت و خارجیت، فتنہ وہابیت ودیوبندیت کے تعاقب میں امام عشق ومحبت امام احمد رضا کی قلمی معرکہ آرائیاں اور عشق واحترام بارگاہِ رسالت کے حوالے سے آپ کی داستان عشق ومحبت کی جلوہ سامانیاں صفحہ قرطاس پر بکھیری گئی ہیں۔ اس باب میں لکھنے والوں میں مولانا محمد ناظر القادری مصباحی، مولانا محمد توصیف رضا مصباحی، مولانا محمد نفیس القادری امجدی، مفتی مشتاق احمد امجدی اور مولانا غیاث الدین مصباحی کے اسمائے گرامی شامل ہیں

دوسرا باب ''اعلیٰ حضرت اور اصلاح مسلمین'' ہے۔ اس میں مولانا محمد عاشق رضا مصباحی نے امام احمد رضا کے کردار اور فتاویٰ کی روشنی میں نماز باجماعت کی اہمیت واضح فرمائی ہے۔ مفتی نعیم الدین منظری نے امام احمد رضا کے اقوال اور کردار سے فرض روزے کی اہمیت ظاہر وباہر فرمائی ہے۔ مولانا محمد ایوب رضا مصباحی نے فرائض واجبات کی تاکید فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں دکھائی ہے، مفتی افتخار الحسن امجدی نے تصانیف رضا میں فکر آخرت کے جلوے دکھائے ہیں۔ اور مولانا عبدالقادر مصباحی نے شیخ کامل امام احمد رضا کے اوراد و وظائف میں تزکیۂ قلب ونظر کے طریقے تلاش فرمائے ہیں۔

تیسرے باب کا عنوان ''بدعات وخرافات کے رد وابطال میں اعلیٰ حضرت کی مساعی جمیلہ'' ہے۔ اس میں پہلا مقالہ مفتی محمد افتخار امجدی کے قلم فیض رقم سے ''شادی بیاہ کی رسومات اور امام احمد رضا کے اصلاحی افادات'' ہے۔ دوسرا مقالہ مولانا محمد شاداب امجدی کے قلم فیض اثر سے ''دعوت میت اور قبور مسلمین کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے ارشادات'' کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ تیسرا مقالہ ''مروجہ تعزیہ داری کے رد وابطال میں اعلیٰ حضرت کا کردار'' ہے جو مفتی محمد گل ریز رضا مصباحی کے خامۂ اثر کا نتیجہ ہے۔ چوتھا مقالہ ''حرمت سجدۂ تعظیم الزبدۃ الزکیہ کے آئینے میں'' ہے جسے مفتی اشاعت الاسلام مصباحی نے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ پانچواں مقالہ ''مزارات پر عورتوں کی حاضری اور جمل النور کی تجلیات'' ہے جو مولانا محمد ہاشم رضا مصباحی کے خامۂ عنبر کا ثمرہ ہے۔

چوتھا باب ''سیاسی اقتصادی میدانوں میں اعلیٰ حضرت کی اصلاحی بصیرت'' ہے۔ اس باب میں اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت کی چند

جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ تحریک خلافت، تحریک ندوہ اور تحریک ترک موالات میں نہ صرف اعلیٰ حضرت کے اصلاحی کردار کو زیر بحث لایا گیا ہے بلکہ ان تحریکوں کے دوران آپ کے اقتصادی اور معاشی نکات آپ کی تصنیفات میں سے سامنے لائے گئے ہیں۔ اس باب کے قلم کاروں میں مفتی محمد شریف الحق رضوی کٹیہاری، مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، مفتی سید شہباز اصدق امجدی، مولانا جمشید رضا مصباحی اور مفتی عبدالقیوم مصباحی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

پانچواں اور آخری باب ''سائنسی میدانوں میں اعلیٰ حضرت کا اصلاحی مقام'' ہے۔ پہلے مقالہ میں مولانا محمد فہیم جیلانی مصباحی نے البرٹ ایف پوٹا کی پیشن گوئی اور امام احمد رضا کی تردیدی اصلاح رقم فرمائی۔ دوسرے مقالہ میں مولانا محمد علقمہ اشرف نے امام احمد رضا کے افکار کی روشنی میں نظریہ کشش ثقل کا جائزہ لیا ہے۔ تیسرے مقالہ میں مولانا محمد شہباز عالم مصباحی نے افکار رضا کے اجالے میں نظریہ حرکت زمین و آسمان کا جائزہ لیا ہے۔ چوتھے مقالہ میں مفتی محمد آصف رضا مصباحی نے منطق جدید کے رخسار پر امام احمد رضا کا اصلاحی طمانچہ رسید کیا ہے۔ پانچویں مقالہ میں فیضانِ رضا کی برکھا میں علم توقیت کو زیر بحث لایا ہے۔

یقیناً سہ ماہی ''عرفانِ رضا'' کا یہ ''مصلح اعظم نمبر'' رضویات کے باب میں ایک مستند اور مدلل تاریخی دستاویز کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس کے مطالعہ سے خواجہ تاشان رضا کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور امام احمد رضا کے حاسدین کے قلب و جگر میں جلن مزید تیز ہو گی۔ ''مصلح اعظم نمبر'' اسم با مسمی ہے۔ اس پر نمبر کا ہر باب اور پھر ہر باب کے تمام مقالات شاہد و ناطق ہیں۔ اس نمبر کو ملاحظہ فرمائیں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ واللہ! امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی امت مسلمہ کے اصلاح احوال میں بسر ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے عہد کے تمام فتنوں کے تعاقب میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بدعات و منکرات کے خلاف آپ ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ سیاسی، اقتصادی، معاشی اور سائنسی میدانوں میں بھی آپ نے فتوحات کے جھنڈے گاڑے ہیں۔

سہ ماہی ''عرفان رضا'' مرادآباد برکات رضا گروپ کی برکات سے مزین ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ خصوصی نمبر کوئی عام روایتی نمبر نہیں ہے بلکہ یہ نہایت محنت و تحقیق سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں مولانا مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی نے اپنا کمال کر دکھایا ہے۔ نفیس العلماء مولانا محمد نفیس القادری امجدی کی ادارت نے ایک کرشمہ کر دکھایا، اسی طرح مدیر اعزازی مولانا محمد ناظر القادری مصباحی، مدیر معاون مولانا محمد شہباز مصباحی، مدیر مسؤل مولانا محمد افتخار امجدی اور تزئین کار مولانا محمد مطلوب خان صاحب نوری کی تگ و تاز اور کاوشیں قابل رشک اور قابلِ تحسین و آفریں ہیں۔ واللہ! ''مصلح اعظم نمبر'' ایسا با کمال اور بے مثال ہے کہ اسے ہر سنی حرز جاں بنائے اس کے مطالعہ سے اعتقادی اور نظریاتی نکھار آئے گا اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مفسدین اور حاسدین کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا اور قلب و جگر میں نوری اجالا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے یہ نمبر ایک مستند حوالہ ہوگا۔

اس نمبر پر تقدیم کے لئے فاضل نوجوان عالم دین اور مصنف مولانا نازش المدنی نے فقیر کو آمادہ کیا اور پھر نفیس العلماء مولانا محمد نفیس القادری امجدی نے خود بھی مجھ ناچیز سے رابطہ کیا اور تقدیم کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان دونوں کا بھی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے اس عظیم الشان ''مصلح اعظم نمبر'' کی جانب فقیر کی توجہ مبذول فرمائی ہے تب یہ تقدیم سامنے آئی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ناچیز ہیچ مدان اس عظیم نمبر کی اشاعت پر اس کے سرپرست اعلیٰ، مدیر اعلیٰ اور دیگر تمام احباب کی خدمت میں ہدیہ تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہے۔ ماشاءاللہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ، بہت خوب **اللھم زد فزد**

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی اس نظریاتی اور فکری کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام اور بقائے دوام بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین

دعا گو و دعا جو، گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

خلیفۂ مجاز بریلی شریف، سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل، سرپرست اعلیٰ "ہماری آواز" مدیر اعلیٰ "الحقیقہ" ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 43710

۸ رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ۔ مطابق ۱۶ ر ستمبر ۲۰۲۱ء، بروز جمعرات، بوقت: ۱۱:۳۸ دن

استاذ العلماء ماہر درسیات حضرت علامہ

محفوظ رضا صاحب قبلہ نعیمی

ناظم اعلیٰ الجامعۃ العربیہ اہل سنت نجیب الاسلام، نجیب آباد، بجنور یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المصطفیٰ

حضرت مولانا نفیس القادری امجدی مرادآبادی کے ذریعہ قدوۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے شمسی کیلنڈر کے اعتبار سے صد سالہ عرس مبارک پر عمائد و مشاہیر علمائے اہل سنت کی کوششوں سے سہ ماہی "عرفان رضا" کی جانب سے "مصلح اعظم نمبر" کے شائع ہونے کی خبر موصول ہوئی دل کو راحت وسکون میسر آیا۔ بلاشبہ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکت علم وحکمت کا وہ بحر ذخار ہے کہ اس میں غوطہ زنی کرنے والا بے شمار علم وحکمت کے درخشاں پاروں سے آگاہی پاتا ہے۔ اور آپ کی تصانیف لطیفہ پر جتنی ہی تحقیق کرتا ہے اتنا ہی آپ کے علم وعرفان کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولانا نفیس القادری اور ان کے معاونین کار کو وسعت علمی اور صحت وعافیت عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ حضرت کے مشن کو خوب سے خوب تر ترویج واشاعت کا حوصلہ وہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین

دعا گو:

محفوظ رضا نعیمی

خادم مدرسہ نجیب الاسلام، نجیب آباد ضلع بجنور

۸ رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ

ناشرہ تعالیٰ ونقدس

باب اول

اصلاح فکر واعتقاد اور امام احمد رضا

ابطال امکان کذب باری تعالی افادات رضویہ کے روشنی میں

مولانا محمد ناظر القادری مصباحی☆

مجدد اعظم، متکلم اجل، مصلح افخم امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے ناموس رسالت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ خالقِ کائنات، اللہ ربّ العزت جل جلالہ کی عظمت وجلالت پر بھی پوری شان بندگی کے ساتھ پہرہ دیا ہے۔ بارگاہ خداوندی کی طرف امکان کذب کی نسبت کرکے وہابیہ دیابنہ نے جو جرأت و دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس کا سخت ترین تعاقب فرمایا اور کتاب وسنت، اقوال ائمہ مفسرین ومحدثین کی روشنی میں یہ حقیقت واشگاف فرمائی کہ اللہ تعالی جمیع عیوب ونقائص سے پاک ومنزہ ہے، اس کی طرف امکان کذب کی نسبت انتہائی درجہ کی بدبختی اور اللہ ربّ العزت کی شان کبریائی سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔

نظریہ امکان کذب باری تعالی کا پس منظر:

اس باطل وقبیح نظریے کی بنیاد ابن حزم ظاہری کے اس فاسد قول پر ہے "انه تعالی قادر علی ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا" کہ اللہ تعالی اپنے لیے بیٹا پیدا کرنے پر قادر ہے اگر قادر نہ ہو تو عاجز ہو جائے گا۔ (الملل والنحل)

ابن حزم ظاہری کے اس قول بدتر از بول کی سخت تردید کرتے ہوئے علامہ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ العزیز، المطالب الوفیہ میں فرماتے ہیں:

"فانظر اختلال هذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی هذه المقالة الشنیعة من اللوازم التی لا تدخل تحت وهم وکیف فاتاه ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیة القدرة عما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرة فلایتوهم عاقل ان هذا عجز"

یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا یہ کیوں کر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیوں کر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

اسی میں فرمایا:

وقع ههنا لابن حزم هذیان بین البطلان لیس له قدوة ورئیس الا شیخ الضلالة ابلیس یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات، کھلی باطل واقع ہوئی، جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس، مگر سردار گمراہی، ابلیس۔ (المطالب الوفیہ للعلامہ عبد الغنی النابلسی، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۳۶۵ پوربند)

ابن الحزم، فاسد العزم کی اسی ڈگر پر چلتے ہوئے، استاد مطلق علامہ فضلِ حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالی کے ایک اعتراض کے جواب میں امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی میں لکھا: اگر کذب الہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالاں کہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی یہ محال ہے تو واجب ہے کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو (رسالہ یک روزی ص:۷، ملخصا)

علامہ عبد السمیع بیدل سہارن پوری رحمہ اللہ تعالی نے منکرین میلاد پر نقد وتبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب مستطاب "انوارِ ساطعہ در بیان جواز مولود و فاتحہ" میں جب لکھا: کوئی جناب باری تعالی پر امکان کذب کا دھبہ لگا رہا ہے حالاں کہ اس کی شان تو یہ ہے: ومن اصدق من اللہ حدیثا (انوارِ ساطعہ

ص: ۲۰۰ رضوی کتاب گھر)

تو مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اس کتاب کا بزعم خویش رد، براہین قاطعہ کے نام سے لکھا اور علامہ سہارنپوری کو جواب دیتے ہوئے کہا: امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔

رد المحتار میں ہے: هل يجوز الخلف فى الوعيد فظاهر مافى المواقف والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازه (کیا خلف وعید جائز ہے؟ مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے، (براہین قاطعہ ص: ۲)

یہ جاہلانہ عقیدہ صرف کتابوں کی دنیا تک ہی محدود نہ تھا بلکہ عام طور پر ارباب دیوبند یہی اعتقاد فاسد رکھتے تھے اور اس کی نشرواشاعت کو کار دینی سمجھ رہے تھے جس کی وجہ سے عوام اہل سنت کے مابین بے چینی اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں ایک استفتا میرٹھ سے مولانا ابومحمد صادق علی مداح کی جانب سے پیش ہوا جس میں ایک دیوبندی مولوی کے بارے میں موصوف نے لکھا: "مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے، مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکان کذب ہے"۔ "اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس سوال کے جواب میں ایک معرکہ آرا کتاب "سبحان السبوح عن کذب عیب مقبوح" کے نام سے ۱۳۰۷ھ میں تحریر فرمائی اس عظیم الشان کتاب میں دوسو دلائل قاہرہ کے ذریعے اللہ تعالی کی تسبیح وتقدیس اور جملہ عیوب ونقائص سے منزہ اور بری ہونے کو بیان فرما کر وہابیہ دیابنہ کو عاجز ومبہوت کردیا، اس کتاب کو امام احمد رضا نے چار تنزیہوں اور ایک مقدمے پر منقسم کیا۔ تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات عالیہ سے کذب باری تعالی کا محال ہونا، اور شروع، سے ائمہ اہل سنت کے مابین غیر مختلف فیہ ہونا ثابت فرمایا۔ تنزیہ دوم میں کذب الہی کے قطعا مستحیل ہونے اور امکان کذب کے باطل ہونے پر تیس دلائل قاطعہ ارشاد فرمائے۔ تنزیہ سوم میں امام احمد رضا نے امام وہابیہ اسمعیل دہلوی مصنف رسالہ یک روزی کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کا رد بلیغ فرمایا۔

تنزیہ چہارم میں انبیٹھوی، گنگوہی کے، اس جاہلانہ خیال کا ابطال فرمایا کہ مسئلہ امکان کذب باری تعالی مسئلہ خلف وعید کی فرع ہے۔

ایک جامع تمہیدی مقدمہ:

اعلی حضرت نے مقدمہ میں ایک نہایت ہی جامع تمہیدی گفتگو فرمائی ہے جس سے منکرین ومعترضین کے شبہات کا کلی طور پر ازالہ ہوجاتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے: "مسلمان کا ایمان ہے کہ باری تعالی کے سب صفات، صفات کمال وبروجہ کمال ہیں جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں، یوں ہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا" اب سوال یہ ہے کہ صفت کے بروجہ کمال ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو اعلی حضرت لکھتے ہیں: صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم، باطل وموہوم میں کوئی شی، بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلا صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرے سے محض اجنبی ہو۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ ہر موجود ومعدوم باطل وموہوم شی کا

ذات باری تعالی کے ساتھ تعلق صحیح ہے، اگر چہ اس میں تعلق کی صلاحیت ہی نہ ہو بلکہ جتنی چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا اتصاف ذات باری تعالی کے ساتھ صحیح ہے ان میں کا کوئی بھی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہیں ہوگا۔ صفات باری تعالی کے احاطہ دوائر میں جو فرق ہے وہ ملاحظہ کریں:

(۱) مثلاً ارشاد باری ہے: خالق کل شی فاعبدوہ. (سورہ: انعام آیت: ۱۰۲) یہاں کل شی سے صرف حوادث مراد ہیں، اس لیے کہ قدیم یعنی اللہ تعالی کی ذات وصفات مخلوق ہونے سے پاک ہے۔

(۲) انہ بکل شی بصیر وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ یہاں کل شی تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل ہے مگر معدومات اس سے خارج ہیں اس لیے کہ اس میں دیکھے جانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، جو ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا، تو نقصان جانب قابل ہوا نہ کہ جانب فاعل ۔ اعلی حضرت نے شرح فقہ اکبر، حدیقہ ندیہ، وغیرہ سے اس دعویٰ کا اثبات کیا کہ معدوم کی رؤیت محال ہے۔

(۳) "وهو علی کل شی قدیر "وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، (سورۂ ملک، آیت: ۱۹)

یہاں پر "کل شی" موجود ومعدوم سب کو شامل ہے مگر حدوث وامکان کی شرط کے ساتھ، لہذا واجب ومحال بالکل بھی لائق مقدوریت نہ ہوں گے۔ کنز الفوائد، شرح فقہ اکبر، امام یافعی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے امام احمد رضا یہ ثابت فرماتے ہیں کہ واجبات وممتنعات کے ساتھ قدرت متعلق نہیں ہوتی ہے۔

(۴) "وهو بکل شی علیم "وہ ہر چیز کو جانتا ہے، (البقرہ، آیت: ۲۹) اس آیت میں "کل شی" واجب وممکن، قدیم وحادث، موجود ومعدوم، مفروض وموہوم غرض ہر شی ومفہوم کو قطعاً محیط ہے، جس کے دائرے سے اصلا کچھ خارج نہیں ہے۔ (سبحان السبوح ملخصا) احاطہ دوائر کی اس تفریق کے تعلق سے خامہ

رضا کی جولانیاں ملاحظہ کرنے کے بعد امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی یہ نتیجہ خیز، فیصلہ کن گفتگو دیکھیں! ان شاء اللہ عزوجل حق وصداقت کا سورج دمکتا نظر آئے گا۔

فرماتے ہیں: اب دیکھئے! لفظ چاروں جگہ ایک ہے، یعنی "کل شئ" مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہنا، عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شی اپنی ذات میں ہونے کے قابل ہے۔ اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالات عقلیہ کو بھی شامل ہو، جو اصلا تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ! محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیوں کر جمع ہو سکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شی دائرہ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات، مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض وتجویز عقلی میں بھی، تو اصلا یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" کے عموم سے رہ گئی۔ اس کے بعد امام احمد رضا مسئلہ مبحوث عنہا کی طرف توجہ فرماتے ہیں: "یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب ودیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور "ان اللہ علی کل شی قدیر" کا انکار ہوا، یہ ان ہوشیاروں کی عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا

المسلمون، تا قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے، نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے، مع ھذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہیے انتہائی عجز وقصور سمجھیے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور من جملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یوں ہی من جملہ محالات عدم باری عز وجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم اب باری جل وعلا عیاذا باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔" (سبحان السبوح ملخصا ص:۱۲، مجلس آئی ٹی دعوت اسلامی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے تنزیہ اول میں متکلمین، مفسرین، اصولیین کی کتب سے تیس نصوص محکمہ ذکر کیے اور ثابت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر کذب باجماع علما محال ہے، چند نصوص درج ذیل ہیں:

(۱) الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالی محال۔ جھوٹ باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔ (شرح مقاصد، ج:۲، ص:۱۰۴)

(۲) شرح عقائد نسفی میں ہے: کذب کلام اللہ تعالی محال۔ کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔ (شرح عقائد نسفی، ص:۷۲)

(۳) امام بیضاوی کی طوالع الانوار میں ہے: الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالی محال یعنی جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۴) امام ابن ہمام فرماتے ہیں: یستحیل علیہ تعالی سمات النقص کالجھل والکذب جتنی نشانیاں عیب کی ہیں جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔ (مسایرہ)

(۵) امام رازی نے کہا: صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب محال علی اللہ تعالی دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے۔ (تفسیر کبیر تحت آیۃ وتمت کلمت ربک الخ سورۃ:۱۳ آیت:۱۶۱)

ان کے علاوہ مواقف وشرح مواقف، تفسیر مدارک، تفسیر عمادی، روح البیان، شرح السنوسیہ، شرح عقائد جلالی، کنز الفوائد، شرح فقہ اکبر، مسلم الثبوت، فواتح الرحموت کی نصوص وعبارات سے واضح فرمایا کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عز وجل کے حق میں محال ہے۔

اس کے بعد مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ، تنزیہ دوم کے تحت تیس دلائل قاہرہ وحجج باہرہ سے نظریہ امکان کذب باری تعالیٰ کے پرخچے اڑا دیتے ہیں ان دلیلوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق مولی سبحانہ وتعالیٰ ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز، کذب باری عز اسمہ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن سے خمسہ اولی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد وانعام ہوئیں اور باقی پچیس ہادی اجل عز وجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں والحمد للہ رب العالمین" فقیر قادری اختصار کے ساتھ ان دلائل کو ذکر کر رہا ہے۔

پہلی دلیل : تو وہی نصوص سابقہ جو طوالع، شرح مقاصد، مسایرہ مسامرہ، مفاتیح الغیب، مدارک، بیضاوی، ارشاد العقل روح البیان، شرح سنوسیہ، شرح ابہری، شرح عقائد جلالی، کنز الفوائد، مسلم الثبوت، شرح نظامی، فواتح الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول کے حوالے سے گزرے جن میں تاویل

فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال ہے۔

دوسری دلیل: اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو کفار وملحدین کی طرف سے اسلام پر ایسے طعن واعتراضات لازم آئیں گے کہ جن کا جواب نہیں دیا جاسکتا ہے، دلائل قرآن عظیم، وحی الٰھی یکسر غیر معتبر ہو جائیں گے، حشر ونشر، حساب وکتاب، جنت ونار، ثواب وعذاب کسی پر یقین نہ رہے گا، اس لیے کہ ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے، جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یوں ہی فرمادی ہو، شاید یہ بات ٹھیک نہ ہو۔

تیسری دلیل: مواقف وشرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ تعالیٰ عندنا فثلثۃ اوجہ (الی ان قال) وایضا فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا یعنی کذب الٰہی کا محال ہونا ہم اہل سنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے، ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے، تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہو جائیں، یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔ اس دلیل کی تقریر میں اعلی حضرت فرماتے ہیں: اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، معاذ اللہ لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں۔

چوتھی دلیل: جب اہل سنت کے نزدیک اللہ عز وجل کا صدق ازلی ہے تو کذب محال ہوا اس لیے کہ جواز لی ہو اس کا زوال محال ہوتا ہے، لہذا صدق باری تعالیٰ کا ازلی ہونا، اس کے کذب کے محال ہونے کو مستلزم ہے۔

پانچویں دلیل: اگر باری تعالی کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالی کی کوئی بھی صفت حادث نہیں ہے، اور جو قدیم ہو، وہ معدوم نہیں ہوسکتا تو لازم آیا کہ صدق الٰہی محال ہو جائے حالاں کہ یہ بداہۃً باطل تو ثابت ہوا کہ باری تعالی کا کذب سے متصف ہونا ناممکن ہے۔ کذب باری تعالی کے محال ہونے پر یہ پانچ دلیلیں ہیں جو امام احمد رضا قدس سرہ نے تفسیر کبیر، مواقف وشرح مقاصد کے حوالے سے ذکر فرمائیں۔ ان کے علاوہ اس مقام پر پچیس دلائل اور ہیں جن سے اگر ایک طرف کذب باری تعالی کے محال ہونے پر دلالت ہورہی ہے تو دوسری طرف یہ دلیلیں امام احمد رضا کی جودت طبع، ژرف نگاہی، تعمق نظری کا بین ثبوت بھی ہیں ان میں سے چند دلائل ملاحظہ ہوں:

پہلی دلیل: اللہ تعالی کا صدق یہ صفت ہے جو ذات باری تعالی کے ساتھ قائم ہے، ورنہ تو صدق باری مخلوق ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالی کی ذات وصفات کے علاوہ سب مخلوق ہیں، اور ہر مخلوق مسبوق بالعدم تو لازم آیے گا کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالی سچا نہ ہو، یہ بداہۃً باطل ہے، پس صدق باری کا اس کی صفت قائمہ نہ ہونا باطل ہوا، تو قیام ثابت، تو جب صفت صدق ذات باری تعالی کے ساتھ قائم ہے اور صفات مقتضائے ذات ہوتی ہیں، مقتضائے ذات میں تغیر محال اس لیے کہ مقتضی (ضا کے فتحہ کے ساتھ) کا تغیر، مقتضی (کسرہ کے ساتھ) کے تغیر کا تقاضہ کرتا ہے، حالاں کہ عموماً ذات میں تغیر محال ہے خصوصاً جناب عزت میں جہاں تغیر صفت بھی محال ہے، تو یقینا کذب منافی ذات ہوا اور منافی ذات کا پایا جانا یہ خود ذات کی نفی کو مستلزم ہے تو اس امکان کذب کے اس فاسد عقیدے سے ذات واجب الوجود کی نفی لازم آتی ہے (معاذ اللہ رب العالمین)۔ (سبحان السبوح ملخصا)

دوسری دلیل: بداہت عقل شاہد ہے کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا وہ کذب مطلق پر بھی قادر ہوگا، بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی

نہیں ہیں، اور قرآن اللہ تعالی کا کلام قطعاً حق ہے، جس کے بعض قضایا جیسے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا صدق ورودِ شرع پر موقوف نہیں ہے بلکہ عقل خود ان کے صدق کا فیصلہ کرتی ہے، تو لازم آئے گا کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ تو کذب مطلق مقدور نہ رہے گا اور جو نہ ذات ہو اور نہ مقتضائے ذات ہو تو وہ قطعاً حادث و مخلوق ہوتا ہے تو کذب الٰہی کے ممکن ماننے کی تقدیر پر کلام باری تعالی کا حادث و مخلوق ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ معتزلہ کا مذہب باطل ہے۔ تو یا تو تسلیم کرو کہ تم معتزلہ میں سے ہو یا اس قبیح عقیدہ سے توبہ کرو۔ (سبحان السبوح ملخصاً ص: ۱۳ تا ۲۱ مجلس آئی آئی ٹی)

تیسری دلیل: امام احمد رضا، مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہیں، چاہے کسی بھی فن یا موضوع پر خامہ فرسائی ہو رہی ہو کسی نہ کسی شکل میں عشق رسالت کی تابانیاں جلوہ ریز ہو ہی جاتی ہیں، یہ ہمارے امام کے کمال عشق کا واضح ثبوت ہے، امکان کذب کے باطل ہونے پر یہ عشق افروز دلیل دیکھیں اور ایمان و عقیدے کی بالیدگی کا سامان تیار کریں۔ قافلہ سالار اہل محبت، امام احمد رضا فرماتے ہیں: کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کیجئے۔ بہت خوش نصیب، ذی عقل لبیب، صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور، سید عالم، سرور اکرم، مولائے اعظم ﷺ دیکھ کر ایمان لائے، کہ لیس هذا وجه الكذابين یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں۔ اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی و بہار دو عالم نثار ﷺ، اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھا دیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے، مگر میں اسے حجت ایقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں جس دن میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ (سبحان السبوح فتاویٰ رضویہ ج: ۱۵، ص: ۳۵۱)

چوتھی دلیل: فرض کیجئے اگر جھوٹ عیب و نقص نہ بھی ہو مگر یہ تو ضروری طور پر ظاہر ہے کہ یہ صفت کمال نہیں ہے ورنہ اللہ تعالی کے لیے اس کا ثبوت واجب ہوتا اور عقل سلیم شاہد کہ اللہ تعالی کے لیے ایسی صفت کا ثبوت بھی محال ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص نہ ہو۔

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے: "یستحیل علیه تعالی کل صفة لا لا كمال فيها ولا نقص لان كلا من صفات الاله صفة كمال "یعنی اللہ تعالی کے لیے ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ کمال ہو اور نہ نقص کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت، صفت کمال ہے۔ (سبحان السبوح ملخصاً ۵۴۹)

پانچویں دلیل: مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو، اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں، اول یہ کہ کذب ایسا گندہ ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے، اگر وہ اللہ عزوجل جلالہ کے لئے ممکن ہوا تو وہ عیبی، ناقص، ملوث گندہی گھناؤنی، نجاست سے آلودہ ہو سکے گا، کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اس کے رب کی امان، ادنیٰ سمجھ وال یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا۔ (رسالہ دامان باغ سبحان السبوح، ص: ۲ مجلس آئی آئی ٹی دعوت اسلامی)

بحمدہ تعالیٰ مجدد اعظم سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کے ارشاد فرمودہ یہ دلائل ساطعہ، بلاشب قصر وہابیت و دیوبندیت کے لئے برق تپاں کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر بنظر انصاف ان کو دیکھیں اور قلب سلیم کے ساتھ ان میں غور و فکر کریں تو ضرور اپنے اس ناپاک عقیدے سے تائب ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔

امام الوہابیہ کی دلیل کا محاسبہ:

ابطال امکان کذب باری تعالی پر دلائل و براہین کے انبار لگانے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ، امام وہابیہ اسمعیل دہلوی کے ہذیانوی دلیلوں کی طرف اپنے قلم کا رخ موڑتے ہیں اور ان دلائل کی شاندار طریقے سے خدمت گزاری فرماتے ہیں۔ اسمعیل دہلوی کی پہلی دلیل: اسمعیل دہلوی کی اپنے فاسد عقیدے پر پہلی دلیل یہ تھی کہ ”اگر کذب الہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا حالاں کہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہے“ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اس کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **ایھا المسلمون! حماکم اللہ شر المجون** (اے اہل اسلام! اللہ تعالیٰ اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ت) للہ! **بنظر انصاف** اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیا باندھی ہیں۔

اول: ملا دہلوی نے دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔ (تو اس نے یہ تسلیم کیا کہ انسان کے اعمال وافعال واقوال اللہ تعالی کی مخلوق نہیں ہے) جب کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں۔ قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ:۳۷، آیت:۹۶) تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولیٰ عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق و کذب، کفر، ایمان، طاعت، عصیان، جو کچھ ہے سب اسی قدیر، مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت، عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے، ارشاد باری ہے: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہاں کا: (سورۃ:۸۱ آیت:۲۹) دہلوی نے کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نا مہذب ہے جو قرآن عظیم کا مردود و مکذب ہے نظر یہ امکان کذب شرک صریح کی طرف منجر ہے۔

ثانی: اگر کذب الہی کا امکان تسلیم کیا جائے تو یہ توحید باری تعالٰی کے منافی ہوگا۔ وجہ امام احمد رضا کے قلم سے سنیے۔ فرماتے ہیں: العزۃ للہ! اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بے شمار خدا ممکن ہو جائیں۔ وجہ سنیے! جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کر سکتا ہے اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ بن جانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے، ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا، بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں، جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا؟ آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے، کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا؟ بہر حال

جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے میں پوجنے والا ہوں۔ تو قطعاً دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امکان کذب کے ماننے کی تقدیر پر کروڑوں خداؤں کا ماننا لازم آتا ہے۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ثالث: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس کو نہ دیکھنا چاہے آنکھیں بند کرلے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبولے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لیے کرسکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ جائے گا۔

اقول: غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے، نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز اور عاجز خدا نہیں کرسکا تو ناقص ہوا، ناقص خدا نہیں، محتاج ہوا، محتاج خدا نہیں ملوث ہوا، ملوث خدا نہیں، تو شمس وامس کی طرح اظہر واز ہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر (ہے) (سبحان السبوح ملخصاً ص: ۵۴)

امکان کذب ابطال الوہیت کو مستلزم ہے:

ایک استفتا امام احمد رضا کی بارگاہ میں پیش ہوا جس میں ایک صاحب نے لکھا: "دیوبند کا پڑھا ہوا ایک مولوی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا ہوسکتا ہے اور اس پر دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کرسکتا، یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے آدمی جس جس بات پر قادر ہے خدا ضرور ان سب باتوں پر قادر ہے اور ان کے سوا بے انتہا چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن پر آدمی کو قدرت نہیں انسان کو اپنے کذب پر قدرت اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے" امام احمد رضا اس کی بیان کردہ دلیل ذلیل کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "بے دین اس گھمنڈ میں ہیں کہ انہوں نے خدا کا عیبی ہونا فقط ممکن کہا ہے، کوئی عیب بالفعل تو اسے نہ لگایا، حالاں کہ اوّل تو یہی ان کا گدھا پن ہے، اُس جلیل جمیل سبوح قدوس کی شان جلال کے لئے فقط امکان عیب ہی خود بڑا بھاری ہے، فی سبحٰن السبوح واوضحناہ اللغواۃ مع مالہ من الوضوح (جیسا کہ ہم نے اس کو سبحٰن السبوح میں بیان کیا اور گمراہوں کے لئے اس کی خوب وضاحت کی۔ت)

خیر یہ تو ایمان والے جانتے ہیں، میں وُہ بتاؤں جسے یہ عیب لگانے والے بھی سمجھ جائیں کہ بے شک انہوں نے خدا کو بالفعل عیبی مانا اور کتنا سخت سے سخت عیبی جانا بلکہ اس کے حق میں کچھ لگی نہ رکھی صاف صاف اس کی الوہیت ہی باطل کردی، وجہ سُنئے! جب ٹھہری کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے خدا بھی اپنے لئے کرسکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع وخدمت کے لئے اس کے تلووں پر اپنی آنکھیں ملے، اپنے باپ کی تعظیم وغلامی کے لئے اس کے جُوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے، تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم وتواضع و خدمت وغلامی پر قادر ہو، ورنہ انسان کی قدرت جو اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام وہ نکلا جو انسان کرسکا اور خدا سے نہیں ہوسکتا، اگر کہئے اسے اس کام پر اس وجہ سے قدرت نہ ہوئی کہ اس کے ماں باپ ہی نہیں تو اس میں اس زخم کا کیا علاج ہُوا، مطلب تو اتنا تھا کہ ایک کام ایسا نکلا جسے بعض انسان کررہے ہیں اور خدا سے نہیں ہوسکتا، خواہ نہ ہوسکنے کی کوئی وجہ ہو، لاجرم تمہارے طور پر ضرور ہے کہ خدا کے ماں باپ ہوں تاکہ وُہ بھی

ایسی سعادت مندی کر سکے جیسی انسان کر رہا ہے، اور ظاہر کہ جو ماں باپ سے پیدا ہو وہ حادث ہوگا اور حادث خدا نہیں ہوسکتا، اس کا کوئی خالق ہوگا اور مخلوق خدا نہیں ہوسکتا، اب تو تم سمجھے کہ تم خدا کو بالفعل عیبی مانتے اور سرے سے اس کی الوہیت ہی باطل کر رہے ہو۔ (دامان باغ سبحان السبوح ص: ۴)

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی دوسری ہذیانوی دلیل:

اسمٰعیل دہلوی امکان کذب پر استدلال کرتے ہوئے رسالہ یک روزی میں ایک اور ہذیان بکتا ہے جس کا حاصل یہ کہ عدم کذب اللہ تعالی کے کمالات وصفات مدائح سے ہے اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب وآلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کذب الٰہی مقدور وممکن ہو۔

''اس ناپاک دلیل پر امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے ۳۵ سخت ترین تازیانے برسا کر امکان کذب باری تعالی کے قائلین کے تابوت میں زبردست کیل ٹھونک دی اولا اعلی حضرت نے اس دلیل ذلیل کے مفاسد تحریر فرمائے پھر ملا دہلوی کی اس رکیک دلیل کا رد بلیغ فرمایا اعلی حضرت فرماتے ہیں: ''واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل، احمق، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃ سب باطل وبے دلیل ہوکر رہ گئے۔ (سبحان السبوح فتاوی رضویہ ج:۱۵، ص: ۳۰۷)

نیز فرماتے ہیں: ''مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار وامام مدعی اسلام نے کیا بس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع وضلال کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا۔ پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعوٰی، اور ناقص وعیبی وملوث خدا کے پوجنے والے! کس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے''۔ (سبحان السبوح فتاوی رضویہ ج:۱۵، ص: ۳۷۷)

آگے ارشاد فرمایا: ''یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے، مگر لوگوں کے شرم ولحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے (الی ان قال) اوسفیہ ملوم، کذوب ظلوم! الوہیت ومنقصت باہم اعلیٰ درجہ تنافی پر ہیں، اللہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے، پھر خدا کب رہا؟ عن قریب ان شاء اللہ تعالیٰ تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالیٰ کے لئے امکان ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بے باک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب وتلوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے''۔ (سبحان السبوح نفس مصدر: ۳۷۴)

ملا دہلوی کا رد بلیغ:

دہلوی کی دلیل کا مفاد یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالی صفات کمال ہے جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ جھوٹ پر قادر ہوکر اس سے بچے، اگر بالکل قدرت نہ ہو تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے پتھر کی کوئی تعریف نہیں کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ نے اس مغالطے کی عظیم الشان تردید کی اور دلائل قرآنی سے ثابت فرمایا کہ ملاجی کا یہ زعم فاسد وباطل ہے اس لیے کہ رب عزوجل فرماتا ہے: ''وما انا بظلام للعبید'' میں بندوں

کے حق میں ستم گر نہیں۔ (سورۃ: ق آیت: ۲۹)

اور فرماتا ہے: "لایظلم ربك أحدا" تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا (الکہف، آیت: ۴۹) "ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ" بے شک اللہ تعالی ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (النساء آیت: ۴۰) اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: ان آیات میں مولی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی۔ کیوں ملاجی! بھلا جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجیے کہ ظلم نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں متعدد آیات قرآنی کے ذریعے امام احمد رضا نے ملا دہلوی کی اس دلیل پر تازیانے برسائے۔ پھر بطور خلاصہ فرمایا: او احمق! کمال حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے، ہر کمال قابل زوال عارضی کمال ہے، نہ ذاتی کمال، مسلمانو! اللہ انصاف! باری عزوجل کا صدق یوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھوٹا بھی ہو سکتا ہے، یہ کمال ہوا، یا یوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک وتعالی ایسا سچا ہے جس کا جھوٹا ہونا قطعا محال۔ اہل اسلام ان دونوں باتوں کو میزان ایمان میں تول کر دیکھیں۔

(سبحان السبوح نفس مصدر، ص: ۳۹۲)

کیا امکان کذب مسئلہ خلف وعید کی فرع ہے؟

مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، نے امکان کذب باری تعالی کو خلف وعید کی فرع قرار دیا اور اس مسئلے میں اختلاف علما کی وجہ سے امکان کذب باری کو مختلف فیہ قرار دیا، بلاشبہ یہ بہت بڑا بہتان ہے، یقینا مسئلہ خلف وعید میں بعض علما نے جواز کا قول کیا ہے گو کہ محققین نے منع وانکار فرمایا ہے مگر اس سے امکان کذب کو ثابت ماننا جہالت فاحشہ ہے یہ مجوزین علما کا ہرگز مسلک نہیں ہے بلکہ وہ نفوس قدسیہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی فرماتے ہیں لہذا ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جرت وجسارت ہے، اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس دعوی کے اثبات میں دس دلائل قاطعہ ارشاد فرمائے، جن سے بحمدہ تعالی دیوبندی گروگھنٹالوں کے دعوے کی دھجیاں اڑتی نظر آتی ہیں۔ اختصارا چند دلائل دیکھیں:

(۱) پہلی دلیل تو وہی نصوص قاطعہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ کذب باری تعالی باجماع علما محال قطعی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ جو علمائے کرام مسئلہ خلف وعید میں اختلاف بتاتے ہیں وہی کذب باری کے محال ہونے پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جس شرح مقاصد میں ہے: ان المتاخرین منهم يجوزون الخلف في الوعيد. ان میں کے متاخرین خلف وعید جائز مانتے ہیں۔ اسی شرح مقاصد میں ہے "الكذب وهو محال باجماع العلماء لان الكذب نقص باتفاق العقلاء وهو على الله تعالى محال"۔

کذب الہی باجماع علما محال ہے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال ہے، تو کیا علمائے اسلام کو یہ خبر نہ تھی کہ امکان کذب باری تعالی جواز خلف وعید پر متفرع ہے پس اسے مختلف فیہ بتا کر اجماعی بتا رہے ہیں، ان دیوبندی ملاؤں کو اب اس کی خبر ہوئی ہے۔

(۳)۔ طرفہ تر یہ کہ جو علما خلف وعید کا جواز مانتے ہیں خود ہی کذب الہی کو محال واجماعی جانتے ہیں، جس مواقف میں ہے: لايعد الخلف في الوعيد نقصا، خلف وعید تنقص نہیں گنا جاتا۔ اسی مواقف میں ہے: انه تعالى يمتنع عليه الكذب اتفاقا. کذب باری بالاتفاق محال ہے۔ جس شرح طوالع میں ہے: الخلف في الوعيد حسن. وعید میں خلف حسن ہے۔ اسی میں ہے: الكذب على الله تعالى محال، اللہ تعالی کا کذب محال ہے۔ جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا: "ذهب بعض العلماء الى ان الخلف في الوعيد جائز على الله تعالى لا في الوعد وبهذا وردت السنة"۔ بعض علما اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالی پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔ وہی علامہ جلال فرما چکے " الكذب عليه محال لا تشمله القدرة"، اللہ تعالی کا کذب محال ہے، قدرت الہی میں داخل نہیں۔ تو کیا یہ حضرات اس اعجوبے سے ناواقف تھے جو چودھویں صدی کے ان ملانوں کے ذہنوں میں وارد ہوا؟ ہرگز نہیں، حق بات یہی ہے کہ خلف

وعید کے جواز کو امکان کذب باری تعالی سے قطعاً علاقہ نہیں ہے۔

(۴) افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علما، مسلک جوا کا محصل و مبنی کیا ٹھراتے ہیں اور اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب کو کیوں کر طرح طرح سے دفع فرماتے ہیں تو یہاں ان میں سے بعض وجوہ پیش ہیں:

وجہ اول: وعید سے مقصود انشائے تہدید وتخفیف ہے نہ اخبار، تو سرے سے احتمال کذب کا محل ہی نہیں رہا۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے: الخلف فی الوعید جائز، فان اھل العقول السلیمۃ یعدونہ فضلا لا نقصا دون الوعد فان الخلف فیہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ، ورد بان ایعاد اللہ تعالی خبر فھو صادق قطعا لاستحالہ الکذب ھناك، واعتذر بان کونہ خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس ح فی الخلف۔ (ملخصًا) یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں، نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عز وجل پر محال اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقینا سچی، باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ معلوم ہوا کہ خلف وعید جائز ماننے والے بھی کذب الہی کے محال ہونے کا اقرار کرتے اور اس کے امکان سے بہزار زبان اجتناب و انکار کرتے ہیں، مذہب خلف وعید کی ایسی توجیہ فرماتے ہیں کہ اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وجہ دوم: علمائے کرام فرماتے ہیں آیات وعید آیات عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں میں وارد تو ان کے ملانے سے آیات وعید کے یہ معنی ہوئے کہ جنہیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جواز خلف کو معاذ اللہ امکان کذب سے کیا تعلق رہا، امکان کذب تو جب نکلتا کہ رب تبارک وتعالی جزمًا حتمًا وعید فرماتا لہذا جب خود متکلم جل وعلا نے عدم عفو سے مقید فرما دیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقینا صادق جس میں احتمال کذب کو اصلا دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتب علما مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل وتفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم وتفسیر حقی روح البیان وشرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی۔ (سبحان السبوح ملخصا، ص: ۴۰۷)

ان توجیہات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ جواز خلف وعید کا اصل محمل کیا ہے، اس سے امکان کذب کا بالکل کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ ایک عقلی ارشاد فرماتے ہیں: للہ انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوی کرتا ہے یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ ہو ہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی سمجھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے۔ (سبحان السبوح، ص: ۴۰۹)

مجدد اعظم، مصلح افخم امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالی عنہ کے قرآن وحدیث، کلام ائمہ مفسرین ومحدثین ومتکلمین سے مزین یہ افادات عالیہ امکان کذب باری تعالی کا نظریہ رکھنے والے مریضوں کے لیے نسخۂ کیمیا کی حیثیت رکھتے ہیں، عناد و تعصب سے بالاتر ہوکر اس کا مطالعہ یقیناً اصلاح فکر ونظر کا ضامن ہوگا ان شاء اللہ عز وجل۔

☆ ناظر القادری مصباحی صدر المدرسین مدرسہ بشیر العلوم، بھوج پور، مراد آباد، یوپی۔

عشق واحترام بارگاہ رسالت اور امام احمد رضا کے اصلاحی اقدام

محمد توصیف رضا مصباحی بجنوری☆

محبوب دوعالم، سرور دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت اور حقیقی عشق روح ایمان اور مدار نجات ہے، جب تک کوئی مسلمان محبت رسول میں مکمل نہ ہو وہ کامل مومن نہیں ہوسکتا اس مضمون کو اللہ جلا وعلا نے قرآن حکیم میں جا بجا ارشاد فرمایا: سورہ توبہ میں ہے:

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ اۨقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ۝ (سورۃ التوبہ، آیت: ۲۴)

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہو تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز الایمان)

اور خود صاحب شرع حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی واضح اور صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ فوالذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ (بخاری، ج:۱، حدیث: ۱۴)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہ ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر بندہ مومن کو حضور سے بے انتہا محبت ہونی چاہئے، مال، اولاد، والدین غرض کہ دنیا کی ہر محبوب چیز سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دل میں پنہا ہو۔

عشق حبیب خدا اور امام احمد رضا:

امام عشق ومحبت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات محبت رسول اور عشق مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے لئے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے آپ ظاہری وباطنی فضل وکمال کے ساتھ بے شمار علوم وفنون کے ایسے ماہر کہ عرب وعجم، حل وحرم کے بڑے بڑے علما اور فضلا سر نیاز خم کئے نظر آتے ہیں جن کے فلسفیانہ علمی دبدبہ سے ایشیا کے اونچے اونچے فلاسفہ ومناطقہ اور سائنسداں لرزتے رہے، ''ان تمام علمی دبدبوں اور فضل وکمال کے ساتھ ساتھ ''اللہ رب العزت'' نے آپ کو عشق مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعمت لازوال سے ایسا مالا مال فرمایا کہ جو رحمت عالم سے آپ کی عقیدت ومحبت کو دیکھتا وہ بھی عشق حبیب خدا سے شادکام ہوجاتا اسی خصوصیت نے آپ کو اوج ثریا کی بلندی پر پہنچایا جس کی وجہ سے آپ مسلمانان عالم کے دلوں کی دھڑکن بن گئے اور اہل عشق کی زبانوں پر جاری ہوگیا۔

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفی ﷺ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

اور یہ نعرہ بھی زبان زد عوام وخواص ہوگیا ''عشق محبت عشق محبت'' ''اعلیٰ حضرت اعلیٰ حضرت''

امام عشق ومحبت کی نگاہ میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام وحیثیت کیا ہے خود بیان فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہماری جان بلکہ ہماری ہزار جان اس پہ قربان ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرمائے باقی رہا ان کی محبت میں رونا اور آنسو بہانا یہ ایسا درد ہے ہم جس کا علاج ومعالجہ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ کیونکہ جس کو اس درد میں مزہ آگیا وہ علاج ومعالجہ کی ناز برداری سے رہا ہوگیا۔

اور ایک موقع پر اپنا حال یوں بیان فرمایا۔

''بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ہوگا''۔[الملفوظ، ج: دوم، ص: ۱۶۷]

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب کوئی انسان کسی کی ذات سے محبت کرتا ہے تو نہ صرف اس کی ذات بلکہ اس کی تعلیمات اور اس سے منسوب ہر بات وادا سے محبت کرتا ہے۔ امام اہل سنت نے امام الانبیا سے جو محبت کی ذرا اس کا انداز ملاحظہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت کا پیدائشی نام محمد اور آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو محبت میں محمد میاں فرمایا کرتی تھیں والد ماجد اور دوسرے رشتہ دار احمد میاں کے نام سے پکارتے تھے آپکے دادا جان علامہ رضا علی خان علیہ رحمۃ الرحمن نے آپ کا نام احمد رضا رکھا اور آپ کا تاریخی نام المختار ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ساری زندگی اپنے نام سے قبل عبد المصطفیٰ کا التزام فرمایا۔ فتاووں پر جو مہر ثبت کی جاتی تھی اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی ''عبدالمصطفےٰ احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری فتاوی رضویہ قدیم میں آج بھی یہی عبارت موجود ہے جو مذکورہ دعوی پر شاہد ہے۔ امام اہل سنت نے اپنے ایک شعر کے اندر اس کا برملا اظہار یوں فرمایا:

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ ﷺ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے محبت کی ایک جھلک اور ملاحظہ فرمائیں۔

امام اہل سنت نے اپنے دونوں بیٹوں اور بھتیجوں کے نام بھی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر رکھے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ملخصا، ۲،۷)

اسم رسالت کا ادب واحترام:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ رحمت دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم پاک کا ادب واحترام بہر صورت لازم جانے ہمیں امام احمد رضا خان قدس سرہ نے یہی سکھایا، بتایا اور کر کے دکھایا ہے۔ چنانچہ ذیل میں بطور شاہد ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک روز آپ کے بھتیجے، مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ علیہ برائے جواب کچھ استفتے سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھے۔ ایک کارڈ پر اسم جلالت (اللہ) لکھا گیا۔ اس پر ارشاد فرمایا'' یاد رکھو! میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا (۱) اسم جلالت اللہ (۲) محمد اور احمد (۳) اور نہ کوئی آیت کریمہ مثلاً اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں:

''حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام یا اسم جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص: ۱۷۳، حصہ اول)

اور اگر کبھی لکھتے وقت بغرض تصحیح کسی عبارت پر قط لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی اور اس میں کوئی اسم جلالت یا محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی ہوتا تو امام عشق ومحبت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی غیرت عشق اس بات کو گوارہ نہ کرتی کہ اس پر قلم سے قط لگایا جائے بلکہ گول دائرہ بنا کر اس کی نشاندہی فرما دیتے غور کیجئے امام اہل سنت کے قلب ونظر میں نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب یہ ادب و احترام ہے تو ذات محمد ﷺ کا ادب واحترام کس درجہ ہوگا۔

مجدد دین وملت، کنز الکرامت، جبل الاستقامت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دل میں اسم جلالت اور اسم رسالت

(جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ادب ولحاظ اور عقیدت و محبت اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ دن تو دن رات میں بھی یاد خدا ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جسم وروح غافل نہ رہی جب رات میں نمازِ عشا اور اوراد و وظائف، دار الافتاء اور دیگر ضروری کام کاج سے فرصت پاتے تو بستر استراحت پر تشریف لے جاتے تو "ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم کہنیاں "ح" کمر میم پاؤں دال بن کر گویا نام پاک محمد کا نقشہ بن جاتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔

(سوانح اعلیٰ حضرت، ص:۱۱۲)

عظمت بارگاہ مصطفی ﷺ اور امام احمد رضا کے اصلاحی اقدام:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور آپ سے منسوب تمام اشیا کا ادب واحترام ظاہرا وباطنا تمام احوال میں مسلمانوں پر واجب ہے اور بے ادبی قولاً یا فعلاً خواہ کسی بھی طور پر ہو کفر و بے دینی ہے جس پر قرآن مقدس کی متعدد آیات، کثیر روایات اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے شمار واقعات اور محبوبان خدا کے بسیار حالات شاہد عدل ہیں۔

اس سلسلہ میں امام اہل سنت کی مسلمانوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض اپنے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

"پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقہ میں اس ناچیز کثیر السیآت کو دین حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں سچی عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین! تمہارا رب عز وجل فرماتا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

ترجمہ: اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ مسلمانو! دیکھو دین اسلام بھیجنے، قرآن اتارنے کا مقصود ہی تمہارے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا تین باتیں بتانا ہے: اول یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہیں۔ مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو اس لئے کہ بغیر تعظیم ایمان بکار آمد نہیں، بہتیرے نصاری ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضاتِ کافران لئیم میں تصنیفیں کر چکے لکچر دے چکے مگر ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بے کار ومردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترک دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر وعبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ لا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کیا فائدہ، اصلا قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں"۔

(تمہید ایمان، ۲۔ فتاوی رضویہ، ج:۳۰، ص:۳۰۸)

امام اہل سنت سے سوال کیا گیا سید المرسلین کے جسم اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ آپ نے اس مختصر سوال کے جواب میں ۵۶ صفحات پر مشتمل دو رسالے "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" اور "ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان" تحریر فرمائیں

جن کو دلائل قاطعہ، براہین واضحہ کے پھولوں سے عظمت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا گل دستہ بنا دیا پڑھتے والے پڑھتے جائیں اور عظمت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے دلوں کو مہکاتے جائیں قارئین کی ضیافت طبع کے لئے دو تین اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں: ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ ہے جس کا کام ہے نام خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام"۔ (فتاوی رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۵۱)

آگے فرماتے ہیں: اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتش جاں سوز جہنم سے نجات ان کی الفت پر منوط (منحصر) ہے جو ان سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بو اس کے مشام (ناک) تک نہ آئی"۔ (فتاوی رضویہ، ج:۳۰، ص:۱۶۷)

پھر صفحہ ۱۸۷ پر لکھتے ہیں۔"اے عزیز! چشم خرد میں انصاف کا سرمہ لگا اور گوش قبول سے پنبہ انکار نکال، پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر کہ عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولی کے ساتھ کیا کرنا چاہئے، آیا نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح اور ان کی خوبی حسن سن کر باغ باغ ہوجانا، جامے میں پھولا نہ سمانہ یا ردّ محاسن، نفی کمالات اور ان کے اوصاف حمیدہ سے بہ انکار وتکذیب پیش آنا اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی"۔ (ایضا)

ایک مقام پر فرمایا: "دین وایمان محمد رسول اللہ کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل وبے کار کیا چاہتا ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج:۱۵ ص:۱۶۷)

آپ کی تو دعا بھی یہی ہوتی تھی: اے اللہ ہم تجھ سے بہترین ادب اور تیرے حبیب مکرم کی سچی محبت کا سوال کرتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج:۲۱، ص:۴۲۶)

آخرت میں بھی اپنے رب سے عشق کی دولت مانگی۔

یا الٰہی! جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفی ﷺ کا ساتھ ہو

بارگاہ رسالت میں بے ادبی کے الفاظ یا جملے اور امام اہل سنت کے اصلاحی اقدام:

اللہ جل مجدہ الکریم نے صاحبان ایمان واسلام کو بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لفظ کے استعمال سے بھی منع فرمایا جس میں ترک ادب کا ادنی شائبہ بھی پایا جائے جیسا کہ آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ راعنا کی جگہ انظرنا بولنے کی تعلیم ارشاد فرمائی گئی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرۃ، ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ہمیشہ مذکورہ آیت کے حکم کے مطابق مسلم امہ کی اصلاح فرمائی اور خود بھی اس حکم کے پابند رہے بارگاہ نبوت میں ایسا لفظ یا جملہ قطعا برداشت نہ فرمایا جو شان رسالت کے خلاف ہو خواہ ایسا لفظ بدنام زمانہ وگستاخ رسول مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، اسماعیل دہلوی، یا ان کے گمراہ ہم نواؤں نے بکا ہو یا کسی نادان سنی مسلمان نے لاعلمی میں بولا ہو بلکہ ہر بے ادب گستاخ ونادان کا سخت ترین تعاقب فرمایا اور اہل سنت کو دربارِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ادب سکھا کر انہیں مودب بنایا۔

جس زمانہ میں انگریزوں نے بھارت میں اپنی حکومت کو

دائمی رکھنے کے لئے یہ تجویز پاس کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نکال دی جائے تاکہ ان کا جذبہ شہادت کمزور ہو جائے تو مذکورہ علمائے سوکو چند سکوں کے عوض خریدا اور عظمت مصطفی پر بھونکنے کے لئے بے لگام چھوڑ دیا جنہوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے شان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دریدہ دہنی کرتے ہوئے مندرذیل نازیبا جملے اور غلیظ عبارات جو شان حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہیں لکھیں، چھپوائیں اور بٹوائیں۔

اشرفعلی تھانوی نے لکھا: ''آپ (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور دیگر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی ذات مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیا کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان، جواب سوال سوم، ص: ۸)

قاسم نانوتوی نے لکھا: ''اگر بالفرض زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔'' (تحذیر الناس، ص: ۳۴)

خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا اور رشید احمد گنگوہی نے تصدیق کی: ''شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے''۔ (براہین قاطعہ، ص: ۵۱)

رشید احمد گنگوہی نے شان الوہیت میں گستاخی کی اور لکھا۔ ''قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے اور صاف صریح کہہ دیا کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے''۔ معاذ اللہ رب العالمین (امطار الحق، رشید احمد گنگوہی بحوالہ فتاوی رضویہ، جلد ۳۰، ص: ۳۲۲)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا: ''اگر حق تعالیٰ کلام کاذب پر قادر نہ ہوگا تو قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو جائے گی''۔ (الجہد المقل، ص: ۴۴)

اسماعیل دہلوی نے لکھا۔ ''حضور کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنا چاہئے سو اس سے بھی کم۔'' [تقویۃ الایمان، ۸۰]

مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور لوگوں کے عقیدے خراب کر کے اسلام سے برگشتہ کرنے کی ناپاک سعیٔ پیہم کی اور کئی تخریب العقائد کتابیں سیاہ کی، لکھتا ہے ''میں اس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہو ں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے'' معاذ اللہ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص: ۶۸)

امام اہل سنت نے ان کے ایمان کا قبلہ درست کرنے کے لئے کئی رجسٹریاں کی برائے افہام مسئلہ کئی رسائل (سبحن السبوح، الدولة المکیه، الکوکبة الشهابیة فی کفریا ت ابی الوهابیة، سبل السیوف الهندیة علی کفریات باب النجدیه، ازلة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار ان کے علاوہ درجنوں رسائل، قادیانی کے رد میں المبین ختم النبیین وغیرہ پانچ رسائل) تحریر فرمائیں الغرض ہر ممکن کوشش فرمائی آگاہ کیا، سمجھایا، بتایا کہ یہ عبارات شان رسالت والوہیت کے لائق نہیں مگر ٹس سے مس نہ ہوئے کیوں کہ یہ سب مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے پلاننگ اور منصوبہ بند طریقہ سے کیا گیا تھا تو امام اہل سنت کی کوششِ اصلاح کیونکر اثر انداز ہوتی سالہا سال بعد علمائے عرب وعجم کی بارگاہ میں استفتا پیش کیا اور تمام علمائے حق نے حکم شرعی بیان فرمایا جس کو آپ نے حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین کے نام سے غیر منقسم ہندوستان میں تقسیم کروایا اور قوم مسلم کو ان کے دجل وفریب سے آگاہ کیا تاکہ سنیوں کے دلوں میں عظمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چراغ روشن ومنور رہیں۔ تمہید ایمان کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا جس میں مسلمانوں کو سینے میں محبت رسول صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم بسانے اور ان گستاخان رسول سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی تفصیل کے لئے تمہید ایمان کا مطالعہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ مشہور شاعر حضرت اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھی اور اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بھیجی جس کا مطلع یہ تھا۔

کب ہیں درخت روضہ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلی کے سامنے

اعلی حضرت قدس سرہ یہ مطلع سن کر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا اس شعر میں حضور کو لیلی اور گنبد خضری کو خیمہ لیلی سے تشبیہ دینا درست نہیں پھر آپ نے اصلاح فرمائی۔

کب ہیں درخت روضہ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلی کے سامنے

(مجموعہ رسائل اعلی حضرت، ۲۵)

علامہ دیدار علی الوری علیہ الرحمہ نے اعلی حضرت کی بارگاہ میں استفتا کیا کہ ایک صاحب نے دوران تقریر حضور علیہ التحیۃ والثنا کی نسبت یتیم، غریب، بے چارے کلمات استعمال کئے کیا یہ درست ہے؟ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے جواب کی ابتدا میں حبیب کبریا کی نسبت القاب کی ایسی جھڑی لگائی کہ تقریبا ۲۵ بلند و بالا القابات لکھ کر اصل جواب شروع کیا اور ۱۰ صفحات پر مشتمل دلائل و براہین سے مزین فتوی تحریر فرما کر بارگاہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ادب و احترام، عظمت و مقام آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عزت و شان ظاہر فرمائی مذکورہ فتوے کا ابتدائیہ ملاحظہ فرمائیں پڑھتے جائیں محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں مچلتے جائیں اور دلوں کو محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روشن و منور کرتے جائیں کہ ہر ہر لفظ سے عظمت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی روشنی پھوٹ رہی ہے۔

حضور اقدس قاسم النعم، مالک الارض ورقاب الامم، معطی، منعم، قثم، قیم، ولی، علی، عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس ودیان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وآلہ وصحبہ واشرف واعظم کے شان ارفع واعلی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے"۔ (فتاوی رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۶۲۴)

سبحان اللہ! عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور بارگاہ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ادب احترام کے حوالہ سے میرے امام کے اصلاحی اقدام یہ ہیں کہ کانذ وروشنائی کی بچت کوئی معنی ندارد۔

حضور اقدس ﷺ سے منسوب اشیا کا ادب اور امام احمد رضا کے اصلاحی اقدام:

اعلی حضرت قدس سرہ کی نظر میں اولاد رسول اور اصحاب رسول ﷺ کا ادب کس قدر تھا یہ آپ کے فتاوی، کتب اور رسائل کے خطبوں سے عیاں ہے کہیں کوئی مقام ایسا نہ ملا کہ جہاں بوقت درود آل واصحاب کو یاد نہ کیا ہو مزید آپ کی شاعری میں سادات کے تذکرے اور ان سے محبت ان کے احترام کے واقعات بین ثبوت ہیں یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں۔

لہذا معلومات میں اضافہ کے لئے سوانح اعلی حضرت اور حیات اعلی حضرت کا مطالعہ فرمائیں۔ شہر رسول مدینہ و مکہ سے محبت اور ان کے ادب واحترام میں امام اہل سنت کا اصلاحی کردار مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۸ پر)

☆ محمد توصیف رضا مصباحی بجنوری
استاذ: مدرسہ فیض الاسلام، کھاٹو شریف، ناگور، راجستھان

فتنہ قادیانیت اور امام احمد رضا کے اصلاحی کارنامے

محمد نفیس القادری امجدی☆

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

عقائد اسلام کی اصل روح عقیدہ ختم نبوت ہے اور اسی اعتقاد ویقین پر پختہ ایمان ہی اسلام کی اصل بنیاد ہے۔ اس عقیدہ میں کسی قسم کا ریب وشک، گویا دین کامل کو منہدم کرنے کے مترادف ہے، لہذا ختم نبوت کا عقیدہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے، اس کے بغیر کسی کا بھی عقیدہ و ایمان دین حق اور مسلمانوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوسکتا۔ عقیدہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت جل جلالہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ اللہ رب العزت نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اس جہاں میں بھیج کر بعثت انبیا کا سلسلہ ختم فرمادیا ہے۔ اب نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر قرآن حکیم کی ۱۰۰ سے زائد آیات کریمہ میں نہایت ہی جامع انداز میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ختم نبوت اور ارشاد باری تعالیٰ:

اللہ رب العزت جل جلالہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (سورۃ الاحزاب، آیت: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی تفسیر:

یعنی آخر الانبیا کہ نبوت نبی کریم ﷺ پر ختم ہوگئی آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ ﷺ پر عامل ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور ﷺ کا آخر الانبیا ہونا قطعی ہے، نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حد تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

ختم نبوت اور ارشاد نبی کریم ﷺ:

نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے اپنی ختم نبوت کا واضح الفاظ میں اعلان فرمایا: حضرت انس بن مالک سے مرفوعا روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اِن الرِسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدِی ولا نبِی" (ترمذی شریف۔ ج: ۱، ص: ۵۱)

ترجمہ: اب نبوت اور رسالت کا انقطاع عمل میں آچکا ہے، لہذا میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔ لہذا اب قیامت تک کسی قوم، کسی ملک یا زمانہ کے لیے نبی کریم

ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اور مشیت الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ قرآن اور احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ملعون اور ابلیس ہوگا۔ اگر کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے "خواہ کسی معنی میں ہو" وہ کافر، کاذب، مرتد اور خارج از اسلام ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے متعدد ارشادات میں اس عقیدہ کی تصریح فرمائی۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ نے دیگر انبیا پر چھ فضیلتیں عطا فرمائیں ہیں:

(۱) مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا (۲) مخالفین کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا (۳) میرے لئے مال غنیمت کو حلال فرما دیا (۴) میری خاطر تمام زمین کو پاک اور جائے سجدہ بنا دیا (۵) مجھے تمام مخلوق کا نبی بنایا گیا (۶) مجھ پر انبیا کا اختتام کر دیا۔

بخاری و مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اور دیگر تمام انبیا کی مثل ایک عمدہ محل کی ہے۔ جسے بنایا گیا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔ اسے ہر کوئی دیکھنے والا یہی کہتا کاش! یہاں اینٹ رکھ کر اسے مکمل کر دیا ہوتا۔ میں نے آکر وہ جگہ پُر کر دی۔ عمارت نبوت میری وجہ سے مکمل ہو گئی اور مجھ پر رسولوں کا اختتام کر دیا گیا۔ میں عمارت نبوت کی پہلی اینٹ ہوں اور میں تمام انبیا کا خاتم ہوں۔

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام اور آخری محمد ﷺ ہیں۔ (نوادر الاصول حکیم ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے، ہر دور کے علما و فقہا، محدثین اور مفسرین نے اس بات کی تصریح کی کہ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ کافر و مرتد اور زندیق ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا وہ کہنے لگا مجھے کچھ مہلت دو تا کہ میں اپنی امت پر دلیل پیش کر سکو تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس سے نشانی مانگے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد قطعی کی مخالفت کر دی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خیرات الحسان فی مناقب الاعظم ابی حنیفہ النعمان)

فتنہ قادیانیت اور امام احمد رضا کے اصلاحی کارنامے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان اور آپ کے خاندان نے بھی بھرپور انداز میں فرقہائے باطلہ اور فتنہ قادیانیت کے قلع قمع کرنے کے لیے جدو جہد کی۔ یاد رہے انہوں نے نہ صرف فتنۂ قادیانیت بلکہ اس کو قوت اور بنیادیں فراہم کرنے والے جتنے گروہ تھے ان سب کی سرکوبی کی۔ کون نہیں جانتا کہ آپ ہی کی وہ واحد شخصیت تھی جس نے ان گستاخانہ عبارات کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ تمام عمران کے رد کے لیے وقف کر دی۔ (مرزا کا انتخاب) امت مسلمہ کو بدعقیدگی سے بچانے کے لیے علمائے حرمین شریفین سے فتاویٰ حاصل کیے۔ صبح و شام ایک کر کے سیکڑوں کتب کا انبار لگا دیا۔ باقی لوگوں کی نظر صرف فتنہ مرزائیت پر تو گئی مگر اس کے ان حواریوں کی طرف نہ گئی جو اس کی تقویت کا سبب بن رہے تھے۔ اللہ رب العزت جل جلالہ نے امام احمد رضا کو وہ نور بصیرت عطا فرمایا کہ آپ کی نگاہ ان تمام فتنوں کی طرف

گئی اور آپ نے ہر ہر فتنہ کے سدباب کے لئے اپنی توانائیاں صرف کیں۔اب ہم صرف سرکار اعلیٰ حضرت کے فتنہ قادیانیت کے خلاف کارناموں کا تعارف اور تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت میں صرف اعلیٰ حضرت نے ہی فرقہائے باطلہ کا رد بلیغ نہیں فرمایا بلکہ آپ کا خاندان بھی اس کے لئے وقف تھا۔ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی اور آپ کی اولاد کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ کہ جب کچھ لوگوں کی طرف سے اثر ابن عباس (جو فتنہ قادیانیت کی ایک بنیاد ہے) کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو سب سے پہلے جس شخصیت نے اس کے خلاف کمر بستہ ہو کر جہاد کیا وہ اعلیٰ حضرت کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ ہی تھے۔ (سالنامہ تجلیات رضا بریلی شریف،ص:۵۸/۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء)

اعلیٰ حضرت نے فتنہ قادیانیت پر مختلف فتاوی جات کے علاوہ پانچ مستقل درج ذیل رسائل تحریر فرما کر اصلاحی کارنامے انجام دیے۔

(۱) المبین ختم النبیین (ختم نبوت کا واضح بیان)

(۲) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ۔ (دشمن خدا کے ختم نبوت کے انکار پر خدائی سزا)

(۳) السوء و العقاب علی المسیح الکذاب۔ (جھوٹے مسیح پر اللہ کا عذاب وعقاب)

(۴) قہر الدّیّان علیٰ مرتدٍّ بقادیان۔ (قادیانی مرتد پر اللہ کا قہر)

(۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔ (قادیانی مرتد پر اللہ کی تلوار)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت سے مولانا ابوطاہر نبی بخش نے ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو ایک استفتا کیا۔اس کے جواب میں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے (۱) "المبین ختم النبیین" سوال کیا گیا"وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کہ بعض لوگ"خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" میں الف لام عہد خارجی قرار دیتے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیا کے خاتم ہیں) کہ مولوی ابرہیم صاحب نے اثنائے وعظ میں آیہ کریمہ"وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" تلاوت کر کے بیان کیا کہ النَّبِیّٖنَ مضاف الیہ واقع ہوا ہے، اس لفظ پر الف لام استغراق کا ہے، بایں معنی کہ سوائے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ بعد آپ کے قیامت تک کوئی نبی ہو۔نبوت آپ پر ختم ہو گئی آپ کل نبیوں کے خاتم ہیں۔اس پر راحت حسین صاحب نے بڑے دعوے کے ساتھ مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر مذکور کی تردید کی اور صاف لفظ میں کہا کہ لفظ "النبیین" پر الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد خارجی کا ہے، چونکہ یہ مسئلہ عقائد ہے۔اس کے جواب میں حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا، ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے، کافر مرتد ملعون ہے۔آیت کریمہ "وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" **ترجمہ:** لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ اور حدیث متواتر "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میرے بعد کوئی نبی نہیں (صحیح البخاری، ج:۱۔ص:۴۹۱)۔"لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" سے تمام امت مرحومہ نے سلفا و خلفا یہی سمجھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیا میں آخری نبی، حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاویٰ یتیمۃ الدہر و اشباہ والنظائر و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "اِذَا لَمْ یَعْرِفِ الرَّجل ان محمدا ﷺ آخر الانبیاء فَلَیْسَ بمسلم لانہ من الضروریات" (اشباہ والنظائر، ج:۱،ص: ۲۹۶۔ و فتاویٰ عالمگیریہ، ج:۲،ص: ۲۶۳) جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا میں

سب سے پچھلے نبی ہیں، وہ مسلمان نہیں کہ حضور ﷺ کا آخر الانبیا ہونا ضروریات دین سے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد: ۱۴، ص: ۳۳۳-۳۳۴، رضا اکیڈمی ممبئی)

بعدہ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفاء شریف، امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کی کتاب الاقتصاد، عارف باللہ سیدی عبد الغنی علیہ الرحمہ کی شرح الفرائد، امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین علیہ الرحمہ کی کتاب المعتمد فی المعتقد وغیرہا کتب کی عبارت نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: بالجملہ آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" مثل حدیث متواتر "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" قطعاً عام اور اس میں مراد استغراقِ تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ و السلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلاً مسموع نہیں۔ جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں"، اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا۔ یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ "تقدم تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ (تحذیر الناس نانوتوی)

اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے" (موہب الرحمن قادیانی) ایک اور مرتد نے لکھا "خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت ﷺ کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوام کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلی باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہے"۔ (مناظرہ احمدیہ) چند اور خبیثوں نے لکھا "الف لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لیے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لیے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور بھی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علما ظنی ہونے کے قائل ہیں" (ناصر المومنین سہسوانی) ان شیاطین سے بڑھ کر، اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہل اسلام کے بعض فرقے ختم نبوت کے ہی قائل نہیں، اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے"۔ (تحریر اسمی زندیق پشاوری) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: الی غیر ذلك من الكفريات الملعونة و الارتدادات المشحونة بنجاسات ابليس وقاذورات التدليس لعن الله قائلها وقاتل الله قابلها۔ دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدیوں کو متضمن ہیں اللہ تعالیٰ کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالیٰ برباد فرمائے۔ یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم و استغراق "النبیین" میں تشویش وتشکیک، سب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی، اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا، اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمہ مذاہب نے نبی کریم ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث وتفسیر و عقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۴، ص: ۳۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷، رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲) جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے ۱۳۱۷ھ میں یہ رسالہ تحریر فرمایا "جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة"۔ اس تصنیف

لطیف کا تعارف خود امام احمد رضا قدس سرہ کی زبانی سنیں۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب "جزاء الله عدوه باباثه ختم النبوة" میں اس نے مطلب ایمانی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس (۱۲۰) حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ و حدیث سے تیس (۳۰) نصوص ذکر کئے ہیں ولله الحمد۔ تو یہاں عموم واستغراق کا انکار خواہ کسی تاویل وتبدیل کا اظہار نہیں کرسکتا مگر کھلا کافر، خدا کا دشمن، قرآن کا منکر، مردود وملعون، خائب وخاسر، والعیاذ بالله العزیز القادر۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۳۳۷، رضا اکیڈمی ممبئی)

(۳) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب:

اور ۱۳۲۰ھ کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' تحریر فرمایا اور یہ مولانا محمد عبد النبی امرتسری کے استفتا کا جواب ہے۔ سوال یہ کیا گیا تھا کہ ایک مسلمان نے ایک مسلمہ سے نکاح کیا ایک عرصہ تک باہم معاشرت رہے، اولاد بھی ہوئی، اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہو کر صبغ عقائد کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہو کر علی رؤس الاشہاد ضروریات دین کا انکار کرتا رہتا ہے، تو کیا اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے نکل گئی ہے؟ منکوحۂ مذکورہ کا مہر معجّل، موٴجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے؟ اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی؟ اور سوال کے ساتھ امرتسر کے متعدد علمائے کرام کے جوابات منسلک تھے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' تصنیف فرمایا جس میں دس وجہ سے مرزائی قادیانی کا کفر بیان کر کے فتاوی ظہیریہ، طریقہ محمدیہ، حدیقہ ندیقہ، برجندی شرح نقایہ اور فتاوی عالمگیریہ وغیرہا حوالے سے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: "هٰؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين" (فتاویٰ عالمگیریہ، ج:۲، ص:۲۶۴) یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔ بعدہٗ تحریر فرماتے ہیں: شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے، اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول ومذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو، یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں عورت کا کل مہر اس کے ذمہ عائد ہونے میں بھی شک نہیں، جب خلوت صحیحہ ہو چکی ہو، کہ ارتداد کسی دین کو ساقط نہیں کرتا۔ اور صغار اولاد کے تصرفات کے بارے میں اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: مگر ان کے نفس یا مال میں بدعوی ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا یا دار الحرب کو چلا گیا تو باطل ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۱۵: ص:۵۹۰-۹۱-۹۲-۹۳- رضا اکیڈمی ممبئی)

(۴) قہر الدّیان علیٰ مرتدٍّ بقادیان:

حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ کو تحریر فرمایا: یہ رسالہ بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے رشحات قلم سے ہے۔ اس میں ختم نبوت کے منکر کلمۃ الله حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے دشمن جھوٹے مسیح مرزائی قادیانی کے شیطانی قول کا رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

(۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی:

حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ ۱۳۴۰ھ کو تحریر فرمایا اور اسی سال آپ کا وصال مبارک ہوا۔ شاہ میر خاں قادری مرحوم نے پیلی بھیت شریف سے ۱۳۴۰ھ کو ایک استفتا بھیجا۔ سائل نے ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث پیش کی تھی جس

سے قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں اور پوچھا تھا کہ اس استدلال کا جواب کیا ہے؟ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے اعتراض کا جواب دینے سے قبل سات فائدے بیان کئے جن میں واضح کیا کہ مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ کیوں اٹھاتے ہیں۔ دراصل مرزا کے ظاہر و باہر کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک مسئلے میں الجھتے ہیں جس میں اختلاف آسان ہے پھر بھی یہ مسئلہ ان کے لیے مفید نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے سات وجہ سے بتایا کہ یہ آیت قادیانیوں کی دلیل نہیں بن سکتی؟ اور حدیث کو دلیل بنانے کے جواب دیئے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے شبہات کا ازالہ فرمایا۔ کہ منکرین دیکھیں کہ ان کا شبہ ہر پہلو پر مردود، وللہ الحمد۔

پہلا شبہ: والذین یدعون من دون اللہ، الآیۃ۔

أقول: **اولاً** یہ شبہ مرتدان حال نے کافران ماضی سے ترکہ میں پایا ہے، جب کہ آیۂ کریمہ: إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ (سورۃ الانبیاء، آیت:۹۸) نازل ہوئی کہ بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ملائکہ اور عیسیٰ اور عزیر بھی تو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں، اس پر رب عز وجل نے ان جھگڑالو کافروں کو قرآن کریم کی مراد بتائی کہ آیت بتوں کے حق میں ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا (سورۃ الانبیاء، آیت:۱۰۱۔۱۰۲) بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ثانیاً "يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ" یقیناً مشرکین ہیں اور قرآن عظیم نے اہلِ کتاب کو مشرکین سے جدا کیا، ان کے احکام ان سے جدا رکھے، ان کی عورتوں سے نکاح صحیح ہے مشرکہ سے باطل، ان کا ذبیحہ حلال ہو جائے گا، اُن کا مردار۔ سات وجوہات مع دلائل بیان کئے ہیں، مزید تفصیل سے پڑھنے کے لیے مطالعہ کریں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد:۱۵، ص: از ۶۱۱ تا ۶۲۴، رضا اکیڈمی ممبئی)

شبہ دوم: لعن اللہ الیہود والنصاریٰ (اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے) أقول: والمرزائیۃ لعنھم لعناً کبیراً (میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بڑی لعنت ہو) اولاً انبیاءھم میں اضافت استغراق کے لیے نہیں کہ موسیٰ سے یحییٰ علیہما الصلوۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو یہود و نصاریٰ نے مسجد کر لیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے جس طرح "وقتلھم الانبیاء بغیر حق" (انہوں نے انبیا کو ناحق شہید کیا) میں اضافت ولام کوئی استغراق کا نہیں کہ نہ سب قاتل اور نہ سب انبیا شہید کئے۔ قال اللہ تعالیٰ: "فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ" انبیا کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو۔ اور جب استغراق نہیں تو بعض میں مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا داخل کر لینا ادّعائے باطل و مردود ہے۔ یہود کے سب انبیا نصاریٰ کے بھی انبیا تھے، یہود و نصاریٰ کا ان میں بعض قبور کریمہ کو (مسجد بنا لینا) صدق حدیث کے لیے بس اور اس سے زیادہ مرتدین کی ہوس۔ مزید پڑھنے کے لیے مطالعہ کریں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۶۲۵ تا ۶۲۸، رضا اکیڈمی ممبئی)

(۶) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی:

حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد خاں علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۵ھ میں ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کو تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کے مثیل ہونے کا زبردست رد فرمایا۔ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: پہلے

اس ادعائے کاذب (مرزا قادیانی کے مثل مسیح ہونے) کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس میں ایک مبسوط جواب ولد اعز، فاضل نوجوان، مولانا محمد حامد رضا خاں حفظہ اللہ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی"، مسمّٰی کیا۔ یہ رسالہ حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد (پٹنہ) سے ماہ وار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، ص: ۵۷۵۔ رضا اکیڈمی ممبئی)

میرے عزیز قارئین! یہ بات حقیقت ہے کہ تاریخ اسلام میں چودہ سو تینتالیس سال کے اندر جس قدر باطل فتنوں کا ظہور ہوا ان باطل فتنوں میں قادیانی فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا کہ حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی کئی پشتوں نے فتنہ قادیانیت اور ان کے ہم نوا لوگوں کے خلاف بلا خوف لومتِ لائم کام کیا۔ تحریک چلائی۔ علمائے حرمین سے فتاوی حاصل کئے، کتب تحریر کیں تا کہ فتنہ دب جائے۔ اب ان لوگوں کے انجام کے بارے میں بھی سوچئے جنہوں نے علمائے عرب کو اعلیٰ حضرت کے خلاف بھڑکانے کے لئے انہیں نعوذ باللہ مرزائی قرار دیا۔ اس کے رد میں البریلویہ کا تنقیدی جائزہ (از علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری) کا مطالعہ ضروری ہے۔ (سالنامہ تجلیات رضا بریلی شریف، ص ۶۰ / ۲۰۱۰ء/۱۴۳۱ھ) اور اس فتنہ قادیانیت کے خلاف آپ کے تلامذہ، خلفا اور آپ کے ہم مسلک وہم مشن لوگوں کی خدمات تاریخ کا ایک سنہرا باب اور اصلاحی کارنامے ہیں۔

اور آج بھی یہ فتنہ قادیانیت، دنیا کے اکثر ممالک میں سرگرم عمل ہے اور اسلام دشمن عناصر بالخصوص یہودی اسے ہر طرح کا تعاون پیش کر رہے ہیں، اور کچھ ممالک میں اس کی سرگرمیاں، بہت تیزی سے بڑھی ہوئی ہیں۔

خاص کر ہندوستان کے مختلف حصوں میں متفرق طریقوں سے مسلم معاشرے میں گھسنے کی وہ مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔

لہٰذا جہاں ہمارے اکابر علمائے اہل سنت و مشائخ عظام کی ذمہ داری ہے وہیں ہم نوجوانان علماء اہل سنت کو خاص طور سے چاہیے کہ: اپنے قرب وجوار کا جائزہ لیتے رہیں اور کہیں کسی طرح بھی کسی کے مشکوک نظریات وخیالات سمجھ میں آئیں، جن پر قادیانیت، یا کسی دیگر باطل مذہب کی گمراہی کے آثار ہوں، تو فوراً توجہ دے کر اصلاح اور مؤثر کوشش کریں اور علم وحکمت سے ان ابھرتے ہوئے فتنوں کا قلع قمع کریں۔ اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے مشن پر عمل کرتے ہوئے کتب اعلیٰ حضرت کی روشنی میں قوم مسلم کے ایمان وعقائد کی حفاظت واصلاح کریں۔

اللہ رب العزت جل جلالہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدقے میں ہمیں فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فرقوں، فتنوں سے محفوظ فرما کر دین حق پر مضبوطی سے عمل پیرا فرمائے اور سہ ماہی عرفان رضا کو عام مقبولیت بخشے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

☆ محمد نفیس القادری امجدی صدر المدرسین جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم گلڑیا معافی، مراد آباد، یوپی

رد رافضیت وخارجیت میں اعلی حضرت کا کردار

مفتی مشتاق احمد امجدی☆

امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۸ء متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنے وقت کے نابغۂ روزگار محقق ومفکر، بے نظیر فقیہ ومجتہد، فقید المثال محدث ومفسر اور عظیم روحانی مقتدیٰ وپیشوا تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود مسعود کو حیرت انگیز خوبیوں سے مزین ومرصع فرمایا تھا، آپ غیر معمولی ذہانت وفطانت کے مالک اور بے شمار کمالات کے جامع تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے عبارت تھی، آپ نے پوری زندگی قرآن وسنت کی تعلیمات عام کرنے اور بندگانِ خدا کے ایمان و عقیدے کے تحفظ وبقا کے لیے وقف کردی تھی، آپ نے وہبی کمالات اور خداداد صلاحیت ولیاقت سے دینی ومذہبی، ملی وقومی ہر محاذ پر گراں قدر خدمات انجام دی، آپ نے جس زمانے میں آنکھ کھولی وہ وقت نہایت پرفتن اور پر آشوب تھا، ہر طرف ایمان کے لٹیروں کا ایک سیلاب اُمڈ پڑا تھا جو سچے عاشقانِ رسول کی دولتِ ایمان لوٹنے کے لیے بے تاب تھے، کہیں دیوبندیت پنپ رہی تھی تو کہیں وہابیت وغیر مقلدیت پنجے گاڑ رہی تھی، کہیں قادیانیت ومرزائیت اپنی جڑیں مضبوط کررہی تھی تو کہیں نیچریت اپنا رنگ دکھا رہی تھی، کہیں محبت صحابہ کے نام پر خارجی وناصبی اپنا وجود مستحکم کرنے میں سرگرداں تھے تو کہیں محبت اہل بیت کا خوبصورت لیبل لگا کر شیعہ اور رافضی لوگوں کو شیعیت اور رافضیت کی دعوت دے رہے تھے، غرض کہ ہر سو ایمان کی سوداگری کا زور وشور تھا، ایسے کفر وارتداد کے سنگین ماحول میں امام اہل سنت گستاخانِ خدا ورسول اور شاتمانِ صحابہ واہل بیت کو کیفرِ کردار تک پہنچانے اور ان کے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کے لیے مجددانہ شان وشوکت کے ساتھ میدان میں نکل پڑے، آپ نے کتابیں لکھیں، مناظرے کیے، تقریریں کیں، اپنے تلامذہ وخلفا کی ایک ٹیم تیار کیں اور قلمی ولسانی، تحریری وتصنیفی ہر طرح انہیں مات دینے کی مسلسل کوششیں کیں اور تمام عقائدِ باطلہ اور گمراہ کن نظریات کے علم برداروں کو بے نقاب کیا، امت مسلمہ کو ان کے فتنوں سے آگاہ کرکے ان کے مذہب ومسلک اور ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے زمانے کے تمام گمراہ فرقوں کے خلاف جو مجددانہ اقدام اور قلمی جہاد فرمایا ہے اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک ایک فتنہ کی سرکوبی کے لیے کئی کئی رسالے لکھے اور اپنے فتاویٰ میں پورے شد ومد کے ساتھ ان کا ردبلیغ فرمایا، ذیل میں چند گمراہ فرقوں کے رد وطرد میں آپ کے قلمی جہاد کا ایک مختصر جائزہ ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے وہابیہ اسماعیلیہ کے رد پر ۵۰ر رسالے، فتنۂ غیر مقلدیت کے رد پر ۲۶ر رسالے، قادیانیت اور مرزائیت کے رد میں ۵ر رسالے، دیوبندیت اور نیچریت کے رد میں ۸ر رسالے اور رافضیت وخارجیت کے رد وابطال میں مندرجہ ذیل رسالے تحریر فرمائے۔

[۱] رد الرفضہ

[۲] الادلۃ الطاعنۃ فی اذان الملاعنۃ

[۳] غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق

[۴] مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین

[۵]الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی
[۶] منتھی التفصیل لمبحث التفضیل
[۷]شرح المطالب فی مبحث ابی طالب
[۸]الکلام البھی فی تشبہ الصدیق بالنبی
[۹]اعتقادالاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب

آپ کے تجدیدی کارناموں کی یہ ایک اجمالی فہرست ہے ورنہ قدیم وجدید ۵۵ر سے زائد اور حالیہ تحقیق کے مطابق ۵۵۰ر سے زائد علوم وفنون پر آپ کی مہارت وحذاقت اور ہر فن میں آپ کی نادر ونایاب تحقیقات اور بے مثال دینی وتبلیغی اور تصنیفی وتحقیقی خدمات حد جہاں وسیع اور ایک عالم پر محیط ہیں، امام احمد رضا قدس سرہ کی انہیں خدمات جلیلہ کو دیکھتے ہوئے علمائے عرب و عجم اور مشائخ حل وحرم آپ کو نہ صرف مجدد بلکہ مجدد اعظم کے عظیم لقب سے یاد کرتے ہیں، آپ کے تجدیدی کارناموں پر تفصیلی کلام کے لیے ایک دفتر درکار ہے، یہاں جس کی نہ گنجائش اور نہ ازبس ممکن، سر دست ہمیں صرف رد رافضیت وخارجیت میں آپ کے مساعی جمیلہ قارئین کی نذر کرنی ہے۔

روافض کا ظہور:

اہل اسلام کے مابین افتراق وانتشار کی تخم ریزی کرنے والا بنام مسلمان سب سے پہلا گروہ روافض کا ہے جس نے سب سے پہلے اپنا یہ نظریہ ظاہر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے ثلاثہ سے افضل ہیں، پھر رفتہ رفتہ خلافت بلافصل کے قائل ہوئے اور پھر حدود اسلام کو پار کرتے ہوئے ان کے بعضوں نے مولائے کائنات کے لیے درجہ الوہیت کا اظہار واعلان کیا۔

ان تمام فریب کاریوں اور فتنہ انگیزیوں کا سرغنہ عبداللہ بن سبانامی یہودی تھا جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے در پردہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا اور افتراق بین المسلمین کا خواہاں رہا، اس نے اہل بیت کی محبت کا کچھ اس طرح اظہار کیا کہ بہت سے لوگ اس کے مکروفریب کا شکار ہوگیے۔اس نے محبت اہل بیت کے پاکیزہ نام سے اس قدر خطرنات اور مہلک وائرس چھوڑے کہ جس نے اہل ایمان کے دل ودماغ پر غیر معمولی اثر دکھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے سبھی اس کے پکے مرید اور سچے گرویدہ بن گیے پھر کیا تھا اس نے دھیرے دھیرے اپنی فکری توانیاں ان پر صرف کرنی شروع کی اور اپنی خصوصی مجلسوں میں لوگوں کو یہ ذہن دیا کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو قربِ خاص حاصل تھا وہ کسی اور کو نہیں تھا، آپ بھائی بھی ہیں اور دامادِ رسول بھی بلکہ آپ تو حضور اقدس ﷺ کے وصی بھی ہیں لہذا خلافت آپ ہی کا حق تھا مگر جو بااثر لوگ تھے انہوں نے اپنے اثر ورسوخ کا فائدہ اٹھا کر ابو بکر پھر عمر اور پھر عثمان کو خلیفہ بنادیا اور اس طرح اہل بیت کا یہ حق چھین لیا۔

جب یہ باتیں لوگوں میں پھیلیں تو اختلاف وانتشار کا بازار گرم ہوا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ تمام خبریں پہنچیں تو آپ نے برسر منبر ان تمام باتوں سے اپنی بے زاری کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کی کہ آئندہ جس کسی کو ایسا کہتے سنوں گا اس پر مفتری کی حد (۸۰ کوڑے) جاری کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اس وعید شدید کے سبب یہ فتنہ تو دبا رہا مگر جڑ سے ختم نہ ہوا حتی کہ اندورن خانہ یہ خیالات پروان چڑھتے رہے اور ان فتنہ پردازوں میں مختلف ٹولیاں بنتی گئیں اور بڑھتے بڑھتے یہ لوگ خود ہی درجنوں خانوں میں بٹ گیے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے ستر سے زائد فرقوں کا تذکرہ فرمایا ہے، مگر بنیادی فرقے تین ہیں (۱) غلاۃ (۲) زیدیہ (۳) امامیہ، مزے کی بات یہ ہے کہ ان میں کا ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا ہے اور ایک دوسرے

کی تردید کرتا ہے۔

شیعوں کے بنیادی عقائد:

رافضیوں کے مختلف گروہ کے مختلف باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات ہیں تاہم ان کے وہ بنیادی عقائد جن میں ان کا ہر عام وخاص ملوث ہے، وہ یہ ہیں۔

☆ حضرت سیدنا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلا خلیفہ ماننا۔

☆ حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کو انبیا سے افضل جاننا۔

☆ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرنا۔

☆ قرآن حکیم کو ناقص اور بیاض عثمانی بتانا۔

☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن طعن کرنا۔

☆ ام المومنین سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بیہودہ گوئی کرنا۔

☆ صحابہ کرام کو گالی دینا اور ان کی شان رفیع میں گستاخی کرنا۔

خوارج کا ظہور:

خارجیوں اور ناصبیوں کی تاریخ بھی بہت پرانی اور قدیم ہے، ان کے ظہور وخروج کا قصہ کتابوں میں کچھ یوں مرقوم ومذکور ہے کہ مقام صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے درمیان جنگ ہوئی اس موقع پر حضرت علی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جانب سے حَکَم (فیصل) مقرر کیے جانے کی اجازت دی تھی اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص حکم (فیصل) مقرر کیے گیے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی عمل کے خلاف ایک جماعت یہ کہہ کر الگ ہوگئی کہ معاذ اللہ حکم مقرر کر کے حضرت علی کافر ہوگیے، امام احمد رضا قدس سرہ اس جماعت کے ظہور پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ وجہہ کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی وباغی تھے اور ایک نیے فرقہ کے سائی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نیے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں“۔

[اعتقاد الاحباب، فتاویٰ رضویہ جدید، ج:۱۸، ص:۲۴۲]

ترتیب خلافت:

اہل سنت وجماعت کے نزدیک خلافت کی ترتیب قرناً بعد قرن نسلاً بعد نسل یوں منقول رہی ہے: نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے بعد خلیفۂ برحق اور امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق پھر عمرِ فاروق اعظم پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خلیفہ ہوئے، ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔

ترتیب فضیلت:

دربارۂ فضیلت اہل سنت وجماعت کا عقیدہ جو کتب عقائد وکلام میں تفصیلی دلائل وبراہین کے ساتھ مذکور ہے یہ ہے: انبیا ومرسلین کے بعد تمام مخلوقات الٰہی انسان وجنات اور فرشتوں سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: اہل سنت وجماعت نصرہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ ورسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام امم عالم اولین وآخرین کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کو نہیں پہنچتا۔ ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم، پھر ان

میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم ومولاہم وعلیہم وبارک وسلم، اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور نبی کریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم وارشادات جلیہ واضحہ امیر المؤمنین مولیٰ علی مرتضی ودیگر ائمۂ اہل بیت طہارت وارتضا واجماع صحابہ کرام وتابعین عظام وتصریحات اولیائے امت وعلمائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ وحجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط وضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ۱۲۹۷ھ سے متسم تصنیف کی اور خاص تفسیر آیہ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اثبات واحقاق اور اوہام خلاف کے ابطال وازہاق میں ایک جلیل رسالہ مسمی بنام تاریخی الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی ۱۳۰۱ھ تالیف کیا۔ [غایۃ التحقیق فی امامۃ علی والصدیق، مشمولہ فتاوی رضویہ قدیم، ج:۱۱، ص:۱۴۱]

خلیفۂ بلا فصل کارد بلیغ:

شیعوں کا سب سے بنیادی عقیدہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا فصل خلیفہ ماننا ہے یعنی ان بد باطنوں کا زعم باطل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا حق صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا تھا جو ابو بکر وعمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مولیٰ علی کا حق چھین لیا اور حضرت علی اپنا حق حاصل کرنے میں نامراد ہوئے، بہت سے مقامات پر شیعہ حضرات اپنی اس فکری واعتقادی ترجمانی کرتے ہوئے اپنی اذانوں میں ''علی خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل'' بھی پکارتے ہیں، جب مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ سے ایسی اذان سننے کے متعلق حکم شرع پوچھا گیا تو آپ نے دلائل واضحہ وبراہین قاطعہ سے ان کارد بلیغ فرمایا، آپ آغاز جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''الحق یہ کلمہ مغضوبہ مبغوضہ مذکورۂ سوال خالص تبرا ہے اور اس کا سننا سنی کے لیے بمنزلہ تبرا سننے کے نہیں بلکہ حقیقۃ تبرا سننا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ رب العالمین، تبرا کے معنی اظہار براءت وبے زاری جس پر یہ کلمہ خبیثہ نہ کنایۃ بلکہ صراحۃ دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافت راشدہ حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نفی ہے، اور اس نفی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ ان کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تخت خلافت پر جلوس فرمانا، فرمان واحکام جاری کرنا، نظم ونسق ممالک اسلامیہ وتمام امور ملک ومال ورزم وبزم کی باگیں اپنے دست حق پرست میں لینا، وہ تاریخی واقعہ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں موافق مخالف یہاں تک کہ نصاریٰ ویہود ومجوس وہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ ان محبان خدا ونوابان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے، ان کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی میں منحصر تھا، جب بحکم الٰہی خلافت راشدہ اول ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ شقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب کو عیاذاً باللہ سخت نامرد وبزدل وتارک حق ومطیع باطل بتایا''۔ [الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج۲۱، ص۳۹-۴۰]

اس عبارت کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۂ بلا فصل اعتقاد رکھنا باقی تین خلفائے راشدین کی خلافت کا انکار کرنا ہے اور حضرات شیخین ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کفر ہے، چناں چہ آپ دوسرے مقام پر واضح اور صاف الفاظ میں قلم بند فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو

حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرتے اگر چہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام وخلیفۂ برحق نہ مانے، کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح وفتویٰ کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے"۔

[رسالہ رد الرفضہ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۱، ص ۲۲]

یہ امام احمد رضا قدس سرہ کی تحقیقِ انیق کا خلاصہ اور لب لباب ہے، آپ نے اپنی شرعی رائے بیان کرنے کے بعد اپنی تائید وحمایت میں کثیر فقہی جزئیات رقم فرمائے ہیں، ذیل میں چند فقہی شواہد بطور نمونہ ملاحظہ کریں۔

[۱] فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے: في الروافض من فضل عليا على الثلاثة فمبتدع وان انكر خلافة الصديق او عمر رضى الله تعالىٰ عنهما فهو كافر يعنی رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔ [ایضا]

[۲] وجیز امام کردری میں ہے: من أنكر خلافة ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنه فهو كافر فى الصحيح ومن انكر خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنه فهو كافر فى الاصح. یعنی خلافت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح ہے اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر کافر ہے، یہی صحیح تر ہے۔ [مصدر سابق، ص ۲۳]

[۳] بحر الرائق میں ہے: يكفر بانكاره امامة ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنه على الاصح كانكاره خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنه على الاصح. یعنی اصح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔

[حوالہ سابق، ص: ۲۴]

افضلیت شیخین پر اجماع کی دلالت:

اوپر کی ذکر کردہ تفصیلات سے واضح وعیاں ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک جملہ انبیا ومرسلین کے بعد مخلوق میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، یہ ترتیب فضیلت سلفا و خلفا چلی آرہی ہے، کتب عقائد وکلام اس کے تفصیلی دلائل سے مملو اور پر ہیں، کسی کتاب میں اس کا خلاف کہیں مرقوم ومسطور نہیں جب کہ شیعہ حضرات بڑے شدومد کے ساتھ اس ترتیب فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور حضرت مولائے کائنات مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات شیخین پر فضیلت دے کر گمراہی اور بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے مسئلہ کی حساسیت کے پیش نظر خاص مسئلہ تفضیل پر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" جیسا تحقیقی اور تفصیلی رسالہ تحریر فرمایا جو در حقیقت شیخین کی فضیلت مطلقہ پر اپنی تحریر کردہ ضخیم ترین کتاب "منتھی التفصیل المبحث التفضیل" کا خلاصہ ہے، آپ کی یہ کتاب نوے (۹۰) اجزا پر مشتمل تھی، اگر ایک جز فقط ۱۶ صفحات کا مانا جائے تو پوری کتاب کے ۱۴۴۰ صفحات ہوتے ہیں، شاید کسی موضوع پر اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں اتنی ضخیم کوئی دوسری کتاب نہ ہوتی، اس کی ضخامت کے پیش نظر آپ نے "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" کے نام سے اس کی تلخیص فرمائی، اس رسالہ مبارکہ میں آپ نے جو اسلوب نگارش اور سلسلہ کلام کی ترتیب وضع فرمائی وہ امام اہل سنت ہی کا حصہ ہے، اس رسالے میں افضلیت شیخین پر کئی دلیلیں قائم فرمائی ہیں پہلی دلیل اجماع ہے، آپ فرماتے ہیں:

"جانا جس نے جانا، اور فلاح پائی اگر مانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ حضرت سید المومنین امام المتقین عبد اللہ بن عثمان ابوبکر صدیق وجناب امیر المومنین امام العادلین ابوحفص

عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاھما کا جناب موئی المومنین امام الواصلین ابوالحسن علی بن ابی طالب مرتضیٰ اسد اللہ کرم اللہ وجہہ بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل وبہترین امت ہونا مسئلہ اجماعیہ ہے، اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ سادات امت و مقتدایان ملت وحاملان شریعت وناصران بزم رسالت ہیں، قرآن مجید خود صاحب قرآن کی زبان سے سنا اور اسباب فضل و کرامت کو بچشم خود مشاہدہ کیا دربار در بار نبوت میں لوگوں کے قرب ووجاہت اور اس میں باہمی امتیاز وتفاوت سے جو آگاہی انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں بالاتفاق انہیں افضل امت جانتے، اور ان کے برابر کسی کو نہ مانتے یہاں تک کہ جب زمانۂ فتن آیا اور بدعات وہوانے شیوع پایا، شیعہ شنیعہ وبعض دیگر اہل بدعت نے خرق اجماع کیا، شق عصائے مسلمین کا ذمہ لیا مگر یہ فرقہ حقہ وطائفہ ناجیہ کہ اہل سنت وجماعت جن سے عبارت قرناً فقرناً وطبقۃً وفطبقۃً اس مسئلہ پر متفق اللفظ رہا۔" [رسالہ مطلع القمرین، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جدید، ج ۲۱، ص ۱۳۳]۔

نقل اجماع کے بعد آپ نے اپنی تائید وتوثیق میں متعدد کتب حدیث وکلام سے کئی واضح اور روشن نصوص پیش فرمائے، جو کم وبیش ۲۰ رصفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، یہاں ان میں سے چند شواہد بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

[۱] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ہم گروہ صحابہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے برابر کسی کو نہ گنتے [ایضا]

[۲] حضرت میمون بن مہران سے سوال ہوا: شیخین افضل یا علی؟ اس کلمہ کے سنتے ہی ان کے بدن پر لرزہ پڑا یہاں تک کہ عصا دست مبارک سے گر گیا اور فرمایا: مجھے گمان نہ تھا کہ اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ ابوبکر وعمر کے برابر کسی کو بتائیں گے۔

یہاں سے ظاہر کہ زمانۂ صحابہ وتابعین میں تفضیل شیخین پر اجماع تھا اور اس کے خلاف سے ان کے کان محض ناآشنا اور اسے ایسا جلی وصریح اور خلاف وناگوار وقبیح سمجھتے کہ بہ مجرد سوال صدمہ عظیم گذرا، دفعۃً بدن کانپ اٹھا۔ [ایضا، ص ۱۳۴]

[۳] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاسی فرماتے ہیں: الاجماع علی افضلیۃ سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی سائر الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ یعنی ہمارے آقا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام صحابہ سے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ [ایضا، ص ۱۳۵]۔

تفضیل شیخین پر قرآنی شہادت:

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے افضلیت شیخین پر نقل اجماع کے بعد آیات قرآنیہ کی طرف رخ موڑا تو آپ کے وفور علم نے وہ کمال دکھایا کہ آپ نے افضلیت شیخین پر دس آیات قرآنیہ نقل فرمادیں اور اخیر میں "تنبیہ الختام" کے تحت سب کا ماحصل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو متوجہ کرنے اور انہیں بیدار کرنے کی سعی بلیغ فرمائی، آپ رقم طراز ہیں:

"اے عزیز! دیکھا تو نے کہ آیات قرآنیہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زور وشور سے ثابت فرمارہی ہیں اور ان کی افضلیت مطلقہ کا منشور کس شد ومد سے سنا رہی ہیں، اگر دعویٰ اسلام میں سچا ہے تو سوا تسلیم کے کیا چارا ہے، قرآن کے حضور اپنی عقل کو دخل دینا یا نفسانی خواہشوں اور طبعی رغبتوں پر کاربند ہونا کیسی ناسزا بات ہے، قرآن کے آگے کوئی منتہیٰ نہ اس سے بڑھ کر کوئی مقتدیٰ، ہر ہر حرف اس کا مسلمانوں کا ایمان ہے۔ "لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" اس کی شان ہے، وہ خود فرماتا ہے "وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ" جس چیز میں تم مختلف ہو اس کا فیصلہ خدا کی طرف ہے۔

واعجباہ! جب خدا ہی کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا تو کیا کوئی اور حکم وحاکم تلاش کررکھا ہے، وله الحكم واليه ترجعو ن. اليس الله باحكم الحكمين. [ایضا،ص ۱۷۳]۔

تفضیلِ شیخین پر احادیثِ نبویہ کی جلوہ سامانیاں:

امام احمد رضا قدس سرہ کی حدیث دانی بے نظیر اور فقید المثال تھی، جب افضلیتِ شیخین پر حدیث نقل کرنے کا قصد و ارادہ کیا تو آپ کے مطالعہ میں اس قدر حدیثیں جمع ہوگئیں کہ انہیں شمار کرنے اور ان سب کا استیعاب کرنے سے آپ کو معذوری کا اظہار کرنا پڑا، چناں چہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''واضح ہو کہ احادیث مرفوعہ اثبات تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ایسی کثرت محدودہ پر نہیں جن کے استقصاو استیعاب کی طرف دست طمع دراز کیا جائے، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی میں ایک جم غفیر ان میں سے ذکر کر کے استنزال رحمت الٰہی کریں گے''۔ [حوالہ سابق: ۱۷۴]

عذر خواہی کے بعد اپنے دل کی تسلی اور خرمن باطل میں بے چینی پیدا کرنے کے لیے مشتے نمونہ از خروارے چند احادیث نقل کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ رقم طراز ہیں:

''قولا وفعلا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر طرح بوضاحت تمام روشن وآشکار فرمادیا کہ جو رتبہ شیخین کا دربار الٰہی وبارگاہ رسالت پناہی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام میں ہے کسی کا نہیں اور جس جلالت شان ورفعت مکان پر یہ سرفرازی ان کو حاصل کسی کو میسر ومہیا نہیں، ہم یہاں صرف دانہ از خرمن وغنچہ از گلشن کے قبیل سے ان معدود حدیثوں پر اقتصار کرتے ہیں جو افادہ مقصود میں اصرح واوضح واجلی واسنی اور نظر وفکر وتمہید مقدمات وترتیب دلائل وتکثیر مباحث سے اغنی ہیں''۔ [ایضا]

حدیث اول: امام بخاری وامام طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں: کنا نقول ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حي: افضل هذه الامة بعد نبيها ابوبكر وعمر وعثمان فيسمع ذلك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلا ينكره.

ترجمہ: یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے: افضل اس مت کے، بعد اس کے نبی کے، ابوبکر وعمر وعثمان ہیں پس یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سمع اقدس تک پہنچتی اور حضور انکار نہ فرماتے۔ [مصدر سابق، ص ۱۷۵]

حدیث دوم: ابن عساکر حضرت مولی المسلمین علی اسد اللہ الغالب اور حواری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''خیر امتی بعدی ابوبکر وعمر'' یعنی بہترین امتِ محمدیہ بعد میرے، ابوبکر وعمر ہیں۔ [ایضا، ص ۱۷۷]

حدیث سوم: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

خیر البریہ علیہ الصلوۃ والتحیۃ کا ارشاد ہے: ابوبكر وعمر خير الاولين والآخرين وخير اهل السموات وخير اهل الارضين الا النبيين و المرسلين. یعنی ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں کے سوا انبیا ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے [حوالہ سابق، ص: ۱۷۷-۱۷۸]

الزام تراشوں کو دنداں شکن جواب:

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے رافضیوں کے باطل وعاطل عقائد ونظریات پر وہ کاری ضرب لگائی کہ جس کی تاب نہ لاکر طرح طرح کے ہفوات اور بکواس کرنے لگے جن میں سے ایک یہ بھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی مولائے کائنات کی شان گھٹانے کے درپے ہوچکے ہیں جبھی تو ابوبکر وعمر کی

حد سے زیادہ فضیلتیں بیان کرتے ہیں، لکھتے اور چھاپتے ہیں، جبکہ امام اہل سنت پر یہ سراسر الزام تراشی اور بہتان طرازی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ اس بے سروپا الزام کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''بعض حضرات گمان کرتے ہیں کہ ہم عیاذاباللہ تعالیٰ حضرت مولیٰ روحنا فداہ کے درپے توہین ہیں جو مرتبہ شیخین کو ان کے رتبہ سے بڑھاتے ہیں، حالاں کہ یہ ان کی محض نادانی اور مسلمانوں پر بلا وجہ سوء ظن ہے مگر کریمہ "یایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم" سے ابھی ان کے کان آشنا نہیں، عزیزو! ہمیں حکم ہے کہ ہر ذی فضل کو اس کا فضل دیں، جب ہم نے مرتبہ حضرت مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بعد ان تین حضرات کے تمام صحابہ کرام واہل بیت عظام و کافہ مخلوق الٰہی جن وبشر وملائکہ سے زیادہ جانا تو ان کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہی تھا پھر توہین کیا ہوئی، توہین تو عیاذاباللہ جب ہوتی کہ ان تین حضرات کے سوا اور کسی کو حضرت مولا سے افضل بتاتے جیسا تم فضل حضرات شیخین کو کس کس طرح ہلکا کرتے ہو اور جو اسی کا نام توہین ہے کہ جن کا فضل قرآن وحدیث سے ثابت ان سے مفضول مانے تو جو حضرات انبیائے سابقین صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ عالیہ سے کم مانے وہ معاذ اللہ ان کی توہین کرنے والا ٹھہرے اور توہین انبیا قطعاً کفر، وائے مصیبت اس کی پناہ بے چارہ کس آفت میں پڑا، حضور کو تفضیل نہ دے تو خدا کا غضب نازل ہو اور انبیا کی توہین قرار پا کر جہنم ابدی کا مستحق بنے، نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن۔ اے عزیز! اسی لیے ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں: افضلِ شیخین فضلِ ختنین سے زائد ہے، بے اس کے کہ فضلِ ختنین میں کوئی قصور وفتور راہ پائے۔ [مصدر سابق ۱۳۱-۱۳۲]

اس حصہ مضمون کو سمیٹتے ہوئے اخیر میں مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام اہل سنت کے والہانہ عقیدت کا ایک جلوہ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لیے پیش کرتے ہیں، آپ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت، امام الواصلین، سید العارفین، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین، ابوالائمۃ الطاہرین، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب کے مناقب جلیلہ ومحامد جمیلہ جس کثرت وشہرت کے ساتھ ہیں دوسرے کے نہیں''۔ [اعتقاد الاحباب، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۱۸، ص ۲۴۳]۔

شیخین پر حضرت علی کو فضیلت دینے والوں کا شرعی حکم:

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ کو ائمہ ثلاثہ پر فضیلت دینے والوں کے بارے میں شرعی وفقہی حکم بیان کرتے ہوئے امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام سے افضل جانے تو بدعتی وگمراہ ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے: فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فھو کافر۔ یعنی رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

فتاویٰ خلاصہ میں ہے: الرافضی ان کان یفضل علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ لایکون کافرا الاانہ مبتدع۔ یعنی رافضی تبرائی اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے''۔[رسالہ رد الرفضہ،مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج۲۱،ص ۲۳۔۲۲]

غیر نبی کو انبیا سے افضل جاننا کفر ہے:

روافض زمانہ کے کثیر عقائد کفریہ میں سے ایک بے ہودہ اور باطل عقیدہ یہ بھی ہے کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور دیگر ائمہ کرام، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں جب کہ ایسا عقیدہ رکھنا ضروریات دین کا انکار اور صریح کفر ہے نیز ایسا عقیدہ رکھنے والے باجماع مسلمین کافر و بے دین ہیں، امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ اس باطل و عاطل عقیدہ کی خبر گیری کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوات والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔

شفا شریف میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

وکذلك نقطع بتکفیر غلاۃ الرفضۃ فی قولھم: ان الائمۃ افضل من الانبیا۔

یعنی اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیا سے افضل بتاتے ہیں۔

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: ھذا کفر صریح یعنی یہ کھلا کفر ہے۔

شرح مقاصد اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے: ان الاجماع منعقد علی ان الانبیا افضل من الاولیا۔

ترجمہ: یعنی بے شک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام اولیائے عظام سے افضل ہیں''۔

[مصدر سابق، ص ۳۲]

قرآن کریم کو ناقص بتانا کفر ہے:

قرآن حکیم اللہ عزوجل کی وہ آخری کتاب ہے جو کسی بھی تغیر و تبدل اور تصرف بشری سے پاک و منزہ اور محفوظ ہے کیوں کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار عالم نے لیا اور اعلان فرما دیا: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون. بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بے شک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں، قرآن کریم کو ناقص بتانا یا نقص و تبدیل کا احتمال ماننا صراحۃً مذکورہ آیت کریمہ کو جھٹلانا ہے، جو ایسا عقیدہ رکھے بالاجماع کافر ہے۔ رافضیوں کے بنیادی عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ موجودہ قرآن کریم جو شرق و غرب میں پایا جاتا ہے، ناقص و ناتمام ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کچھ سورتیں اہل بیت کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں تھیں جنہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر صحابہ نے حذف کردیں، امام اہل سنت رافضیوں کے اس گھناؤنے عقیدے کا رد بلیغ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''روافض زمانہ بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل مرد و عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

کفر اول: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ لفظ بدل دیے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی

تکذیب کر رہا ہے"۔ [حوالہ سابق، ص:۲۹]

ام المومنین سیدہ عائشہ اور حضرت امیر معاویہ پر طعن جائز نہیں:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ و رسول کے نزدیک محبوب و برگزیدہ ہیں، انہیں رسول گرامی سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زوجیت کا شرف حاصل ہے، یوں تو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج طاہرات سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے لیکن ان سب میں جس زوجہ مکرمہ سے آپ کو سب سے زیادہ محبت والفت تھی وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات ستودہ صفات ہیں، ان کے فضل وکمال کے لیے یہی کافی کہ اللہ رب العزت نے آپ کی پاک دامنی و براءت کا اعلان قرآن حکیم میں فرمایا، ان کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ومقابل ہونا بربنائے خطائے اجتہادی تھا جس پر کلام ہمارے لیے حرام اور خسران دینی ودنیاوی کا موجب و باعث، روافض زمانہ اور خوارج ان کی شان رفیع میں سخت بدگوئی کرتے ہیں اور ہفوات ومغلظات بکتے ہیں، ان کی جناب میں بدگوئی اور دشنام ان کا تقیۂ کلام اور محبوب مشغلہ ہے، یونہی دیگر صحابہ بشمول حضرت امیر معاویہ جو جنگ صفین وجمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ومقابل ہوئے، ان کی شان رفیع میں یہ دونوں گروہ روافض وخوارج سخت بے ادب واقع ہوئے ہیں، زبانِ لعن وطعن دراز کرتے ہیں اور دنیا وآخرت کی ہلاکت وتباہی مول لیتے ہیں، امام اہل سنت نے اپنے ان مخدومین اور آقاؤں کی شان عظیم کی ایسی قندیل روشن کی کہ جس کی پرنور ضیا سے ان کی آنکھیں چوندھیا گئیں اور یہ بدباطن نور بصیرت وبصارت سے یکسر محروم ہوگیے، اہل سنت وجماعت کے نونہالوں کے قلوب وجگر خوشی سے جھوم اٹھے، احقاق حق کے ان گل سرسبد کی بھینی بھینی خوشبو سے سنیوں کے مشامِ جاں معطر ہوئے اور گلستانِ سنیت روافض وخوارج کے باطل وگمراہ کن عقائد و نظریات کے باد صرصر سے محفوظ ہوگیے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مرتضوی امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھوں نے مشاجرت ومنازعات کیے اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے، اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدمقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر وصدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہم اہل سنت ان میں حق جانب جناب مولیٰ تعالیٰ مانتے اور ان سب کو مورد لغزش برغلط وخطا اور حضرت اسد الٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ کہ ان حضرات کے مناقب وفضائل میں مروی ہیں زبان طعن وتشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے، اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ وشافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں تو ہم اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائے کہ ام المومنین صدیقہ عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب رفیع اور بارگاہ وقیع میں طعن کریں حاشا! یہ اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و بریت (پاک دامنی وعفت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے برا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان

پر طعن کریں، تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور زبیر وطلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرۂ مبشرہ سے ہیں، رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے مگر فضلِ صحبت وشرفِ صحابیت وفضل وشرفِ سعادت خدائی دین ہے جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا، صاحب ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی"۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمد اللہ سرکار اہل بیت کرام کے غلامانِ خانہ زاد ہیں ہمیں امیر معاویہ سے کیا رشتہ؟ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری اور امر حق میں ان کی حمایت وپاسداری اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا خصوصا الزام بدگویاں اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبط اکبر حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین کے بعد اختتام مدت خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی، عین معرکہ جنگ میں ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود ہتھیار رکھ دیے، اور ملک امیر معاویہ کو سپرد کردیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔العیاذ باللہ۔ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے تو الزام امام حسن پر آتا ہے انہوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع ودین باختیار خود بلا جبر و اکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت ایسے شخص کو تفویض فرمادیا اور اس کی تحویل میں دے دیا اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا اس سے ہاتھ اٹھالیا اگر مدت خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ خود بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم ونسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں کو اختیار کیا اور انہیں کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کرلی حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا: ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔ میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علم بردار میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔[رسالہ اعتقاد الاحباب، مشمولہ فتاوی رضویہ جدید، ج:۱۸،ص:۲۵۴-۲۵۱]

اسی رسالہ مبارکہ میں اولا عقیدہ نمبر ۵ رمیں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فضائل ومحاسن اور محامد ومفاخر مفصلا ذکر فرمائے، اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عظیم ارشاد پاک نقل فرمایا جو حسب ذیل ہے:

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم، ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اٰذاهم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله ومن اٰذی الله فیوشك ان یاخذه۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے انہیں دوست رکھا ہے اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دیا ورجس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرلے یعنی زندہ عذاب وبلا میں ڈال دے۔رواہ

الترمذی وغیرہ۔ [رسالہ اعتقاد الاحباب، مشمولہ فتاوی رضویہ جدید، ج: ۱۸، ص: ۲۳۷]

صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کی فضیلت و عظمت کی تفصیلات اور مذکورہ قولِ رسول تحریر کرنے کے بعد امام اہل سنت خارجیوں اور شیعوں کی غیرت وحمیت کو للکارتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اب اے خارجیو! ناصبیو! (حضرات ختنین واماءین جلیلین سے خصوصا اپنے سینوں میں بغض وکینہ رکھنے اور انہیں چنیں وچناں کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا اس ارشاد عام اور جناب باری تعالیٰ نے آیت کریمہ (رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ) سے (کہ اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت واخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم وعطا سے راضی) جناب ذوالنورین امیر المومنین حضرت عثمان غنی وحضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب وحضرات سبطین کریمین امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو مستثنیٰ کردیا اور اس استثنا کو تمہارے کان میں پھونک دیا ہے؟''

''یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں) خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین جناب صدیق اکبر وامیر المومنین خلیفۃ المسلمین جناب فاروق اعظم وامیر المومنین کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان بن عفان وجناب ام المومنین محبوبہ سید العالمین طیبہ، طاہرہ، عفیفہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق وحضرات طلحہ وزبیر ومعاویہ کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا: یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرہ سے جہنم کی اڑتی چنگاریاں دور کردوں گا۔ اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ: مولدہ بمکۃ ومھاجرہ طیبۃ وملکہ بالشام وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔ تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگر چہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی) کو خارج کردیا اور تمہارے کان میں اللہ کے رسول نے چپ چاپ کہہ دیا کہ ''اصحابی'' سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ''ھم'' کے مصداق ان لوگوں کے سوا اور دوسرے صحابہ ہیں جو تم ان کے اے خوارج اور اے روافض! دشمن ہوگیے اور۔ عیاذا باللہ۔ انہیں لعن طعن سے یاد کرنے لگے اور شومیٔ بخت سے نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی ہے اور ان کی ایذا حق تبارک وتعالیٰ کی ایذا اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا۔ [مصدر سابق، ۲۳۸-۲۳۷]

ماحصل: صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے محبت کرنے میں یہ دونوں فرقے افراط وتفریط کے سخت شکار ہوئے، شیعہ عداوت صحابہ کے ساتھ محبت اہل بیت کے افراط میں ملوث ہوئے اور خارجی محبت صحابہ کے ساتھ عداوت اہل بیت کے افراط کے شکار ہوئے اور دونوں دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت کی رسوائی ان کا مقدر ہوئی۔ مگر الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت سواد اعظم [مسلک اعلیٰ حضرت] ہی میانہ روی اختیار کیے اور فوز وفلاحِ دارین سے ہمکنار ہوئے، امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ اسی میانہ روی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت پر جس نے تیرے

محبوب صلی اللہ تعالیٰ کے سب ہم نشینوں اور گلستان صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثنا کے بغیر) نگاہ تعظیم واجلال (اور نظر تکریم وتوقیر) سے دیکھنا اپنا شعار ودثار (اپنی علامت و نشان) کرلیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جاننا، عقیدہ کرلیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا سرور عدول واخیار واتقیاوابرار کا سردار اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے تابعین سے لے کر تابقیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحب سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنی سے ادنی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اور ان میں ادنی کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد صادق کے مطابق اوروں کا کوہ احد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریبا دوکلو) جو کے برابر نہیں جو قرب خدا انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔ [مصدر سابق،۲۳۸]

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے منظوم کلام میں اس عقیدۂ حقہ کی کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہیں عترت رسول اللہ کی

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مسلمہ کو اسی میانہ روی پر قائم رکھے، روافض وخوارج کے مکر وشر سے بچائے اور ایمان پر حسن خاتمہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات واکرم التسلیم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

☆خادم الافتا والتدریس: ازہری دارالافتا، امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک۔ متوطن: احمد پور، پوسٹ کرہیلا بوبرا، کدوا، ضلع کٹیہار، بہار۔ 8830789911
mohammadmushtaquea@gmail.com

(بقیہ صفحہ ۳۸ کا)

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
اے رضاؔ سب چلے مدینہ کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے
جان ودل ہوش وخرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا
پھر نہ کروٹ لی مدینہ کی طرف
ارے چل جھوٹے بہانے والے
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولی عز وجل ہمیں بھی امام احمد رضا جیسا عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عطا فرمائے اور تعلیمات اعلی حضرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم

اعلیٰ حضرت اور وہابیوں، دیوبندیوں کے عقائد خبیثہ سے امت مسلمہ کا تحفظ

مولانا غیاث الدین مصباحی☆

اللہ رب العزت نے دنیائے انسانیت کی رشد وہدایت و اس کے عقیدہ وایمان کی حفاظت کے لیے انبیائے کرام ورسلان عظام کو اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا۔ ان نفوس قدسیہ نے اپنی حسب حیثیت اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچا کر راہ ہدایت عطا فرمائی۔ ان کے بعد اس ذمہ داری کو صحابہ کرام بحسن وخوبی لوگوں تک پہونچا کر اس دنیا سے روپوش ہوگئے۔ پھر یہ سلسلہ تابعین، طبع تابعین، سلف وصالحین، اولیائے کاملین، ائمہ مجتہدین کے بعد "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے مطابق علمائے کرام انجام دے رہے ہیں۔

البتہ ان رشد وہدایت کے پیکروں میں کچھ ایسی شخصیات گزری ہیں جن کو تاریخ اپنے آغوش میں قیامت تک سمائے رہیگی انہیں میں سے ایک عظیم مجاہد امام احمد رضا خان قدس سرہ محدث بریلوی برصغیر ہندوپاک کی ایسی نابغۂ روزگار ہستی تھے جنکی دینی و ملی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ بلا شبہ علم وفضل میں انکے معاصرین میں انکا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اگر محقق بغیر کسی تعصب وتنگ دلی کے معاصرین کے آثار علمیہ اور امام اہلسنت قدس سرہ کے آثار علمیہ کا تقابلی مطالعہ کرے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہو جائے گی کہ امام احمد رضا خان قدس سرہ کا ان کے عہد میں کوئی ثانی نہ تھا اور پھر کثرت علوم اور کثرت تصنیف و تالیف پر ان کو جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر ان کے عہد میں تو کیا ماضی قریب میں بھی شاذ ونادر ہی نظر آتی ہے۔ اس کی واضح وبین دلیل یہ ہے کہ امام احمد رضا خان قدس سرہ نے جن علوم وفنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد تقریباً ۵۵ تک پہنچتی ہے جزئیات فقہ کے علاوہ متون فقہ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جو قدرت حاصل تھی وہ اہل علم کے لیے حیرت انگیز تھی حرمین شریفین کے زمانے میں بعض رسائل لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کیے تو ان کے جوابات بھی تحریر کیے متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران وششدر رہ گئے۔

ہمارے خود ایک عظیم بزرگ ورہنما ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک سالانہ تقریب کے موقع پر مہمان خصوصی کی حیثیت سے "فقہ اسلام اور اجتہاد" پر اظہار خیال کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی فقیہانہ خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ "ہندوستان میں فقہ اسلام کے بے مثل عالم گزرے ہیں، وہ اسلام کے عظیم فقہائے متقدمین کا نمونہ تھے۔ اگر علمائے دیوبند کے ساتھ ان کی چشمک نہ چلی ہوتی تو ان کے مخالف بھی انہیں ہندوستان کا امام ابوحنیفہ کہتے۔ میں نے ان کے فتاویٰ کا عمیق مطالعہ کیا ہے، ان کے فیصلے علم فقہ کی بڑی بڑی باریکیوں کو واضح کرتے ہیں"۔ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد:۶)

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے علم وفضل کا شہرہ ہندوپاک ہی نہیں بلکہ دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہونچ چکا تھا۔ انہوں نے اپنے علم وذہانت سے دنیائے اسلام میں ایک بلند مقام حاصل کر لیا تھا، چناں چہ اپنے اس خداداد علم سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سارے احسانات فرمائے، انہیں میں سے آپ کا ایک عظیم احسان وکارنامہ یہ ہے کہ آپ نے وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر گروہ باطلہ کے عقائد خبیثہ سے امت

مسلمہ کا تحفظ فرما کر ان کے عقائد وایمان کی حفاظت فرمائی۔

عوام الناس کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) اور دیوبندی علما آپس میں سر بگریبان ہیں، ہر دو مکتب فکر کی جانب سے اپنی اپنی تائید میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ہم کدھر جائیں؟ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں؟ کچھ بزعم خویش مصلح قسم کے افراد اپنی چرب زبانی سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اختلافات فروعی ہیں ان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہم نہ بریلوی ہیں نہ دیوبندی، عثمانی ہیں نہ تھانوی، ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں اور بس! اس طرح وہ صلح کلیت کا پرچار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اختلافات کا نام لینے والے مجرم ہیں اور صحیح مسلمان وہ ہیں جو ان اختلافات سے بالکل بے تعلق ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر اختلاف ذاتی وجوہ کی بناء پر ہو یا اس کا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں نہ الجھنا ہی بہتر ہے مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر محاذ آرائی مناسب ہو، کیوں کہ یہ فروعی اختلافات ہیں لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس سے کسی طور پر آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں، کیوں کہ یہ اختلاف فروعی نہیں اصولی ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ کے ساتھ جہاد فرمایا، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے معتزلہ کی قوت حاکمہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کلمہ حق کہا اور کوڑے تک کھائے، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو طوق و سلاسل کی دھمکیاں حرف اختلاف اور نعرہ حق سے باز نہ رکھ سکیں۔ (مقدمہ حسام الحرمین)

بریلوی (اہل سنت و جماعت) اور دیوبندی اختلاف کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ایصال ثواب، عرس، گیارہویں شریف، نذر و نیاز، میلاد شریف، استمداد، علم غیب، حاضر و ناظر اور نور و بشر وغیرہ مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ اختلاف انہیں مسائل میں ہے، حالاں کہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے، بلکہ بنائے اختلاف وہ عبارات ہیں جن میں بارگاہِ رسالت علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں کھلم کھلا گستاخی اور توہین کی گئی ہے، کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر ان عبارات کو پڑھنے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی اُن کی حمایت کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔

ہندوستان میں پہلے پہل مولوی اسماعیل دہلوی نے محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" سے متاثر ہو کر "تقویۃ الایمان" نامی کتاب لکھی اور مسلمانان عالم کو کافر و مشرک قرار دیا اور اپنی بات بنانے کی خاطر یہ بھی کہہ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہے جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی دوسرا شخص خاتم النبیین وغیرہ اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے، علمائے اہل سنت اور خاص طور پر خاتم الحکماء علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس نظریے کا تحریری اور تقریری طور پر سخت رد کیا۔ (مقدمہ حسام الحرمین)

بات یہیں ختم نہیں ہو گئی بلکہ ان کے اکابرین رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی یہ چاروں تنقیص رسالت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب رہا یہ کہ وہ نماز پڑھنے، روزہ رکھنے والے تھے، عالم تھے، تو وہ کافر کیسے ہو جائیں گے؟ دراصل یہ بہت بے تکی بات ہے۔ ہم انہیں عالم نہ ہونے، نماز نہ پڑھنے، زکاۃ نہ دینے، روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے؟ تو ان اوصاف کے شمار کرنے سے کیا فائدہ؟ ان کی تکفیر تو تنقیص رسالت کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ ان کے ترک عبادت کی وجہ سے۔

ان کا جرم یہ ہے کہ قاسم نانوتوی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن بتایا، اور کہا اگر نیا نبی آ جائے، تو رسالت محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس نے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ یہ عوام کا خیال

ہے۔تحذیر الناس میں اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

''اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے، ہاں اگر وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے''۔(صفحہ نمبر: ۳۔۴)

اسی کتاب میں دوسری جگہ یہ لکھا:'' بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔(صفحہ نمبر:۱۴)

اور ایک جگہ لکھتا ہے:'' اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔(صفحہ نمبر:۲۸)

اشرف علی تھانوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں، پاگلوں، مجنوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ وہ اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''حفظ الایمان'' میں لکھتا ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو وبکر بلکہ ہر صبی (بچے) مجنوں (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔(صفحہ نمبر:۷)

خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں لکھا:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان و ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔(صفحہ نمبر:۵۵)

عبارات مذکورہ کے الفاظ موہم تحقیر نہیں بلکہ کھلم کھلا گستاخانہ ہیں انکا قائل کیوں کافر نہ ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ علمائے اہل سنت تحریر وتقریر میں ان عبارات کی قباحت برملا بیان کرتے رہے اور علمائے دیوبند سے مطالبہ کرتے رہے کہ یا تو ان عبارات کا صحیح مجمل بیان کیجئے یا پھر توبہ کر کے ان عبارات کو قلم زد کر دیجئے، اس سلسلے میں رسائل لکھے گئے، خطوط بھیجے گئے، آخر جب علمائے دیوبند کسی طرح ٹس سے مس نہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحذیر الناس کے تیس سال بعد براہین قاطعہ کی اشاعت کے تقریباً سولہ سال بعد اور حفظ الایمان کی اشاعت کے قریباً ایک سال بعد ۱۳۲۰ھ میں ''المعتقد المنتقد'' کے حاشیہ ''المعتمد المستند'' میں مرزائے قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین (مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی) کے بارے میں ان کی عبارات کی بنا پر فتوائے کفر صادر کیا اور امت مسلمہ کے ایمان کی ان عقائد خبیثہ سے حفاظت فرمائی۔ یہ فتویٰ علمائے دیوبند سے کسی ذاتی مخاصمت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت اور امت مسلمہ کے ایمان کی خاطر ایک فریضہ ادا کیا گیا تھا۔

پورے ملک کا یہ ماحول تھا۔ اس ماحول میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے ہوش سنبھالا اور مسند ارشاد وہدایت پر متمکن ہوئے اور اپنی فراست و بصیرت سے

دیکھ لیا کہ اسلام کی بنیادی قدروں میں تحریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک دیوبندی وہابی ہیں۔ شیعہ سنی الگ تھے، وہابیت کی دوسری شاخ غیر مقلدیت اپنی ایجاد کردہ نئی نماز کے طریقوں سے پہچانی جاتی تھی مگر دیوبندی وہابی اپنے کو حنفی نہ صرف حنفی بلکہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی ظاہر کرتے تھے۔ یہ ہی نہیں بلکہ میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ سبھی اہل سنت کے مراسم بھی ادا کر لیتے۔ انبیٹھی صاحب کا بھاول پور میں اور تھانوی صاحب کا کانپور میں ابتدائی دور اسی طرح گزرا۔ اس لئے ان کا پہچاننا بہت مشکل ہے اور حال یہ ہے کہ انبیائے کرام، اولیائے عظام کی شان اقدس میں جتنی صریح اور کھلم کھلا توہین انہوں نے کی ہے کسی نے بھی نہیں کی۔

اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں تو ہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ دیوبندی وہابی فرقے کی طرف مبذول فرمائی۔ خداداد علمی تبحر اور ذہانت و فطانت سے انکے باطل نظریات کے خلاف عمر بھر نبرد آزما رہے۔ اصولی، فروعی تمام مختلف فیہ مسائل پر ایسی فیصلہ کن ابحاث تحریر فرمائیں کہ نہ تو موافق کے لیے زیادتی کی گنجائش باقی رہی اور نہ مخالف کے لیے کسی حیلہ و بہانہ کی جگہ۔ قرآن مجید کی آیات، احادیث، اقوال سلف و خلف سے اپنے عقائد و اعمال کو ایسا مبرہن اور دیوبندی و وہابی عقائد و اعمال کو باطل ثابت فرما دیا کہ ان کی تردید سے پوری برادری آج تک عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گی۔ (سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ، ص: ۱۸۔۱۹)

جب علمائے دیوبند کی طرف سے مذکورہ عقائد خبیثہ رذیلہ تحریر ہوئے اس وقت امت مسلمہ کے عقائد و ایمان میں تذبذب پیدا ہو گیا۔ اس عالم میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے مذکورہ گروہ اور ہندوستان کے بہت سارے باطل فرقوں کا رد فرما کر ان کی خبیث عبارتوں کی بنیاد پر ان کے اوپر وارد ہونے والے کفر کے فتاویٰ جاری فرمایے اور امت مسلمہ کے درمیان حق کو روز روشن کی طرح واضح فرما کر قوم مسلم کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت فرمائی۔

چناں چہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں "المعتمد المستند" تصنیف فرمائی جس میں گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھوی، تھانوی صاحبان کی "تحذیر الناس" تکذیب باری تعالیٰ کے فتویٰ اور "براہین قاطعہ"، "حفظ الایمان" کی کفری عبارتوں کی بناء پر قطعی تکفیر مذکور ہے۔

آپ نے "المعتمد المستند" مطبوعہ مجلس البرکات کے صفحہ ۲۲۲ سے صفحہ ۲۳۰ تک سات فرقہائے باطلہ (۱۔ نیاشرہ ۲۔ مرزائیہ ۳۔ رافضیہ ۴۔ وہابیہ امثالیہ و خواتمیہ ۵۔ وہابیہ کذابیہ ۶۔ وہابیہ شیطانیہ ۷۔ متصوفہ متصلفہ) کا ان کی کفری عبارات و عقائد خبیثہ رذیلہ کی بنیاد پر رد بلیغ فرماتے ہوئے ان پر وارد ہونے والے کفر کے فتاویٰ صادر فرمائے۔

اور ۱۳۲۴ھ میں مجدد اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "المعتمد المستند" کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طیبین کے علما کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے ۳۵ رجلیل القدر علما نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واشگاف الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزائے قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ بلا شک وشبہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ کو حمایت دین کے سلسلے میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا، علمائے حرمین کریمین کے یہ فتاویٰ "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کردیے گئے۔

اور مزید برآں امام اہل سنت نے ایک استفتا کے جواب میں یوں تحریر فرمایا "طوائف مذکورین وہابیہ، نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین و دیوبندیہ وچکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے، جیسے دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلا کوئی ایسا نہیں جو قطعاً

یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہوا ایسا کہ "من شك فی کفرہ فقد کفر" جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں، یقیناً وہ سب بدعتی اور استحقاق ناری جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انہیں خوارج وروافض کے مثل کہنا روافض وخوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسر شان خباثت ہے رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مقصور ہیں اور ان کی گستاخیوں کی اصل مطمح نظر حضرات انبیائے کرام اور خود حضور پرنور شافع یوم النشور ہیں، صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم، ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا، ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل "سل السیوف، کوکبہ شہابیہ، سبحان السبوح، فتاویٰ الحرمین، حسام الحرمین، تمہید ایمان، انباء المصطفی، خالص الاعتقاد، قصیدۃ الاستمداد اور اس کی شرح کشف ضلال دیو بندیہ وغیرہا کثیرہ شہیرہ، حافلہ، کافلہ، شافعیہ، وافیہ، قالعہ، قامعہ میں ہے وللہ الحمد! ان کے پیچھے اقتدا باطل محض ہے کما حققناہ فی النہی الاکید ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد ان سے میل جول قطعی حرام ان سے سلام وکلام حرام انہیں پاس بٹھانا حرام ان کے پاس بیٹھنا حرام بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام ان کا جنازہ اٹھانا حرام ان پر نماز پڑھنا حرام انہیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام ان کی قبر پر جانا حرام انہیں ایصال ثواب کرنا حرام مثل نماز جنازہ کفر، قال اللہ تعالیٰ الآیۃ "وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ" (الانعام:۶۸) ترجمہ: اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان)۔ (فتاویٰ رضویہ مکتبہ رضویہ کراچی جلد ۶، صفحہ: ۹۰)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت کی گستاخانِ رسول سے بچنے کی ہدایت:

کاش! مسلمان اِتنا ہی کریں کہ اللہ ورسول کی محبت وعظمت کو ایک پلہ میں رکھیں اور اپنے ماں باپ کی الفت وعزت کو دوسرے میں۔ پھر دشمنان وبد گویانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلحِ کلی، یہ بے پرواہی، یہ سہل انگاری یہ نیچری ملعون تہذیب، سدّ راہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت وعزت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعزت سے زائد ہو کر ایمان کا دعویٰ محض باطل اور اسلام قطعاً زائل۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ)

قال اللہ تعالیٰ: (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) الآیۃ: "الٓمٓ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓا أَن يَقُولُوٓا ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ"۔ (العنکبوت: ۱۔۲)

کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑ گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔ (کنز الایمان)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ ورسول کی محبت وعظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کاروائیاں آزمائش کرادیتی ہیں کہ کون اس دعوی میں جھوٹا اور کون سچا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد: ۲۱، ص: ۱۷۷) قارئین کرام! ان تمام دلائل وبراہین کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس پرفتن دور میں کس طرح امت مسلمہ کے عقائد وایمان کی حفاظت فرما کر وہابیوں ودیوبندیوں کے عقائد باطلہ خبیثہ رذیلہ سے ہم کو محفوظ فرمادیا۔ اللہ رب العزت ہمیں اور جملہ امت مسلمہ کو استقامت علی الایمان عطا فرما کر ان سے دور رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ فقط

☆ مولانا غیاث الدین مصباحی صدر المدرسین جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور مراد آباد، یوپی۔ ساکن دول پوری بمنیا، مراد آباد یوپی،

باسمہ تعالیٰ و تقدس

باب دوم

اعلی حضرت اور اصلاح مسلمین

نماز باجماعت کی اہمیت امام احمد رضا کے کردار اور فتاویٰ کی روشنی میں

مولانا محمد عاشق رضا مصباحی☆

کلمہ توحید کا اقرار باللسان وتصدیق بالقلب اور عقائد مذہب اہل سنت وجماعت کے بعد نماز تمام فرائض میں نہایت اہم ترین فریضہ ہے۔قرآن وحدیث اس کی اہمیت سے مالا مال ہیں، جابجا اس کی تاکید فرمائی گئی اور نماز کے تارک کے لئے وعید فرمائی گئی۔اللہ رب العزت جل جلالہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: "الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (سورۃ البقرۃ: آیت: ۳)

ترجمہ: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں متقی لوگوں کا دوسرا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ظاہری اور باطنی حقوق ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔نماز کے ظاہری حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور نماز کے فرائض، سنن اور مستحبات کا خیال رکھا جائے اور تمام مفسدات ومکروہات سے بچا جائے جب کہ باطنی حقوق یہ ہیں کہ آدمی دل کو غیرُ اللہ کے خیال سے فارغ کرکے ظاہر وباطن کے ساتھ بارگاہِ حق باری تعالی میں متوجہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض ونیاز اور مناجات میں محو ہو جائے۔(بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/ ۱۱۵-۱۱۷، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/ ۱۸، ملتقطا)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے نماز پر مداومت کی تو قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور، برہان اور نجات ہوگی اور جس نے نماز کی محافظت نہ کی تو اس کے لیے نہ نور ہے، نہ برہان، نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۲، ۵۷۴، الحدیث: ۶۵۸۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو جہنم کے اس دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ داخل ہوگا۔“ (تفسیر صراط الجنان، ج:۱، ص:۷۰)

نماز باجماعت کی فضیلت:

حضرت عبد للہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً"۔

ترجمہ: یعنی باجماعت نماز ادا کرنا، تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔(صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، الحدیث ۶۴۵، ج۱، ص ۲۳۲)

قارئین حضرات! عام روایات میں یہی ہے کہ نماز با جماعت بہ نسبت تنہا کے ۲۵ درجے زائد ہے۔مگر بعض روایتوں میں ستائیس درجے بھی آیا ہے۔بلکہ ایک روایت میں ۳۶ درجے بھی وارد ہے۔بعض میں ۵۰ بھی۔علمانے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں۔سب میں عمدہ توجیہ یہی ہے کہ یہ نمازی اور وقت اور

حالت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۲،ص:۱۷۸)

اعلیٰ حضرت اور پابندیٔ نماز:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان بہت بڑے عاشق رسول تھے اِسی طرح آپ بہت بڑے عبادت گزار بھی تھے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت جب سے سمجھ دار ہوئے تب سے ہی مسجد میں باجماعت نماز اَدا کرنے کے عادی تھے اور عمر بھر صاحب ترتیب رہے۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت معہ کرامات، ص:۳۸، ملخصاً فیضانِ امام احمد رضا مرکز الاولیا لاہور)

اور صاحبِ ترتیب وہ ہوتا ہے کہ جس کی چھ نمازیں قضا نہ ہوئی ہوں اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہوگئیں تو وہ صاحبِ ترتیب ہونے سے نِکل گیا اور اگر چھ سے کم نمازیں قضا ہوئیں تو وہ صاحبِ ترتیب ہی کہلائے گا۔ صاحبِ ترتیب سے متعلق شرعی مسائل جاننے کے لیے مزید مطالعہ کریں۔ (بہار شریعت جلد:۱، حصہ چہارم)

اعلیٰ حضرت اور باجماعت کی پابندی:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت صرف نماز ہی کے نہیں جماعت کے بھی پابند تھے، اِس سلسلے میں ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے چنانچہ ایک بار سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے پاؤں مبارک کا انگوٹھا پک گیا اور زخم ہوگیا تو اُن دِنوں زخموں اور پھوڑے پھنسیوں کا عِلاج کرنے والے ہوا کرتے تھے۔ شہر کے سب سے بڑے اور ہوشیار جرّاح نے آپ کے انگوٹھے کا عمل جراحت (یعنی آپریشن) کیا اور پٹی باندھنے کے بعد عرض کیا: حضور! اگر آپ حرکت (یعنی ہِل جُل) نہیں کروں گے تو وہ زخم دس بارہ دن میں ٹھیک ہو جائے گا ورنہ زیادہ وقت لگ سکتا ہے، یہ کہہ کر وہ جرّاح (Surgeon) چلے گئے۔ اب اس عاشقِ الٰہی کے لیے یہ کسی سے ممکن تھا کہ مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی ترک کردے لہٰذا جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے وُضو کیا مگر مسجد جانے کے لیے کھڑے نہیں ہو پا رہے تھے، اب آپ بیٹھتے اور گھسٹتے ہوئے اپنے مکان عالی شان کے دروازے تک پہنچ گئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت مسجد کی جماعت چھوڑتے ہی نہیں ہیں تو انہوں نے آپ کو کُرسی پر بٹھایا اور پھر کُرسی کو اُٹھا کر مسجد میں پہنچا دیا اور پھر محلے اور خاندان والوں نے یہ طے کیا کہ پانچوں نمازوں کے وقت ہم میں سے چار مضبوط آدمی کرسی لے کر حاضر ہو جایا کریں گے اور پھر پلنگ سے ہی کُرسی پر بیٹھا کر آپ کو مسجد کے محراب کے قریب پہنچا دیا کریں گے۔ چناں چہ یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ تک بڑی پابندی سے چلتا رہا، پھر جب زخم اچھا ہو گیا اور آپ خود چلنے کے قابل ہو گئے تو کرسی پر مسجد پہنچانے کا معاملہ ختم ہو گیا۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت معہ کرامات، ص:۳۷ ملخصاً)

قارئین حضرات! یاد رکھیں جو حقیقی بزرگ ہوتے ہیں اُن کی سیرت میں آپ کو تقویٰ وطہارت اور پرہیز گاری، صوم وصلوۃ کی پابندی اور سنتوں پر عمل کرنا ملے گا اور جو صرف باتوں کے بزرگ ہوتے ہیں ان میں یہ چیزیں دور دور تک نظر نہیں آتیں اور وہ اس ڈبّے کی طرح ہوتے ہیں جو خوب بج رہا ہوتا ہے مگر اندر سے خالی ہوتا ہے۔ لیکن سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کا تقویٰ بے مثال تھا اور آپ سنتوں کے پابند اور بہت ہی زبردست شخصیت کے مالِک تھے۔

اعلیٰ حضرت اور اہتمام نماز:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت عمدہ لباس پہن کر نماز کے لیے حاضِر ہوتے تھے، اور عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا اس آیت کریمہ "خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" (سورۃ الاعراف، آیت:۳۱) **ترجمہ:** "اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔" کے تحت داخِل ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز پڑھنے کے لیے عمامہ شریف اور بہت عُمدہ اور قیمتی لباس کا اہتمام

کرتے تھے جس کی قیمت ۱۵۰۰ درہم سے بھی زائد تھی۔

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ للموفق، جز:۱، ص:۲۳۸)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نماز کے لیے عمدہ لباس پہنتے تھے اور یہ مستحب ہے لہٰذا عمدہ لباس پہن کر نماز پڑھیں، کام کاج کے کپڑوں میں اور میلے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح الوقایہ، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ الخ، ۱۔۱۹۸)

اسی طرح ایک عالم صاحب جنہیں چند سال سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہتے ہوئے فتاویٰ لکھنے کا شرف ملا وہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تمام عمر لازمی طور پر جماعت سے نماز پڑھی اور خواہ کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ عمامہ شریف اور عمدہ لباس کا اہتمام کرتے تھے۔ (امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات، ص:۶۲)

اعلیٰ حضرت کے نماز پڑھنے کا انداز:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ہماری طرح جلدی جلدی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ ایک مفتی صاحب فرماتے ہیں: امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ جس قدر اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز پڑھتے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ ہمیشہ میری دو رکعت ہوتی تو ان کی ایک، جب کہ میری چار رکعت دوسرے لوگوں کی چھ اور آٹھ رکعتوں کے برابر ہوتی۔ (یہ بات بیان فرمانے والے مفتی محمد حسین صاحب چشتی نظامی قُدِّس سِرُّہُ السّامی ہیں)۔ (انوار رضا، ص:۲۵۸)

آج کل تو لوگوں کے نماز پڑھنے کا جو حال ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اگر ہم صحیح طور پر نماز پڑھنا شروع کر دیں تو ان شاء اللہ برائیاں ہماری جان چھوڑ دیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ﴾ (پ۲۱، العنکبوت:۴۵) **ترجمہ**: بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔ اس آیت مبارکہ کے تحت صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی، فرمایا: اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی۔ چناں چہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (خزائن العرفان، پ۲۱، العنکبوت، تحت الآیۃ:۴۵)

آج کل اکثر لوگ نماز پڑھنے کے باوجود بھی برائیوں سے رُک نہیں پاتے کیوں کہ صحیح نماز نہیں پڑھ رہے ہوتے بلکہ صرف نماز کی رسم ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صحیح نماز ادا کرے جیسے شریعت نے حکم دیا ہے تو نماز ضرور برائیوں سے بچائے گی۔ اللہ پاک کا کلام سچا ہے، ہم سچے ہو جائیں اور اپنی نماز درست کر لیں تو ان شاء اللہ ہماری نماز ہمیں بھی درست کر دے گی۔

اعلیٰ حضرت کا سفر میں اہتمام نماز:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کو ۵۲ سال کی عمر میں جب دوسری بار سفر حج کی سعادت حاصل ہوئی تو مناسک حج ادا کرنے کے بعد آپ صاحب فراش (یعنی بیمار) ہو گئے، یہاں تک کہ دو مہینے تک بیماری کے سبب بستر پر تشریف فرما رہے۔ جب کچھ صحت یاب ہوئے تو زیارت روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ مُنوّرہ شریف کا رُخ کیا۔ جدّہ شریف سے ہوتے ہوئے کشتی کے ذریعے (اب یہ کشتیوں کا سفر نہیں ہے اس دور میں ہوتا ہوگا) تین دن کے بعد رابغ کے مقام پر پہنچے اور وہاں سے مدینہ پاک کے لیے کرائے کے اونٹ پر سوار ہو گئے، پہلے لوگ قافلے کے ساتھ

اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ جب بیر شیخ (یہ ایک مقام کا نام ہے) پر پہنچے تو مدینہ شریف قریب تھا زیادہ دور نہیں تھا لیکن فجر کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ چوں کہ منزل قریب تھی اس لیے جمال (اونٹ چلانے والے) نے منزل ہی پر اونٹ روکنے کی ٹھانی، لیکن اس وقت تک نمازِ فجر کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ تھا۔ اعلیٰ حضرت جو کہ عاشق نماز تھے، جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو قضائے نماز کا Risk (یعنی خطرہ) نہ لیا اپنے رفقا (یعنی ساتھیوں) سمیت وہیں ٹھہر گئے اور قافلے کو جانے دیا کہ جان تو جاسکتی ہے نماز نہیں جاسکتی، قافلہ تو جاسکتا ہے نماز نہیں جاسکتی میں نے نماز پڑھنی ہے چناں چہ آپ رُک گئے قافلہ چلا گیا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص: ۲۱۷ ماخوذ اَلمکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

اعلیٰ حضرت کے پاس ایک کرمچ (یعنی مخصوص ٹاٹ کا بنا ہوا ڈول) تھا مگر رسی نہیں تھی اور کنواں بھی گہرا تھا، ڈول کے ساتھ رسی باندھے بغیر پانی نہیں نکالا جاسکتا تھا، پھر عمامے شریف ڈول کے ساتھ باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور وضو کر کے وقت کے اندر اندر نمازِ فجر ادا فرمائی۔ چوں کہ دو ماہ کے طویل عرصے تک بیمار رہنے کی وجہ سے کافی کمزوری ہوگئی تھی، اس لیے اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ منزل تک پیدل کیسے چلیں گے! اسی سوچ وفکر میں تھے کہ مُنہ پھیر کر دیکھا کہ ایک اجنبی جمال (یعنی ایک انجان اونٹ والا) اپنا اونٹ لیے انتظار میں کھڑا ہے، آپ حمد الٰہی بجالا کر اس اونٹ پر سوار ہوگئے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص: ۲۱۷ تا ۲۱۸)

نماز کی برکت سے اعلیٰ حضرت کی یہ غیبی مدد ہوئی۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت عاشق الٰہی بھی تھے، عاشق رسول بھی تھے، عاشق صحابہ بھی تھے، عاشق اولیا بھی تھے، عاشق صوم صلوۃ بھی تھے، قرآن وحدیث پر مضبوطی سے عمل کرنے بھی والے تھے اور خود بھی صاحبِ وِلایت (یعنی وَلیُ اللہ) تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا" **ترجمہ**: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ فرمان خدا اور رسول پر مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اعلیٰ حضرت کا دامن ہمارے ہاتھوں سے کبھی نہ چھوٹے، ان کا دَروازہ مضبوطی سے پکڑنا ہے کہ "یَکْ دَرْ گِیرْ مُحْکَمْ گِیرْ یعنی ایک ہی دَروازہ پکڑو مگر پکڑو مضبوطی سے۔" (فتاویٰ رضویہ، ۲۱، ۶۰۴ رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیا لاہور) کی تعلیم بھی اعلیٰ حضرت ہی نے دی ہے۔ یہ بھی ٹھیک تو وہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ جو رضا کہیں وہ ہی ٹھیک ہے کیوں کہ رضا کوئی بھی بات قرآن وحدیث سے ہٹ کر نہیں کرتے۔ جب ہم نے ان کے فتاویٰ، ان کی کتب اور ان کی سیرت کا مطالعہ کیا تو ہماری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ رضا کہ زبان سے وہی نکلتا ہے جس کی تائید وتصدیق قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں باجماعت نماز کی اہمیت:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت سے استفتا کیا گیا کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت کر کے شروع کی ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لیے تکبیر ہوگئی نفل وسنت ادا کرنے والا چار رکعت پوری کرے یا دو پر اکتفا کر لے باقی دو رکعت ادا کرے یا نہ؟

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت جواب میں فرماتے ہیں: نفل ادا کرنے والا نمازی ثنا سے تشہد کے آخر تک جو پہلی دو رکعت میں ہے ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہوگئی تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انہیں دو رکعت پر اکتفا کرے اور جماعت میں شریک ہوجائے۔ اعلیٰ حضرت درمختار کے حوالے سے فرماتے ہیں: کہ نوافل میں شروع ہونے والا انہیں مطلقاً قطع نہیں کرسکتا بلکہ دو رکعت پوری کرے۔ اور جو دو رکعت باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں کیوں کہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے جب تک دوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا جاتا وہ لازم نہیں ہوگا۔

اعلیٰ حضرت در مختار کے حوالے سے آگے فرماتے ہیں: قضا لازم نہیں اگر چہ نمازی نے چار کی نیت کی تھی اور اس نے مقدار تشہد بیٹھ کر نماز توڑ دی۔ اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشا کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مؤکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے۔ اس جگہ علما کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن مؤکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہوگئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہہ دے۔ یہ روایت نوادر امام یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ فقہائے کرام کے اقوال و روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: بلکہ میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کرلے تا کہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلت جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائے گا۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیوں کہ دونوں مصلحتوں کو جمع کر لینا ہی مختار ہے۔ پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں کی قضا کرلے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فوت نہ ہوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی۔ مزید پڑھنے کے لیے مطالعہ کریں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد: ۸۔ ص: ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

اعلیٰ حضرت سے سوال کیا کہ بکر وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہے، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ اعلیٰ حضرت جواب میں فرماتے ہیں: اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آکد ہے۔ آگے در مختار کے حوالے سے فرماتے ہیں: جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کر دے کیوں کہ جماعت اکمل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد: ۸۔ ص: ۱۳۶۔ ۱۳۷، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور پاکستان)

نماز با جماعت کی فضیلت و اہمیت جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوی، کتب و رسائل، کردار و اخلاق میں اظہر من الشمس ہے اور آپ نے اپنے کثیر فتاوی میں مفصل بیان فرمایا۔ اللہ رب العزت جل جلالہ اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے توسل سے ہم سب کو نماز با جماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ رب العزت جل جلالہ فیضان اعلیٰ حضرت سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

☆محمد عاشق رضا مصباحی خطیب و امام جامع مسجد، ساتل پاک بڑہ، ضلع مراداباد، یوپی۔ موبائل نمبر 9761637379

فرض روزے کی اہمیت اور امام احمد رضا کے اقوال و کردار

مفتی محمد نعیم الدین منظری سعدی ☆

رمضان المبارک کے روزے اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد اور سب سے زیادہ اہم اور ضروری احکام میں سے ایک حکم ہے۔ جان بوجھ کر رمضان کے روزے نہ رکھنے والا فاسق اور سخت گناہ گار۔ صرف ایک روزہ رکھ کر بے وجہ توڑ دینے کی دنیا میں سزا جسے کفارہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، یا پھر ساٹھ روزے لگا تار رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے اور توبہ کرے۔ اگر کوئی شخص رمضان کا صرف ایک روزہ جان بوجھ کر چھوڑ دے اور سال کے ۳۳۰ دن روزے رکھے تو وہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔

رمضان میں روزے نہ رکھنا تو بہت بڑا گناہ اور سخت حرام ہے ہی لیکن ان کی فرضیت کا انکار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ کوئی ضروری کام نہیں ہے کفر ہے، ایسے ہی روزوں کی یا روزے داروں کی روزے کی وجہ سے ہنسی اڑانے، مذاق بنانے والا بھی مسلمان نہیں رہتا۔

روزے کا لغوی معنی:

لغت میں صوم کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو صائم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْماً (سورہ مریم، آیت:۲۶) میں نے رحمن کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔

روزے کا شرعی معنی:

علامہ خوارزمی روزے کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل عبادات کے عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل تزویج سے رکے رہنے کو شریعت میں (صوم) روزہ کہتے ہیں۔

روزہ کی حکمتیں:

روزہ رکھ کر جب انسان کھانے، پینے اور عمل تزویج کو چھوڑ دیتا ہے، برے اخلاق اور بری عادتوں سے دست کش ہوتا ہے، اللہ تعالی کی رضا جوئی کے لیے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد تک مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے وہ اخلاق باری سے متخلق اور صفات الہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر روزے کی اور کیا اہمیت ہوگی کہ روزہ بندے کو مولی کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں روزے کا ایک مقصد تقوی بیان فرمایا ہے: لعلکم تتقون۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "التقوی ھھنا" تقوی یہاں ہے، تقوی دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الہی کی وجہ سے گناہ کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے، انسان کے دل میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں، روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بتلایا ہے اور فرمایا: کہ شہوت کو توڑنے اور کم

کرنے کے لیے روزہ بہترین چیز ہے۔ اور طبی فائدے بھی بہت زیادہ ہیں روزے اور ان کی بھوک بہت بیماریوں کو ختم کرتی ہے، جسم کو صاف کرتی اور نکھارتی ہے، پیٹ کی گندگی الائشوں بیماری کے کیڑوں اور جراثیم کو جلاتی ہے، لیکن سحری و افطار کے وقت زیادہ کھانے والے یا رات میں بار بار کھانے والے روزے کی طبی اور جسمانی فائدے پورے طور پر نہیں پاتے۔

روزے کی فرضیت واہمیت پر احادیث کریمہ:

(حدیث ۱): عن زیاد بن نعیم الحضرمی رضی اللہ تعالی عنہ مرسلاً قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: اَربعٌ فَرَضَهُنَّ اللهُ فِي الإِيمان، فمنْ أتى بِثلاثٍ لَمْ يُغْنِينَ عَنهُ شيئا حَتّى يَاتِيَ بِهِنَّ جميعاً، الصلوةُ وَ الزكاة، وصوم رمضان، وَحج البَيتِ۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، صفحہ: ۵۱۵)

ترجمہ: حضرت زیاد بن نعیم حضرمی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض فرمائی ہیں۔ جس نے تین پر عمل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا تو وہ اس کے کام کی نہیں جب تک سب پر عمل نہ کرے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج بیت اللہ۔

(حدیث ۲): عَن سَلمَان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فی آخر شعبان، وَاستَكثِرُوا فِيهِ مِن اَربعِ خِصَالٍ، خَصلَتَينِ تَرضونَ بِهِمَا رَبكُم، وخصلتين لَا غِنى بِكُم عَنها، فَامّا الخصلتانِ اللتَانِ تَرضونَ بِهَا رَبكُم فَشَهَادَةُ اَن لَا اِلٰهَ اِلّا اللهُ وَتسغفِرُونَه، وَامّا الخصلتانِ اللّتانِ لَا غِنى بِكُم عَنها، فَتسألونَ اللهَ الجَنّة وَتَعُوذُونَ بِه مِن النار۔ (ماخوذ از جامع الاحادیث، جلد دوم، ص: ۲۰۹-۲۱۰)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سلخ شعبان کو خطبہ دیا۔ (اس میں رمضان المبارک کے فضائل و رغائب بیان فرمائے۔ از آنجملہ فرمایا:) اس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو دو باتیں وہ جن سے تمہارا رب راضی ہو۔ اور دو کی تمہیں ہر وقت ضرورت ہے۔ جن دو سے تمہارا رب راضی ہو وہ کلمہ شہادت اور استغفار ہیں۔ اور وہ دو جن کی تمہیں ہر وقت ضرورت ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ چاہو۔

(حدیث ۳): عَن اَبِي هُرَيرَة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالَ: قَالَ رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: اُغزوا تَغنِمُوا، وَصُومُوا تَصحّوا، وَسَافِروا تَستَغنوا۔ (ماخوذ از جامع الحدیث جلد دوم، صفحہ: ۲۱۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو مالِ غنیمت پاؤ گے، روزہ رکھو صحت مند ہو جاؤ گے، اور سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔

روزے کی اہمیت پر اعلیٰ حضرت کے اقوال فتاوی کی صورت میں:

روزے کی اہمیت کا اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کے ان فتاوی سے بھی پتا چلتا ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا: کہ نابالغ لڑکا کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھتا ہے اگر بوجہ کثرت ضعف ومحنت دور روزہ افطار کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب ارشاد فرماتے ہیں نابالغ پر تو حکم شرع جاری ہی نہیں وہ اگر بے عذر بھی افطار کرے اسے گناہ گار نہ کہیں گے مگر بیان کرنا اس کا ہے کہ بچہ جیسے آٹھویں سال میں قدم رکھے اس کے ولی پر لازمی ہے کہ اسے نماز روزے کا حکم دے، اور جب اسے گیارہواں سال شروع ہو تو ولی پر واجب ہے کہ صوم وصلوۃ پر مارے بشرطیکہ روزے کی طاقت ہو اور روزہ ضرر نہ کرے

حدیث صحیح میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین۔

تنویر الابصار میں ہے: وجب ضرب ابن عشر علیھا

ردالمختار میں ہے: ظاھر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کالضروب والظاھر ایضا ان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لا بمنی الافتراض لان الحدیث ظنی فافھم۔ درمختار میں ہے: والصوم کالصلاۃ علی الصحیح عالمگیری: قال الوازی یؤمر الصبی اذا اطاقہ اسی میں ہے: ھذا اذا لم یضر الصوم ببدنہ فان اضر لایومر بہ۔

او پر ظاہر کہ یہ احکام حدیث وفقہ میں مطلق وعام تو ولی نابالغ ہفت سالہ یا اس سے بڑے کہ اسی وقت ترک صوم کی اجازت دے سکتا ہے جب کہ فی نفسہ روزہ اسے ضرر پہونچائے ورنہ بلا عذر شرعی اگر روزہ چھڑائے گا یا چھوڑنے پر سکوت کرے گا گنہ گار ہوگا کہ اس پر امر یا ضرب شرعاً لازم اور تارک واجب بزہ کار و آثم اور دور کلام کی محنت عذر وافطار نہیں اولا اکثر ہوتا ہے کہ بچے بہت جوان قوی تندرست لوگ ایسے امور میں کم ہمتی کو بے قدرتی سمجھ لیتے حالاں کہ کمر ہمت چست باندھیں تو کھل جائے کہ عجز سمجھنا صرف وسوسہ تھا اور واقع میں عجز ہو بھی یعنی روزہ رکھ کر کلام اللہ شریف پر محنت شاقہ نہیں ہو سکتی تو راہ یہ ہے کہ روزہ رکھوائیں اور قرآن مجید کا جتنا شغل بے کلفت ہو سکے لیں اور جس قدر کی طاقت نہ دیکھیں بعد رمضان دور آئندہ پر ملتوی رکھیں کہ شرعاً صیام کے لیے ایام معین ہیں جن کے فوت سے ادا فوت ہوگی اور دور کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہمیشہ وہر وقت کر سکتے ہیں فرض کیجیے اگر مرد نوجوان تندرست مقیم کی یہی حالت ہوتی ہے کہ روزے کے ساتھ محنت دور نہ کر سکتا تو کیا شرع اسے اجازت دیتی کہ دور کے لیے روزہ ترک کرے حاشا وکلا بلکہ لازم فرماتی کہ روزہ رکھا اور دور دور دیگر پر موقوف رکھ، تو معلوم ہوا کہ اسی میں خیر ہے اور اس کے عکس میں شر اور ولی کو چاہئے بچے کو ہر خیر کا حکم دے اور ہر شر سے باز رکھے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ جلد چہارم، ص: ۵۱۶)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا یا کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے پر اعادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلا دیتا ہے مگر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے؟

جواب میں ارشاد فرماتے ہیں بعض جاہلوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ روزے کا فدیہ ہر شخص کے لئے جائز ہے جب کہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو ایسا ہرگز نہیں فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا گیا ہے جو بسبب پیرانہ سالی حقیقتاً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اس کے لیے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو اس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگر چہ تکلیف ہو بھونک، پیاس، گرمی، خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لئے روزے کا حکم فرمایا گیا ہے اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بے کار معطل ہو جائے امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تا حصول صحت اسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جب کہ اسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا اس صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد چہارم: ص: ۶۰۲)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے استفتا کیا گیا کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا

روزہ زبردستی تڑوادیں ان کے لیے کیا حکم ہے اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور ان کے لیے کیا حکم ہے، دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے روزہ توڑا جائے تو ہر دو صاحبان کے لیے کیا حکم ہوگا؟ جواب ارشاد فرماتے ہیں: بلاضرورت و مجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی تڑوانے والا شیطان مجسم و مستحق نار جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زیر کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور روزہ ادائے رمضان تھا تو حسب شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگا تار رکھنے ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم: ص: ۶۰۱)

روزہ کی اہمیت پر اعلیٰ حضرت کے کردار کے چند انوکھے واقعات:

(۱)۔ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلی حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانہ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کے لیے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دیئے ہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر حضور کے والد ماجد کی چشمانِ مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔ (ماخوذ از امام احمد رضا اور تصوف صفحہ: ۶)

(۲)۔ اعلیٰ حضرت کو والد صاحب نے خواب میں فرمایا: "ملفوظات اعلیٰ حضرت" صفحہ: ۲۰۶ پر میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنا خواب ارشاد فرماتے ہیں: ابھی چند سال ہوئے ماہ رجب میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: "اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا۔" ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بحمد اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے بفضلہ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے: صُوْمُوْا تَصِحُّوْا یعنی روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔ (المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۱۲۸ حدیث)

(۳) امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی شریعت و سنتِ مصطفیٰ کی پابندی سے آراستہ ہے۔ ان کے تقویٰ کی شان بڑی بلند و بالا ہے، آپ ورع کی منزلِ بلند پر فائز تھے اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ کے مطابق متقیٔ کامل اور ولی عارف تھے۔ امام احمد رضا خان کی زندگی کا آخری رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں تھا۔ اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی۔ دوسرے عمر کا مبارک آخری حصہ اور ضعف و مرض کی شدت۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ شیخ فانی روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے اور ناتواں مریض کو اجازت ہے کہ قضا کرے لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اپنے لیے کچھ اور ہی تھا جو در حقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا۔ انہوں نے فرمایا: بریلی میں شدتِ گرما کے سبب میرے لیے روزہ رکھنا ممکن نہیں لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہاں سے نینی تال قریب ہے۔ بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ میں وہاں جانے پر قادر ہوں لہذا میرے لیے وہاں جا کر روزہ رکھنا فرض ہے۔ چنانچہ رمضان وہیں گزارا اور پورے روزے رکھے۔ ۲۵ صفر، ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے۔ مرض مہینوں سے تھا اور ایسے کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں تنہا نماز پڑھ لے مگر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد تک پہنچاتے جب تک اسی طرح حاضری کی قدرت تھی۔ (جماعت میں شریک ہوتے رہے۔

(ماخوذ از حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ق: ۲۳)

☆ محمد نعیم الدین منظری سعدی خادم جامعہ عربیہ دارالعلوم رضائے مصطفیٰ، کندرکی، مرادآباد

امام احمد رضا کے فتاویٰ میں فرائض وواجبات کی تاکید

مولانا محمد ایوب رضا مصباحی☆

امام عشق ومحبت، حامی سنت، ماحیِ بدعت، قاطعِ کفرو ضلالت، مجدد دین وملت، آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا خان، قادری، محدث بریلوی سقی اللہ ثراہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علوم وفنون سے نوازا، غیر معمولی کتابیں تصنیف فرمائی، لاینحل مسائل کو بڑے سلیقے سے حل کیا جس پر آپ کے رسائل وتصانیف شاہد عدل ہیں، آپ نے جس عنوان پر بھی خامہ فرسائی کی تو اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس کے سارے گوشوں کو نیم روز سے زیادہ واضح نہ فرما دیا، متعدد بیش قیمت حواشی وتعلیقات مرتب فرمائے، آپ کا علمی مقام یہ تھا کہ اگر علم حدیث پر گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا جیسے امام بخاری ومسلم کا فیضان براہِ راست آپ پر برس رہا ہو، اگر اسماء الرجال کی تحقیق کرنے پر آجائیں تو لگے کہ اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی وعلامہ بدر الدین عینی پیچھے رہ جائیں، اگر علم کلام پر قلم اٹھ جائے تو اعتزال پر کپکپی طاری ہو جائے، منطق کے فرضی قواعد پر قلم چل پڑے تو ارسطو وفارابی بھی میدان چھوڑ کر بھاگتے نظر آئیں، جب نجدیت ووہابیت سر اٹھا کر دیکھے تو اس کی ایسی سرکوبی فرمائیں کہ اس کے ایوان باطل میں آخری کیل ٹھوک دیں جس سے لوگوں کے ایمان واعتقاد کا تحفظ ہو۔ اگر کسی فقہی مسئلہ کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھائیں تو اس وقت تک نہ چھوڑیں کہ آپ سے آگے اس مسئلہ کی تحقیق ممکن ہی نہ ہو۔

ان سب کے باوجود آپ نے عقائد ونظریات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات کی ادائیگی پر بھی زور دیا اور اس کی اپنے فتاوی میں جگہ بہ جگہ تاکید فرمائی۔ ان شاء اللہ ہم اپنے اس مقالے میں اعلیٰ حضرت کی اپنے فتاوی میں فرائض وواجبات کی تاکید کی کئی مثالیں پیش کرنے کی سعی کریں گے۔

اعلیٰ حضرت نے کئی مسائل کا جواب دیتے ہوئے قوم مسلم کی کاہلی اور غفلت کو دیکھتے ہوئے اسے متنبہ فرمایا اور اس قوم کو بیدار کرنے کی سعی پیہم کی، ایسے مسائل کی تعداد بے شمار ہے ان میں سے بعض کو ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

☆ نبی سے محبت ہی اصل ایمان اور کامیابی کا راز ہے

اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں جب نبی کی شان میں یہ اہانت آمیز الفاظ رقم کیے: ''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید، عمرو، ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔ تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں ''تمہید ایمان بآیاتِ قرآن'' تصنیف فرمائی جسے فتاوی رضویہ میں شامل کیا گیا ہے اور اس میں اس پر حکم کفر لگایا اور سختی سے ایسے لوگوں سے ترک موالات پر زور دیا، فرمایا: ''کہ جس کے دل میں ایمان ہوگا وہ ایسے شخص سے دوستی نہیں رکھے گا بلکہ تاکید فرمائی کہ اے مسلمان! اپنے نبی سے سچی محبت کر، کہ یہی مدار ایمان ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ بے شمار انعامات سے نوازتا ہے اور اگر نبی سے سچی محبت نہیں تو اس پر بے شمار عذاب نازل فرماتا ہے۔

لہذا آپ نبی سے ایمان ومحبت ضروری ہونے پر تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اے مسلمان! اے مسلمان! اے

امتی سید الانس والجان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خدارا! ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر ملتے ہیں: کہ دل میں ایمان جم جائے، اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار ہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو۔ یا یہ سات بھلے ہیں جو ان لوگوں سے تعلق لگا دینے پر پڑیں گے: ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات! ہیہات! کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں؟ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں۔

مگر جان برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا، وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے۔ "الم أحسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا؟ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے۔ دیکھو! یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو۔ وہ فرمارہا ہے کہ تمہارے رشتے، علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے، مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو! وہ فرمارہا ہے: کہ میں غافل نہیں، میں بے خبر نہیں، تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں، دیکھو! بے پروائی نہ کرو۔ پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو۔ اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو، دیکھو! وہ تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو! وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے، بے اس کی رحمت کے کہیں پناہ نہیں، دیکھو! اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو، مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کہ خواہ رب کی رحمت، حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے گا یا ہوسکتا ہے، مگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے، ان کی عظمت، ان کی محبت مدار ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے، دیکھو! جب ایمان گیا اصلا ابد الآباد تک کبھی، کسی طرح عذاب شدید سے رہائی نہ ہوگی، گستاخی کرنے والے، جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں اپنی بھگت رہے ہوں گے، تمہیں بچانے نہ آئیں گے، اور آئیں تو کیا کر سکتے ہیں؟ پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان ہمیشہ غضب جبار و عذاب نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے؟

للہ للہ! ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب ایں و آں سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بلند عزت، رفیع وجاہت جو ان کے رب نے انہیں بخشی اور ان کی تعظیم، ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اسے دل میں جما کر انصاف و ایمان سے کہو، کہ جس نے کہا: شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ اس نے محمد رسول اللہ کی شان میں گستاخی نہ کی؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نہ بڑھایا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعت علم پر ایمان نہ لایا؟ (فتاوی رضویہ، ج:۳۰۔ص:۳۱۵، ۳۱۶) کے مٹانے کے درپے ہیں۔

☆ قربانی مسلمانوں کا محض ایک تیوہار ہی نہیں بلکہ اسلامی شعار بھی ہے جس کا باقی رکھنا اور اس کی بقا کی سعی کرنا مسلمانوں پر لازم ہے خصوصاً جب غیر مسلم اس کے روکنے کی کوشش کریں۔ لیکن اکثر یہ دیکھا گیا کہ کچھ لوگ اس موقع پر یہ باتیں کرتے ہیں: "کہ جب حکومت نے اس پر ممانعت عائد کر رکھی ہے تو گائے کی قربانی کرنا کیا ضروری ہے؟ بلکہ اگر کوئی ایسے حالات میں کر لے تو اس پر زجر و توبیخ کی بوچھار کرتے ہوئے یہ دلائل پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ قربانی کے جانور اللہ تعالی نے اور بھی

رکھے ہیں۔ جیسے: بکرا، بھینس، اونٹ، بھیڑ وغیرہ تو گائے کے ہی پیچھے پڑنا کیا ضروری ہے؟'' حالاں کہ یہ سب وساوس خناس ہیں۔ بلکہ اگر کفار ومشرکین گائے کی قربانی سے روکیں تو گائے ہی قربان کرنا واجب ہے اور نہ کرنے والا اسلام کا سخت دشمن اور شیطان کا بھائی ہے۔

اس سلسلے میں اعلی حضرت کی ایک چشم کشا تحریر بشکل فتوی من وعن ملاحظہ ہو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کس قدر تباہی کے دہانے پر ہیں، اور جس شعار اسلام کا ابقاء واجرا ہم پر لازم وواجب تھا ہم اسی کے ختم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں بلکہ اس کے مٹانے کی دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''گائے کی قربانی بے شک شعار اسلام ہے''۔ قال اللہ تعالی: ''والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ''۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ''ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لیے دینِ الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔

خود مولوی عبد الباری محلی فرنگی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی ص:۲۱ پر لکھتے ہیں: ''والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ'' سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس معدن مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اس کا ابقاء واجرا بلاشبہ اعظم مہمات اسلام سے ہے، مکتوبات شیخ مجدد میں ہے: ''ذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است''۔ ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔ یہاں اس کا باقی رکھنا واجب ہے۔ جس کی تحقیق ہمارے رسالہ ''انفس الفکر فی قربان البقر'' میں ہے۔

علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیا ہے، مولوی عبد الحی صاحب کے فتاوی میں ہے:

گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے۔ زمان آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وجملہ سلف صالحین تمام بلاد وامصار میں اور اس پر اجماع واتفاق ہے تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہ درست ہے۔ بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء واجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں تو گناہگار ہوں گے۔'' آخر میں لب لباب بیان کرتے ہوئے خوب شد ومد کے ساتھ اس کیے ابقا کے لیے تاکید افرماتے ہیں: ''توجو لوگ خوشنودیٔ مشرکین کے لیے اس شعار اسلام کو مٹانے چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہ زن مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، ان کے دام میں پھنس کر قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرماں بردار ہے، تارک واجب اور ومرتکب حرام، مستحق نار وغضب جبار ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج:۱۴،ص:۱۶۶،۱۶۷،۱۶۸)

☆ سنت کی ادائیگی کی خاطر فرض وواجب کو نہیں چھوڑا جاسکتا اعلی حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں چار سوالوں پر مشتمل ایک استفتا آیا جن میں ایک سوال یہ تھا کہ تہجد کا عادی ایک شخص ایسا قیلولہ کرتا ہے کہ اس کی جماعت ظہر فوت ہو جاتی ہے۔ جائز ہے یا نہ؟ اس کا جواب اشرفعلی تھانوی اور قاسم علی مرادابادی دے چکے تھے لیکن دونوں کے فتوں میں تخالف تھا، اشرف علی تھانوی نے ایسا جواب دیا کہ جس سے تہجد کی اہمیت کم معلوم ہوتی اور قاسم علی مرادابادی نے اس طرح جواب دیا کہ جس سے جماعت کی اہمیت گھٹتی تھی اس کے بعد اعلی حضرت نے ان چاروں سوالوں کے جواب تحریر فرمائے جس میں احقاق حق اور ابطال باطل کا کردار نبھایا اور اسکا نام ''القلادۃ المرصعۃ فی نحو الاجوبۃ

الاربعة" رکھا۔ جس میں اعلی حضرت نے سائل کی سختی سے سرزنش اور زجر و توبیخ کی اور فرمایا کہ ایسا قیلولہ ہی کیوں کرتا ہے جو ترک جماعت کا موجب ہو، ایسا سوال کرنا شیطانی وسوسہ ہے، تہجد کے فراق میں جماعت چھوڑنا غلط ہے لیکن ترک تہجد کی مشاورت بھی نہیں کی جاسکتی، درحقیقت دونوں میں کوئی تضاد اور تخالف نہیں، بلکہ غفلت کا نتیجہ ہے، ایسے وقت سویا ہی کیوں جاتا ہے؟ یا اتنا زیادہ کھانا ہی کیوں کھایا جاتا ہے؟ اور یہ تاکید فرمائی کہ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نہ تہجد فوت ہو، نہ جماعت چھوٹے۔ فرماتے ہیں: (اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ کو نہیں پہونچے گا کیوں کہ جس راستے پر تو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے) یاہذا! سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بر وجہ سنت ادا کر، یہ کیا سنت لیجیے اور واجب فوت کیجیے، ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانا سکھایا کہ اسے مفتیانِ زمانہ پر پیش کرے، جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے، جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ "من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما" (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کی دستاویز نقد ہے۔ مگر حاشا خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتوی دیں گے، نہ عادیِ تہجد کو تہجد کی ہدایت کر کے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: "یا عبد اللہ! "لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل" رواہ الشیخ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص، یعنی اے عبد اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کو قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ (اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا ہے) کا خلاف کریں گے۔

یہ اس لیے کہ وہ بتوفیقہ حقیقتِ امر سے آگاہ ہیں، ان کے یہاں عقلِ سلیم ونظرِ قدیم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں، ان میں سے کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔ بلکہ یہ ہوائے نفسِ شریر وسوے طرزِ تدبیر سے ناشی۔ یاھذا! اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم وتارکِ واجب ہے اور اس عذرِ باطل میں مبطل وکاذب۔

سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلا یجیبہ" یعنی ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔ اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیوں کر جاگا اور یہ فسادِ عجاب کہاں سے پیدا ہو اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت قریب ہوتا ہے؟ ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا، یوں ہے تو اولِ وقت خواب کر، اولیاے کرام قدسنا اللہ تعالی باسرارہم نے قیلولہ کے لیے خالی وقت رکھا جس میں نماز وتلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبری سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں: کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقتِ زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہولیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں، کیا اس وقت سونے میں تجھ کو عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے۔ اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ کر، بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی،

کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہولیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہترین علاج تقلیلِ غذا ہے، پیٹ بھر کر قیامِ لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیے گا، جو بہت پیے گا بہت سوئے گا اور جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۸۷،۸۸،۸۹)

☆ زکاۃ کی ادائیگی کے بغیر نفلی صدقات و خیرات کی قبولیت کی امید مفقود غیر معمولی مقامات پر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی فرائض و واجبات پر تاکیدات ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ زکاۃ کا ہے آپ کی خدمت میں ایک سوال موصول ہوا جس کا ماحصل یہ تھا کہ کوئی شخص غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں پر صرف کرے، مسجدیں تعمیر کرائے تو کیا یہ اس کے لیے کچھ نفع بخش ہوگا؟ اور زکات اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اس کے جواب میں اعلی حضرت نے جو فرمایا وہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے، آپ نے اس میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فرض کی ادائیگی کی تاکید فرمائی اور زکاۃ ادا کیے بغیر نفلی صدقات و خیرات کرنے والے کے لیے کوئی ثمرہ نہ ملنے کو کئی مثالوں سے واضح فرمایا۔ آپ بھی پڑھیے اور اپنے ایمان کو جلا بخشیے۔

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا ہے اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی رہتی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا، تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں، یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمنان بھی نہیں کہ اپنا بڑھانے اور ایک ایک دانہ ایک ایک ڈھیر بنانے کو زکات کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے: زکاۃ دو تمہارا اماِل بڑھے گا اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں تب تو کھلا کفر ہے۔

ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون؟ کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیاں مول لیتا ہے۔

غرض زکاۃ نہ دینے کی جاں کاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے، نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہیے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں، پھر ان سے بڑھ کر احمق کون؟ کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکہ ہے۔ کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے، اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ ونذرانہ۔ فرض نہ دیجیے اور بالائی بے کار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے، خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیاں سے بے نیاز ہے؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے چھوٹے حاکموں کو ہی آزما لے، کوئی زمین دار مال گزاری تو بند کر لے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں! حضور پرنور سیدنا غوث اعظم، مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملۃ والدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی کتاب مستطاب "فتوح الغیب" شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں، فرماتے ہیں: جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور اس کے غلام کی خدمت گاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المومنین، مولی المسلمین، سیدنا مولی علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی، کہ جناب

ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا، اب وہ حاملہ ہے نہ بچہ والی۔ یعنی جب پورے دنوں پر اسقاط ہوتو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں۔ کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا، حمل رہتا تو امید لگی تھی، اب نہ حمل، نہ بچہ، نہ امید نہ ثمرہ، اور تکلیف وہی جھیلنی پڑی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفلی خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور قبول کچھ بھی نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج:۱۰، ص:۱۸۳)

کسی معظم دینی کی وجہ سے نماز میں تاخیر نہیں کی جاسکتی

اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ہر وقت، ہر موڑ بلکہ بوقت وصال بھی فرائض و واجبات کی تاکید فرمائی، آپ کے وصال شریف سے قبل کے حالات "الملفوظ" میں درج کیے گیے ہیں ان میں سے، ہم موضوع کے مطابق تھوڑا سا عبارت کا ٹکڑا نقل کرتے ہیں جس میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ تادم مرگ آپ نے کیسے فرائض و واجبات کی تاکید فرمائی۔ بیان کیا جاتا ہے: شب پنج شنبہ میں اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا، جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا: ان شاء اللہ یہ وہ رات نہیں جو تمہارا خیال ہے تم سب سوتے رہو، وصال کے روز ارشاد فرمایا نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا قضا نمازیں جلد ادا کی جائیں موت کا کوئی بھروسہ نہیں بعض حاضرین نے اعلی حضرت سے پوچھا کہ قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟ تو اعلی حضرت فاضل بریلوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ اس کی ادائیگی پر بھی زور دیا اور تخفیف کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا تا کہ بوجھ بلکہ ہو تو بآسانی ادا ہوسکیں۔ فرماتے ہیں: قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں، نہ معلوم کس وقت موت آجائے، کیا مشکل ہے، ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہیں (یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چار، مغرب کی تین، عشا کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کرسکتا ہے، اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرلے پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشا کی، یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں، زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے کاہلی نہ کرے، جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا، نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی، ہر دفعہ یہی کہے یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے، اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں اس کے لیے صورت تخفیف اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے "الحمد شریف" کے تین بار "سبحان اللہ" کہے اگر ایک بار بھی کہہ لے گا تو فرض ادا ہو جائے گا، نیز تسبیحات رکوع و سجود میں صرف ایک ایک بار "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" پڑھ لینا کافی ہے تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے "اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ" وتروں میں بجائے دعائے قنوت "رب اغفر لی" کہنا کافی ہے۔ طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل نماز ادا کرسکتا ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد ناجائز ہے۔

(الملفوظ، حصہ اول، ص:۶۲)

☆مولانا محمد ایوب رضا مصباحی، بہادر گنج، مراد آباد

6

تصانیف رضا میں فکر آخرت کے جلوے

مفتی محمد افتخار الحسن قادری امجدی بجنوری☆

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن چھ باتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی ان میں پانچواں جز عقیدہ آخرت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:" قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن تومن باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ" [مشکوۃ، حدیث:۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور اس بات پر یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہے کہ عقیدہ آخرت کے بغیر ایمان ناقص ونا تمام رہتا ہے، انسان کے اعمال وافعال کے قبلہ کی درستگی کے لئے عقیدہ آخرت ضروری ہے، اگر عقیدہ آخرت نا ہو تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ انسان خیر وشر، حلال وحرام کا فرق کئے بغیر بے خوف وخطر زندگی گذارے گا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کوئی لحاظ ہوگا نہ پاس حتی کہ جرائم کی بہتات اور انصاف وعدل کا خون ہوگا مگر جب یہ یقین پختہ اور مضبوط ہوتا ہے کہ ایک دن اس بے ثبات دنیا سے کوچ کر کے دار البقی کی جانب جانا ہے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے اور لازماً اپنی حیات دنیوی کے مصرف کا حساب دینا ہے۔ اللہ جل شانہ کے فرمان عالی شان "ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم" (سورۃ الانفطار)

ترجمہ: (بیشک نیکوکار جنت کی راحت میں ہیں اور بے شک بدکار لوگ ضرور دوزخ میں جائیں گے) کے مطابق اعمال صالح کا بدلہ جنت اور اعمال بد کے عوض میں دوزخ پانا ہے، تو برائیوں، بدکاریوں، فحاشیوں حرام کاریوں سے خالی زندگی گذارتا ہے جس کے نتیجہ میں اپنے رب کا محبوب بندہ ہو جاتا ہے اور جنت الفردوس کا مہمان قرار پاتا ہے۔

موت کے بعد پیش آنے والے مراحل کو بہتر اور پر سکون بنانے کے لئے فکر آخرت بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ فکر آخرت کے ذریعہ انسان نفس امارہ پر قابو پاتا ہے، شیطان کے ناپاک حملوں کو ناکام بناتا ہے، فکر آخرت ہی انسان کو احکام الٰہی اور تعلیمات نبوی کا پابند بناتی ہے اور رب تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں معاونت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اپنے بندوں کو عقیدہ آخرت اور فکر آخرت کی تعلیم فرمائی اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہی درس دیا کہ دنیوی زندگی میں آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی حیات اخروی میں رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ اور سبب ہے۔

تصانیف رضا میں فکر آخرت کے جلوے:

امام عشق ومحبت، تاجدار اہل سنت حامی سنت، ماحی بدعت، قاطع کفر وضلالت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کے جملہ شعبہ جات کو ارشادات رحمانی، فرمودات محبوب ربانی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالا اور خلوت وجلوت، تحریرات وتقریرات، مکتوبات وتصنیفات کو فکر آخرت کے جلووں سے روشن ومنور کیا، مطالعہ کا ذوق رکھنے والے احباب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے کہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

کے فتاوی اور کتب مرنے کے بعد درپیش بھیانک مراحل، خوف ناک مناظر مثلاً موت کی سختی، قبر کا عذاب، حشر کا میدان، نفسی نفسی کا عالم، پل صراط کی حقیقت، جہنم کا عذاب اور آخرت کی پریشانی وسختی اور آخرت کی فکر دلانے والے دیگر اسباب سے مملو ہیں۔

ذیل میں تصانیف رضا سے چند شواہد قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

تصانیف رضا اور دنیا سے بے رغبتی:

امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی نظر میں مال اور اولاد کی کیسی محبت تھی ملاحظہ فرمائیں۔

الحمدللہ میں نے مال "من حیث ھو مال" سے کبھی محبت نہ رکھی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے، اسی طرح اولاد "من حیث ھو اولاد" سے بھی محبت نہیں اسی سبب سے کہ صلہ رحم نیک کام ہے، اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں، میری طبیعت کا تقاضہ ہے۔ [الملفوظ ۴، ج:،ص:۴۹۷]

دنیا مسلمان کے لئے کیسا مقام ہے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں۔

"دنیا سجن مومن ہے، سجن میں اتنا آرام مل رہا ہے۔ کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے۔ اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔ [کلیات مکاتب رضا، اول، ۳۹۲]

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ایک خط کا مضمون اور ملاحظہ فرمائیں۔ "اہل اسلام پر روشن ہے کہ انسان دنیا میں دنیا کمانے کے لئے نہیں بھیجا گیا، دنیا مزرع ہے اور آج کا بویا کل ملتا ہے مبارک وہ دل کہ طلب دنیا میں دین و عقبی سے غافل نہ ہو" [کلیات رضا ۲، ۳۰۶]

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے جو کہا اس پر خود بھی عمل کیا آپ کی زندگی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

امام اہل سنت نے کبھی خدمت دینی پر اجرت دنیا طلب نہیں فرمائی بعض مستفتیان نے ناواقفی میں استفتا میں یہ معلوم کر لیا کہ فتوے کی فیس کیا ہوگی جواباً ارشاد فرمایا۔

یہاں بحمد اللہ تعالی فتوے پر فیس نہیں لی جاتی کبھی ایک پیسہ نہیں لیا گیا اور نہ لیا جائے گا "بعونہ تعالی ولہ الحمد" معلوم نہیں کون لوگ ایسے پس ہمت ہیں، جنہوں نے یہ صیغہ کسب اختیار کیا ہے، جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی بھائیو! "ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین" میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے،، [فتاوی رضویہ، پوربندر گجرات، ج:۶،ص:۵۶۲]

راولپنڈی سے محمد جی صاحب نے کئی بار استفتے لکھ کر جواب حاصل کئے اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا "قیمتِ کاغذ دی جائے گی"

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواب کے بعد تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا قلم کے تیور دیکھئے۔ "قیمتِ کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ فتوی اللہ کے لئے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے" [فتاوی رضویہ، ج:۱۱،ص: ۲۵۴]

ایک مقام پر ارشاد فرمایا "اکثر عوام آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے اور دنیوی مطلوب کے لئے جان مصیبت میں ڈالنا آسان سمجھتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج: ۲۳،ص: ۳۹۸)

تصانیف رضا میں موت کے تذکرے:

ہر ذی روح کے لئے موت اٹل حقیقت ہے کسی کو اس سے مفر نہیں مولیٰ عزوجل کا ارشاد ہے:

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔ تم جہاں ہو موت تمہیں پالے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔ (سورۃ النساء، آیت:۷۸)

جب موت کا وقت آتا ہے تو کسی کو مہلت نہیں دیتا اور نہ کسی

کو حضرت ملک الموت کے ذریعہ اس کی اطلاع دی جاتی ہے بلکہ وہ حتمی طور پر اچانک آجاتا ہے لھذا اس سفر کی تیاری ہمیشہ مکمل ہونا چاہئے اس سلسلہ میں امام اہل سنت کا ایک تفصیلی فتوی نذر قارئین کرتے ہیں۔

"آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، مدقوق اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جو اس کے تیمار میں ڈوبتا تھا اس سے پہلے چل دیتا ہے، ہر وقت وصیت تیار رہنا چاہئے، جس میں اپنے پسماندوں کو توحید الٰہی عزوجل رسالت پناہی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واستقامت عقائد اہل سنت واتباع شریعت واصلاح ذات بین، وحدت و قرب اولیا، ودوری وتنفر از کفار وضلال وفسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزع نہ رہے اور اپنی تجہیز وتکفین میں اتباع سنت کی ہدایت، ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں، اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے، عیاذا باللہ اس میں سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ [بخاری شریف، ۲، ۹۶۳] جو اللہ سے ملنا پسند کریگا اللہ تعالی اس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ تعالی اس کا ملنا مکروہ رکھے گا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اس وقت کا اعتبار ہے اس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالی اس سے ملنے کو دوست رکھے گا اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوۃ جو کچھ باقی ہو فورا بقدر قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی تو حج بدل کرادے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا، ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے، حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلا تاخیر کو کام نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے، معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اس میں اپنی کسر شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہ عزت میں حاضر ہو اس طور پر کہ اس کا حق دبایا ہے، اسے برا کہا ہے، اس کی غیبت کی ہے، اسے مارا ہے اور وہ حق دار اس سے لپٹیں، اس کی نیکیاں اس کو دیجائے ان کے گناہ اس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے۔ والعیاذ باللہ تعالی، جب تک زیست ہے آیات واحادیث خوف کے ترجمے اکثر سنا اور دیکھا کرے تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اٹھے۔

[فتاوی رضویہ، پوربندر گجرات ج:۹، ص:۸۱، ۸۲]

چلتے چلتے مذکورہ فتوی پر آپ کا عمل بھی ملاحظہ فرمالیں۔ انتقال سے قبل اپنے اہل خانہ کو مندرجہ ذیل نصیحت فرمائی جس کو وصایا شریف کے نام سے علامہ حسنین رضا خان نورہ مرقدہ نے ترتیب دے کر شائع فرمایا۔

پیارے بھائیو! "لا ادری مابقائی فیکم" مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن، جوانی، بڑھاپا، بچپن گیا جوانی آئی جوانی گئی بڑھاپا آیا اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے، ایک موت ہی ہے، اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک اللہ ورسول کی اور ایک خود میری اس کے بعد مذکورہ فتوے کے مطابق مکمل نصیحت ووصیت ارشاد فرمائی تفصیلی معلومات کے لئے وصایا شریف کا مطالعہ مفید ہے۔

ایک موقع پر آپ کی مجلس میں موت کا تذکرہ چھڑ گیا تو ارشاد فرمایا۔

اللہ اکبر! یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری تعالی کے

کوئی اس سے نہیں بچے گا جب آیت نازل ہوئی۔ کل من علیھافان ویبقی وجہ ربك ذو الجلل والاکرام ۔ (جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا) فرشتے بولے کہ ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں رہتے پھر آیت نازل ہوئی۔ کل نفس ذائقة الموت۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے۔

[ملفوظات اعلی حضرت حصہ چہارم ص:۵۲۱،۵۲۲]

مذکورہ کتاب کے ص ۴۹۶ پر حدیث ارشاد فرمائی ''موت کا ہر جھٹکا تلوار کے ہزار ضرب سے سخت تر ہے ملائکہ دبوچے بیٹھے رہتے ہیں ورنہ آدمی تڑپ کر نہ معلوم کہاں جائے اس وقت اگر معاذاللہ کچھ اس طرف سے ناگواری آئی تو سلب ایمان ہوگیا۔ اس لئے اس وقت بتایا جائے کہ کس کے پاس جارہا ہے۔

صوبہ بہار پٹنہ سے باقر علی صاحب نے سوال بھیجا بوقت مرگ پورا کلمہ پڑھا جائے یا صرف لاالہ الا اللہ، آپ نے جواب میں لکھا ''اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمہ پڑھنا چاہئے۔ (فتاوی رضویہ ج:۹،ص:۳)

مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ الرحمہ کو خط میں لکھتے ہیں دعائے جناب واحباب سے غافل نہیں، اگرچہ منہ دعا کے قابل نہیں اپنے عفو وعافیت کے لئے طالب دعا ہوں کہ سخت محتاج دعائے صلحا ہوں، اجل قریب (موت نزدیک) اور عمل رکیک "

(مکتوبات امام احمد رضا،ص:۴۷،خط:۱۷)

کتب رضا میں قبر اور قیامت کی باتیں:

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، سوال نکیرین میں کامیابی قبر کی راحت وسکون اور دخول جنت کا باعث ہے، ناکامی عذاب قبر اور جہنم میں جانے کا سبب ہے، قبر کا عذاب، وحشت، ہولناکی اور نعمت وآرام، سکون وراحت اسلامی عقیدہ کے مطابق حق ہے، قبر کی تیاری اور یاد کرنے والے نیک اعمال کر کے اس منزل کو پر سکون اور آرام دہ بناتے ہیں اور اللہ کی بے شمار نعمتوں کو پاتے ہیں، اور قبر کی یاد سے غافل انسان بد اعمالیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، قبر کی سختی وتنگی اور غضب الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں، امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف میں قبر کی یادیں اور باتیں امت مسلمہ کو آج بھی دعوت فکر آخرت دیتی ہیں چند شواہد حاضر خدمت ہیں جن کا ہر جملہ جسم میں لرزہ طاری کردیتا ہے۔

فرماتے ہیں: ''وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنی جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر، جس کا صدمہ ہزار ضرب تیغ سے سخت تر بلکہ ملک الموت کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر۔ وہ نئی جگہ وہ نری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا وہ ہیبت ناک صورت دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں، کالا رنگ، نیلی آنکھیں دیگوں کے برابر بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن، سانس جیسے آگ کی لپٹ، بیل کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ بال، قد وقامت جسم وجسامت بلا قیامت کہ ایک شانہ سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ، ہاتھ میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن وانس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں وہ گرج کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ ڈالنا، مہلت نہ دینا، کڑکتی جھڑکتی آوازوں میں امتحان لینا۔

[روحوں کی دنیا،ص:۲۸۱]

بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذاللہ تعذیب جو کچھ ہے اسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مومن ومطیع یا معاذاللہ کافر وعاصی تھا۔ [روحوں کی دنیا ص:۲۰۹]

باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور آسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ [فتاوی رضویہ، ج:۹،ص:۸۵۱]

کفار اور بعض مومنین کے لئے عذاب قبر اور اہل طاعت کے لئے آسائش وانعام حق ہے۔[مذکورہ]

قبر میں منکر نکیر کا سوال حق ہے اور قبر میں بندے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے۔[مذکورہ]

حجاج کرام کو صلاح دیتے ہوئے ارشاد فرمایا" رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" زم زم جس مراد کے لئے پیا جائے اسی کے لئے ہے قیامت کی پیاس سے بچنے کے لئے پیو، بھی عذاب قبر سے محفوظی کو" [فتاوی رضویہ، ج:۱۰ص:۷۴۲]

قیامت کے قلب سوز مناظر، جاں گداز احوال پر مشتمل احادیث کے متفرق الفاظ کو منظم سلسلہ میں یکجا کر کے تلخیص فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں ۔

ارشاد ہوتا ہے روز قیامت اللہ تعالی اولین وآخرین کو ایک میدان وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں اور پکارنے والے کی آواز سنیں دن طویل ہوگا، آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا، پسینے آنے شروع ہوں گے، قد آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہو جائے گا پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے اور غڑپ غڑپ کریں گے جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے، قرب آفتاب سے غم وکرب اس درجہ کو پہونچے گا طاقت طاق ہوگی تاب تحمل باقی نہ رہے گی، رہ رہ کر تین گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی، آپس میں کہیں گے دیکھتے نہیں تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے، کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے جو رب کے پاس شفاعت کرے کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے باپ ہیں ان کے پاس چلا چاہیے پس آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور پسینہ کا وہی عالم کہ منہ میں لگام کی طرح ہوا چاہتا ہے الی آخرہ"

[فتاوی رضویہ ج:۳۰، ص:۲۲۰]

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دام آفت میں گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبو الی غیری کچھ جواب نہ پائیں گے اس وقت یہی محبوب غم گسار کام آئیں گے قفل شفاعت اس کے زور بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سر بسجود ہو کر یا ربی امتی امتی فرمائیں گے۔[فتاوی رضویہ، ج:۳۰، ص:۷۱۶]

یہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

عرصات محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک۔ اس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لا رکھیں گے، پیاس کی وہ شدت کہ خدا نہ دکھائے، گرمی وہ قیامت کہ اللہ بچائے، بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا یہاں تک کہ گلے سے بھی اونچا ہوگا۔ جہاز چھوڑیں تو بہنے لگے لوگ اس میں غوطہ کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے، لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جا بجا پھریں گے۔[فتاوی رضویہ، ج:۲۹، ص:۵۷۴]

عذاب دوزخ کا بیان:

اللہ تعالی نے مشرکوں، کافروں، منافقوں، اور دوسرے مجرموں، گنہگاروں کو سزا وعذاب دینے کے لئے آخرت میں جو نہایت ہی خوفناک اور بھیانک مقام تیار کر رکھا ہے اس کا نام جہنم یعنی دوزخ ہے۔

امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی تحریرات میں جا بجا اہل ایمان کو دوزخ میں لے جانے والے اعمال سے بچنے اور عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے کا درس دیا۔

ابوداؤد شریف کے حوالہ سے حدیث رسول بیان فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت حارث بن مسلم رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو لوگوں سے ہم کلام ہو نے سے پہلے سات مرتبہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہوگیا تو اللہ تعالی تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھ لو "اللھم اجر نی من النار" (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالی تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے آزادی عطا فرما۔ (فتاوی رضویہ، ج:٦،ص:٢٣٢)

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ترک صوم وصلوۃ وشرب خمر گناہان کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق وفاجر اور عذاب دوزخ کا مستحق ہے۔ [فتاوی رضویہ، ج:٩،ص:١٦٩]

ایک وقت کی نماز ترک کرنے والے کی سزا:

جس نے قصدا ایک وقت کی (نماز) چھوڑی ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا۔ [فتاوی رضویہ، ج:٩،ص:١٥٨]

ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے کی سزا کا یہ عالم ہے تو بے شمار نمازیں ترک کرنے کا انجام کس قدر بھیانک ہوگا اندازہ انسانی سے باہر ہے۔ یارب ہمیں نمازوں کا عادی بنا۔

زکوۃ نہ دینے والوں کا انجام:

زکوۃ نہ نکالنے والے صاحب نصاب کو آخرت یاد دلاتے ہوئے فرمایا "جس سونے اور چاندی کی زکوۃ نہ دی جائے روز قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں، پیٹھیں داغی جائیں گی ان کے سر، پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا، پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا، گدی توڑ کر پیشانی سے ابھرے گا، جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے گی روز قیامت پرانا خبیث خوں خوار اژدہا بن کر دوڑے گا، یہ ہاتھ سے روکے گا، وہ ہاتھ چبالے گا، پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا، اس کا منہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا، کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا۔ [فتاوی رضویہ، ج:١٠،ص:١٥٣]

روزہ توڑنے کا بھیانک انجام:

بلا عذر شرعی روزہ توڑنے والوں کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ "بلاضرورت ومجبوری شرعی فرض روزہ زبردستی توڑنے والا شیطان مجسم ومستحق نار جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زیر کرنے سے فرض روزہ توڑنے والے پر عذاب ہے"۔ [فتاوی رضویہ، ج:١٠،ص:٥٢٠]

قرآن کی توہین کرنے والے کا انجام:

اللہ کی مقدس کتاب قرآن مجید کی بے ادبی کرنے والوں کی اخروی سزا بیان فرمائی اور ساتھ ہی بچنے کا نسخہ کیمیا بھی عطا فرمایا۔ "فورا توبہ کرے اور اس برے فعل کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے ورنہ پھر اللہ کی طرف سے دردناک عذاب اور جہنم کی آگ کا انتظار کرے۔ [فتاوی رضویہ، ج:١٣،ص:٦١٠]

زنا کی سزا:

زنا کے متعلق پوچھے گئے سوال کے بارے میں فرماتے ہیں: "زنا کی سزا آخرت میں عذاب نار ہے اور دنیا میں حد ہے جس کا سلطان اسلام کو اختیار ہے حدیث میں ارشاد ہوا: اللہ تعالی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں مفلس متکبر اور بوڑھا زانی اور جھوٹ بولنے والا بادشاہ"۔ (فتاوی رضویہ، ج:٢٣،ص:٣٢٦)

اور بے ثبوت تہمت لگانے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا "مسلمانوں کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرع لگانے والا فاسق مردود الشہادۃ اسی کوڑوں کا شرعا سزاوار ہے یہاں دنیا میں نہیں ہوسکتے، آخرت میں استحقاق عذاب نار ہے" (فتاوی رضویہ، ج:٢٣،ص:٣٢٩)

شراب نوشی کا وبال:

شراب نوشی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا ''شراب نوشی کرنے والے کے لئے زانی عورتوں کی شرم گاہ سے نکلی ہوئی پیپ اور غلیظ گندے پانی کو جہنم میں پینا لازمی سزا ہوگی، کہ جہنم کی آگ سے زانیہ عورتیں جل کر ان کے بدن سے بدترین جگہ شرم گاہ سے جو پیپ نکلے گی شراب نوشی کرنے والا اپنی شراب کی عادت کے مطابق اس پیپ کو پئے گا، اس سزا سے وہ بچ نہ سکے گا، جیسا کہ کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے۔ [فتاوی رضویہ، ج: ۱۳، ص: ۶۱۱]

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''ترک صوم وصلوۃ وشرب خمار گناہان کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق وفاجر اور عذاب دوزخ کا مستحق ہے''۔ [فتاوی رضویہ، ج: ۹، ص: ۱۶۹]

یہ تو کچھ جھلکیاں تھی جو ہم نے آپ کے سامنے رکھیں ورنہ اگر تصانیف رضا کے حوالے سے فکر آخرت پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو کئی دفتر ناکافی ہو جائیں کیوں کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی کوئی تصنیف یا زندگی کا کوئی لمحہ اس عنوان سے خالی نہیں اور یہ مختصر مضمون کتب رضا میں مذکور فکر آخرت کے جلوؤں کا بار گراں اٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا۔ لہذا ہم امام احمد رضا قدس سرہ کی شاعری میں فکر آخرت کی ایک جھلک دکھا کر اپنی بات ختم کریں گے۔

اشعار رضا میں فکر آخرت کے جلوے:

ذیل میں سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی نعتوں کے مجموعہ حدائق بخشش سے کچھ اشعار جو اپنے دامن میں فکر آخرت کے جلوے سمیٹے ہوئے ہیں۔ بلا تبصرہ قارئین کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔

آنکھیں رو رو کے سجانے والے جانے والے نہیں آنے والے
کوئی دن میں یہ سرا اوجڑ ہے ارے او چھاونی چھانے والے
چھپکے لوگوں سے کئے جس کے گناہ وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پرواہ دیکھ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں! سو یا مسافر ہائے کتنا لا ابالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے
زمیں تپتی، کٹیلی راہ، بھاری بوج گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے
نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے ترا اللہ والی ہے
رضا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں کیا سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

اللہ سبحانہ تعالی سے دعا ہے کہ رب کریم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل ہمیں توبۃ النصوح اور فکر آخرت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

☆ محمد افتخار الحسن قادری امجدی بجنوری، خادم التدریس والافتا دار العلوم قادریہ رضائے مصطفی خطیب وامام جامع مسجد اہل سنت وجماعت وقاضی شہر مئورانی پور، جھانسی، یوپی

امام احمد رضا کے مجموعہ وظائف میں تزکیۂ قلب ونظر کے طریقے

مولانا عبد القادر مصباحی☆

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم پر بہت مہربان ہے، اور اس کی مہربانی کا صدقہ ہے کہ اس نے ہماری ضرورت کی تمام چیزوں کو بہت زیادہ مہیا فرمایا ہے جس چیز کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ سب سے زیادہ ہے، اور جس چیز کی کم ضرورت ہے وہ کم ہے یعنی زیادہ ضروری چیز زیادہ عام ہوتی ہے۔ جیسے ہمیں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہوا ہے، ہوا کے بغیر ہم چند لمحے بھی زندہ نہیں رہ سکتے تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بہت عام فرمادیا اس پر کسی کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ اسی طرح پانی، اس کے بعد غلے کا نمبر آتا ہے اگر موازنہ کریں تو غلہ باقی چیزوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جیسے دھان، گندم وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ پیٹ بھرنے کے لیے اللہ پاک وافر مقدار میں غلہ پیدا فرماتا ہے لہٰذا مہنگا ضرور ہے مگر دوسری چیزوں کے مقابلے میں سستا ہے۔ اگر باقی چیزوں کی طرح یہ بھی مہنگا ہوتا تو شاید لوگ بھوکے مرجاتے۔ الغرض جس طرح اللہ پاک نے جسمانی نظام کو قائم رکھنے کے لیے یہ سلسلہ بنایا ہوا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لیے جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے اس کو بھی بہت عام فرمایا ہے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کتنا ضروری ہے؟ اس کی اہمیت کا تو اندازہ آپ اس سے لگالیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو ذکر کرنے والا اور جو ذکر کرنے والا نہیں ہے اس کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور جو ذکر نہ کرنے والا ہے وہ مردہ ہے۔ اس سے اندازہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہماری روحانی حیات کے لیے کتنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور ذکر کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا۔ **ترجمہ:** پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے۔

تفسیر: حضرت سید نعیم الدین صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”یعنی ذکر الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد معین فرمائی سوائے ذکر کے، اس کی کوئی حد نہ رکھی، فرمایا ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غنا اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں، پوشیدہ اور ظاہر“۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ تمہاری موت اس حال میں آئے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو“۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۱۹۸، ص: ۱۹)

سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے دن کی ابتدا کسی اچھے کام سے کی اور اپنے دن کو اچھے کام ہی پر ختم کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا ”ان دونوں کے درمیان جو گناہ (صغیرہ) ہیں انہیں مت لکھو“۔

قرآن وحدیث میں ذکر اللہ کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کے فضائل بے شمار ہیں، انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل اور زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھے اور کسی پریشانی میں بھی اس سے غافل نہ ہو۔ ہمارے بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگیاں اللہ کے ذکر میں گزاریں اور اپنے متعلقین کو بھی فرائض و واجبات کی پابندی کے ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ کے ذکر میں

مشغول رہنے کی تاکید و تلقین فرماتے رہے، بلکہ امت کی خیر خواہی کے مقدس جذبہ کے تحت انہوں نے قرآن و حدیث اور دیگر روایات کی روشنی میں مختلف اذکار کو جمع کر دیا اور صبح و شام اور دن رات میں ان کو مخصوص تعداد میں پڑھنے کی ترغیب دلائی تا کہ ان پر عمل کرنے والوں کے دل روشن ہوں اور انہیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوں۔ اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت، الشاہ، امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ ایک عظیم فقیہ، محدث، مفتی اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ولی کامل، باکمال صوفی، صاحب قلب روشن، اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ آپ نے اپنے مجموعہ وظائف میں صبح و شام اور پانچوں نمازوں کے بعد کے اوراد و وظائف اور ان کے فضائل اور تزکیۂ قلب و نظر کے چند طریقے بیان فرمائے ہیں۔ یہاں صرف تزکیہ کا مطلب اور تزکیۂ قلب و نظر کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔

تزکیہ کا مطلب:

صوفیا کے نزدیک تزکیہ کا مطلب: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی نے تحریر فرمایا ہے کہ صوفیا کے نزدیک تزکیہ کا مطلب دل کو برے عقیدے، برے خیالات اور تصور غیر سے پاک کرنا ہے۔ دل کی صفائی یا وہبی ہے یا کسبی یا عطائی وہبی تزکیہ پیدائشی ہوتا ہے، کسبی اپنے اعمال سے جب کہ عطائی کسی کی نظر سے جیسے بادل اور سورج دور رہتے ہوئے بھی گندی زمین کو پاک کر دیتے ہیں ایسے ہی اللہ والوں کی نظر دور سے بھی گندے دل و نظر کو پاک کر دیتی ہے۔ (نور العرفان، الاعلیٰ، تحت الآیہ: ۱۴، ص: ۹۷۷)

تزکیۂ قلب و نظر کے طریقے درج ذیل ہیں:

(۱) کثرت درود پاک۔ (۲) تواضع اور محاسبہ نفس۔ (۳) مراقبہ۔ (۴) تصور شیخ۔ (۵) صحبت کامل۔ (۶) تنقید۔ (۷) ذکر خفی۔

(۱) کثرت درود پاک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ایک مقبول ترین عمل ہے یہ سنت الٰہیہ ہے اس کے کثرت سے ورد کرنے سے قلب و نظر پاک ہو جاتے ہیں۔

امام ابو عبداللہ ساحلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیۃ السالک میں فرماتے ہیں: ان من اعظم الثمرات واجل الفوائد المکتساب بالصلوٰۃ علیہ ﷺ انطباع صورتہ الکریمۃ فی النفس انطباعًا ثابتًا متأصلا متصلا وذٰلک بالمداومۃ علی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باخلاص القصد وتحصیل الشروط والاداب و تدبر المعانی حتی یتمکن حبہ من الباطن تمکنا صادقًا خالصًا یصل بین نفس الذاکر ونفس النبی ﷺ ویؤلف بینھما فی محل القرب والصفا۔

ترجمہ: ثمرات و فوائد کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کیے جاتے ہیں ان کے اعظم و اجل سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا پائیدار و مستحکم و دائمی نقش دل میں ہو جائے یہ یوں حاصل ہوتا ہے کہ نیت خالص و رعایت شروط آداب و غور و فکر معانی کے ساتھ حضور پر درود بھیجنے کی مداومت کریں یہاں تک کہ حضور کی محبت ایسے سچے خالص طور پر دل میں جم جائے جس کے سبب نفسِ ذاکر کو نفسِ اقدس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال اور محل تقرب و صفا میں باہم الفت حاصل ہو۔

علامہ فاسی محمد بن احمد ابن علی قصری رحمۃ اللہ علیہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں:

قد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیۃ التربیۃ بھا انہ اذا کمل لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ فلیشخص بین عینیہ ذاتہ الکریمۃ بشریۃ من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطلع صورتہ ﷺ فی روحانیتہ و بتالف معھا تالفا یتمکن بہ من الاستفادۃ من اسرارہ والاقتباس من انوارہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورۃ فیریٰ کانہ جالس عندہ قبرہ المبارک یشیرالیہ متی ما ذکرہ فان القلب متی ماشغلہ شئ امتنع من قبول غیرہ فی الوقت۔

ترجمہ: یعنی بعض علما جنہوں نے اذکار اور ان سے تربیت مریدین کی کیفیت بیان کی، فرماتے ہیں: کہ جب ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کامل کرے تو چاہیے کہ حضور سید عالم ﷺ کا تصورا پنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے کپڑوں میں اس غرض سے کہ حضور انور کی صورت اس کے آئینہ روح میں منقش ہو جائے اور وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور ﷺ کے اسرار سے استفادہ اور انوار سے اقتباس کر سکے وہ ہی عالم فرماتے ہیں جسے حضور کی صورت کریمہ کا تصور روزی نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار ذکر شریف کے ساتھ مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا رہے یہ اس لیے کہ دل کو جب ایک چیز مشغول کر لیتی ہے تو اس وقت دوسری کسی شی کو قبول نہیں کرتا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ جذب القلوب الی دیار المحبوب ﷺ و کتاب ترغیب اہل السعادات میں فرماتے ہیں: ''از فوائد صلاۃ بر سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ ست تمثل خیال وے ﷺ در عین کہ لازم کثرت صلاۃ ست یا نعت حضور و توجہ اللھم صل وسلم علیہ''۔

ترجمہ: حضور ﷺ پر درود پاک کے فوائد میں سے ہے کہ آنکھ میں حضور ﷺ کی خیالی صورت قائم ہو جاتی ہے جس کے لیے حضور کی نعت شریف کے ساتھ درود شریف کی کثرت لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:۵۸۵ تا ۵۸۷)

(۲) تواضع اور محاسبہ نفس:

تواضع کے معنی ہیں'' عجز و انکساری'' اپنے آپ کو فروتر سمجھنا، دوسروں کو حسب مراتب احترام دینا، حق کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور شریعت کے حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا۔ دینی امور میں تواضع کے معنی ہیں: رب کی رضا پر راضی ہونا، یعنی بندہ رب کی بندگی محض اس لیے نہ کرے کہ دین کی بات، اس کی رائے، خواہش، مزاج اور عادت کے مطابق ہے، بلکہ اس لیے کرے کہ وہ شارع کا حکم ہے۔ دین کے لیے عاجزی اختیار کرنا یعنی رسول اللہ ﷺ کے آگے جھک جانا ہے۔ ''فضیل رحمۃ اللہ علیہ گفت: ''تواضع آں است ک حق قبول کنی از ہر کہ باشد، اگر ہمہ کودکی باشد، واگر ہمہ جاہل ترین خلق باشد''۔

ترجمہ: حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ تواضع کے معنی یہ ہیں کہ تم حق بات کو قبول کرو خواہ اس کا کہنے والا کوئی ہولڑ کا ہو یا کوئی بہت ہی نادان شخص ہو۔

'' وابن المبارک رضی اللہ عنہ گوید: تواضع آں است کہ ہر کہ دنیا از تو کمتر دارد خویشتن از وی فروتر داری، ترجمہ: حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تواضع کے معنی یہ ہیں کہ دنیاوی حیثیت میں جو تم سے کم ہو تم اس سے تواضع سے پیش آو۔ (کیمیائے سعادت، ص:۶۵۵)

محاسبہ نفس کی تعریف:

محاسبہ کا لغوی معنی حساب لینا، حساب کرنا ہے۔ اور مختلف اعمال کرنے سے پہلے یا کرنے کے بعد ان میں نیکی و بدی اور کمی و بیشی کے بارے میں اپنی ذات میں غور و فکر کرنا اور پھر بہتری کے لیے تدابیر اختیار کرنا محاسبہ نفس کہلاتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اعمال کی کثرت اور مقدار میں زیادتی اور نقصان کی معرفت کے لیے جو غور کیا جاتا ہے اسے محاسبہ کہتے ہیں، لہٰذا اگر بندہ اپنے دن بھر کے اعمال کو سامنے رکھے تاکہ اسے (نیک اعمال کی) کمی بیشی کا علم ہو تو یہ بھی محاسبہ ہے۔'' (احیاء العلوم، ج:۵، ص:۳۱۹)

تصوف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اپنے کو سب سے حقیر سمجھے۔ نفس کے خیالات و حرکات کا برابر محاسبہ کرتا رہے۔ اسی

لیے ہم بڑے بڑے اولیائے کاملین کو دیکھتے ہیں کہ وہ خوفِ خاتمہ سے کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اور برابر اپنے کو گناہ گار ہی کہتے ہیں لکھتے رہتے ہیں اوران کا یہ کہنا توصرف زبانی ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان کا گناہ ہمارے جیسا گناہ ہوتا ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ ان کا عرفان ہماری معرفت سے بدر جہا زائد ہوتا ہے اور ہمارے خوف خدا کو ان کی خشیت الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ہم صریح گناہ کر کے بھی نہ خدا سے ڈریں، نہ رسول اور خلق سے شرمائیں مگران کا حال ہی کچھ اور ہے۔وہ جتنی بھی عبادت کرتے ہیں اپنے رب کے حضور اسے کچھ نہیں سمجھتے اور یہی خیال رکھتے ہیں کہ

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

امام احمد رضا کی پاک زندگی میں صوفیہ کا یہ عملی جوہر بھی بڑی آب وتاب سے نظر آتا ہے۔ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کا کیسا سخت محاسبہ رکھتے تھے اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کو کیسا کچھ کہا کرتے تھے۔فرماتے ہیں:

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
ناتواں کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

خصوصاً جہاں شفاعت سرکار کا ذکر لاتے ہیں وہاں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنی گناہگاری کا تذکرہ کچھ عجیب انداز میں کرتے ہیں۔

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیش تر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

خشک ہے خون کہ دشمن ظالم سخت خوں خوار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پرواہ دیکھ سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
کام زنداں کے کیے اور تمہیں شوق گلزار ہے کیا ہونا ہے
(حدائق بخشش)

امام احمد رضا کے زمانے میں رَوسَر کی شکر کا مسئلہ پیش آیا بڑا ہی عالمانہ ومحققانہ جواب سپرد قرطاس فرمایا، جس سے فی الجملہ اس شکر کی حلت ثابت ہوتی ہے، کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید آں جناب خود استعمال فرماتے ہیں اس لیے اتنی کاوش فرمائی ہے۔اس لیے آخر میں رقم طراز ہیں:

''فقیر غفرالله تعالیٰ لہ نے آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔نہ جو مسلمان استعمال کریں (ان کو) آثم خواہ بے باک جانتا ہے۔نہ توّرُع واحتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے۔نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفّع وتعلّی روا رکھے۔(فتاوی رضویہ، ج:۲، ص:۱۰۹۔۱۱۰)

آخری جملہ بار بار پڑھیے۔انکسار وتواضع کا کامل نمونہ بھی ہے اور درس عبرت بھی۔(امام احمد رضا اور تصوف)

(۳) مراقبہ:

معنی مراقبت: پاسبانی ونگاہ داشتن۔مراقبہ کا معنی ہے نگہبانی کرنا۔واصل مراقبت آں است کہ بداند کہ خدائی -تعالیٰ- بروے مطلع است در ہرچہ می کند وی اندیشد، وخلق ظاہر وی می بیند وحق -تعالیٰ- ظاہر وباطن وی می بیند (کیمیائے سعادت، ص:۴۸۶) **ترجمہ**: اصل مراقبہ ہے کہ بندہ یقین کے ساتھ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال اور خیالات سے واقف اور مخلوق صرف اس کے ظاہر کو دیکھتی ہے (باطن سے بے خبر ہے) حق تعالیٰ اس کے ظاہر وباطن دونوں دیکھتا ہے۔

جس نے یہ بات سمجھ لی اور یہ آگاہی اس کے دل پر غالب آگئی تو اس کا ظاہر وباطن زیور ادب سے آراستہ ہوجائے گا۔ انسان اگر اس بات کا یقین کرے کہ اللہ اس کے ظاہر وباطن سے واقف نہیں ہے وہ کافر ہے۔اور اگر ایمان لایا اور پھر اس کی مخالفت کی تو وہ بڑا دلیر اور بے شرم ہے۔اللہ فرماتا ہے: اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی۔ کیا بندہ اس بات کو نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ کہ حضرت ذوالنون مصری سری سقطی رضی اللہ عنہما کے اصحاب اور سید الطائفہ جنید رضی اللہ

عنہ کے اقران سے ہیں، فرماتے ہیں: "کل باطن یخالفه ظاهر فهو باطل"

ترجمہ: جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں، باطل ہے۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی اسی قول مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں: "لانه وسوسة شیطانیة وزخرفة نفسانیة حیث خالف الظاهر"

ترجمہ: اس لیے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر ائمہ اولیائے معاصرین حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں فرماتے ہیں: "من صحح باطنه بالمراقبة والاخلاص زین الله ظاهره بالمجاهرة واتباع السنة"

ترجمہ: جو باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کرلے گا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ وپیروی سنت سے آراستہ فرمادے۔

ظاہر ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم تو ثابت ہوا کہ جس کا ظاہر زیورِ شرع سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:۵۴۰ تا ۵۴۱)

(۴) تصورِ شیخ:

تصور کے معانی دل میں تصویر بنانا، خیال، منصوبہ، سوچ۔ (فیروز اللغات، ص:۳۶۲)

تصورِ شیخ خلوت میں آوازوں سے دور روبکان شیخ اور وصال ہوگیا تو جس طرف مزار شیخ ہو ادھر متوجہ بیٹھے، محض خاموش، باادب بکمال خشوع صورت شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے اور یہ خیال دل میں جمائے کہ نبی پاک سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں، میرا قلب قلب شیخ کے نیچے بحالتِ دریوزہ گری (یعنی سائل کی طرح) لگا ہوا ہے اس میں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آرہے ہیں، اس تصور کو بڑھائے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے، اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متشمل ہوکر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی اس کا حل بتائے گی۔ (الوظیفۃ الکریمہ، ص:۳۷)

شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں: "الطریق الثالث طریق الرابطة بالشیخ ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال وتتوجه الی القلب الصنوبری حتیٰ تحصل الغیبة والفناء عن النفس"

ترجمہ: یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ ہے چاہیے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت وفنا ہاتھ آئے۔

اسی میں ہے: "ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علی کتفك الایمن وتعتبر من کتفك الی قلبك امرًا ممتدًا وتاتی بالشیخ علی ذٰلك المر الممتد وتجعله فی قلبك فانه یرجی لك بذٰلك حصول الغیبة والفناء"

ترجمہ: یعنی اگر تو ترقی سے رُک رہے تو یوں چاہیے کہ صورت شیخ کو اپنے داہنے شانے پر اور شانے سے دل تک ایک امر کشید فرض کرلے اور اس پر صورتِ شیخ کو لاکر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لیے غیبت وفنا ملنے کی امید ہے۔

اسی انتباہ میں رسالہ عزیزیہ سے جس کی اجازت اپنے والد ماجد سے پائی لکھا:

صورتِ مرشد "پیشِ خود تصور کردہ بعد ذکر گوید الرفیق ثم الطریق درحق ایشاں ست وبرائے نفی خواطر نفسانی وہوا جس شیطانی ووساوس ظلمانی اثرے تمام وارد"۔

ترجمہ: مرشد کی صورت کو پیشِ خاطر رکھے اور ذکر کے بعد کہے: الرفیق اور پھر الطریق، مرشد کے حق میں ہے، یہ طریقہ

نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی نفی میں مؤثر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:۵۷۹)

شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزیہ میں زیر قولہ تعالیٰ واذکر اسم ربك لکھتے ہیں: یعنی یاد کن نام پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت و ہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بہ سر خواہ بخفی خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دو ضربی خواہ بحبس نفس خواہ بے حبس خواہ بدون برزخ خواہ بابرزخ الی غیر ذلک من الخصوصیات التی استنبطہا الماہرون من اہل الطرائق وتعیین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ و مرشد ست کہ بحسب حال ہر چہ را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ در آیت دیگر فرمودہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھ! دل، روح، سری، خفی، سانس یک ضربی یا دو ضربی ہو یا سانس بند کر کے ہو یا بغیر بند کیے ہو، برزخ کے ذریعہ یا بے برزخ کے وغیرہا خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صواب دید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے جس طرح دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اگر تم نہ جانو تو اہل ذکر سے سوال کرو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۵۸۰)

(۵) تنقید آداب:

ہر انسان کے کچھ چاہنے والے ہوتے ہیں کچھ نفرت کرنے والے ہوتے ہیں وہ کیا کیا کہتے ہیں۔ چوں کہ وہ نیکی میں بھی برائی ڈھونڈ تے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ سب کچھ کیسے حاصل کیا؟ کہا کہ دشمن ہمیشہ برائی ڈھونڈ تا ہے اچھائی نہیں ڈھونڈ تا جو وہ میری کمی اچھالتا میں فوراً اس کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ (گلستاں)

ذکر چہار ضربی:

چار زانو بیٹھے، بائیں زانو کی رگِ کیماس دہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کی برابر کی انگلی میں دبالے پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر "لا" کا لام یہاں سے شروع کر کے دہنے گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے اب یہاں سے "الٰہ" کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف دہنے شانے تک کھینچ لے جائے اور "ہ" کی دہنی طرف خوب منہ پھیر کے کہے، پھر وہاں سے "اِلَّا اللہ" بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار، یا حسب قوت کم سے شروع کرے پھر حسبِ طاقت وفرصت بڑھاتا جائے، بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے جب حرارت بڑھنے لگے بہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ" کہہ کے تسکین پائے گا، مگر مبتدی جب تک زنگ دور نہ ہو خالص حرارت کا محتاج ہے۔

ذکر خفی:

دونوں آنکھ بند کیے، زبان کو تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے، ان پانچ طریقوں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

(۱) سر جھکا ناف سے "لَا" کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا "اِلٰهَ" کی "ہ" دماغ تک لے جائے اور معاً "اِلَّا اللہ" کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کر کے۔

(۲) اسی طور پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوْ" اس میں دوسرا جز "اِلَّا هُوْ" ہوگا۔ (۳) "اِلَّا اللہ" کو پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر "اِلَّا اَل" دماغ تک لے جائے اور معاً "لٰہُ" وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔ (۴) فقط "اَللّٰہُ" پہلا ہمزہ ناف سے شروع کر کے "اَللّٰ" کو دماغ تک پہنچائے اور بدستور "ہُ" کی ضرب کرے۔ (۵) محض "اللہُ" بسکون ہا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر

"لَاھُم" دماغ تک اور "لَاھُ" کی ضرب اسے سو بار سے شروع کرکے حسب وسعت ہزاروں تک پہونچائے۔

پاسِ اَنفاس:

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے، بیٹھے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔ (الوظیفۃ الکریمۃ، ص:۳۷)

چند اعمال جن سے قلب ونظر روشن ہوتے ہیں:

(۱) آئینہ قلب پر جلانے کے لیے:

یہ عمل عجیب ترین ہے۔ اس عمل کا کرنے والا ایسے حیرت انگیز مناظر دیکھتا ہے کہ خود محو حیرت رہتا ہے یہ عمل تہجد پڑھنے والوں کے لیے ہے۔ تہجد کا وقت عشا پڑھ کر سونے کے جس وقت آنکھ کھلے وہی تہجد کا وقت۔ مثلاً اگر عشا ۹ ربجے پڑھ کر سو گیا ساڑھے نو بجے آنکھ کھل گئی تو وہی وقت تہجد ہے۔ تہجد کے لیے سونا شرط ہے۔ تہجد کی کم سے کم ۲ رکعت اور افضل ۱۲ رکعت اور زیادہ کی کوئی مقدار نہیں ہے۔ ۶ سلام سے ۱۲ رکعت پڑھنا ہیں۔ ہر پہلی رکعت میں بعد الحمد والضحیٰ دوسری میں الم نشرح ۳۔۳۔ بار پڑھیں۔ بعدہٗ یَا جِبْرِیْلُ تَجَلَّلْتَ بِالْجَلَالِ وَالْجَلَالُ فِیْ جَلَالِكَ یَا جَلِیْلُ۔ ۷۳ بار۔ اول آخر درود شریف ۳/۳ بار اس کے بعد اس طرح دعا کرکے سو رہیں۔

(اگر شب میں پڑھیں تو ہرگز نہ سوئیں۔ فجر قضا ہونے کا خطرہ ہے) وہ دعا یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے عالم کو بے سبب پیدا کیا اور آسمان کو بے ستون کھڑا کیا، تنور سے پانی جاری کیا اور پتھر سے ناقہ نکالا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے ظہور میں لایا اور ہمارے نبی ﷺ کو علم اولین وآخرین سے سرفراز فرمایا۔ الٰہی اس نبی کی برکت سے مجھ کو نورِ ایمان وعرفان کمالی عطا فرما اور نفس ودل وجان کو اپنے نورِ احدیت ووحدانیت سے روشن کر۔

(۲) برائے نورانیت قلب:

یہ عمل کشفِ قبور اور کشفِ قلوب کے لیے بہت مجرب ہے۔ اوّل دو رکعت نفل ادا کریں پھر یَا جَمِیْلُ تَجَمَّلْتَ بِالْجَمَالِ وَالْجَمَالُ فِیْ جَمَالِكَ یَا جَمِیْلُ ۳۳۲ بار پھر ۷۰ بار یہ دعا پڑھیں۔

اِلٰهِیْ قَلْبِیْ مَحْبُوْبٌ وَنَفْسِیْ مَعْیُوْبٌ وَعَقْلِیْ مَغْلُوْبٌ وَطَاعَتِیْ قَلِیْلٌ وَمَعْصِیَتِیْ كَثِیْرٌ فَكَیْفَ حِیْلَتِیْ یَاسَتَّارُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اوّل وآخر درود شریف ۱۱ ربار۔ (شمع شبستان رضا، حصہ چہارم، ص:۶۲ تا ۶۳)

(۳) یَامَلِكُ: تصفیہ قلب اور تسخیر اور حصول منصب و مرتبہ کے لیے ہر روز نوے (۹۰) مرتبہ پڑھنا از حد مفید ہے۔ (مجموعہ اعمال رضا حصہ سوم، ص:۸)

(۴) یَاقُدُّوْسُ: ہر روز سو (۱۰۰) بار زوال آفتاب کے وقت پڑھے صفائی قلب نصیب ہو۔ (المرجع السابق)

(۵) یَافَتَّاحُ: صفائی قلب ونورانیت کے لیے مفید ہے چاہے کہ بعد نماز صبح سینہ پر ہاتھ رکھ کر سات یا ستر مرتبہ اس اسم پاک کو پڑھے۔ (مجموعہ اعمال رضا، حصہ سوم، ص:۱۲)

زباں سے کہہ بھی لیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل وخیال مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اختتامیہ: اگر ہم اعلیٰ حضرت، مجدد اعظم، امام احمد رضا خاں کے ان ارشادات اور بیان کردہ وظائف پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان شاء اللہ ہمارا دل نور الٰہی اور عشق نبوی سے منور وروشن ہو جائے گا۔

☆ عبد القادر مصباحی صدر المدرسین مدرسہ غوثیہ، موضع رام پور گھنہ، ضلع امروہہ، یوپی۔

حقوق العباد اور امام احمد رضا

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی*

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ سرزمین ہندوستان کی ایک عظیم انقلاب آفریں اور متنوع شخصیت کا نام ہے، آپ نے جس خانوادہ میں آنکھیں کھولیں وہ خانوادہ خاندانی شرافت ووجاہت، دینی شان وشوکت، سماجی عزت وعظمت، اخلاقی اقتدار ومنزلت اور دنیاوی اثر ورسوخ کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں، امام العلما مفتی رضا علی خان اسی عظیم وجلیل خانوادہ کے وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے اپنی علمی وفکری، دینی ومذہبی اور اخلاقی وسماجی خدمات سے ایک عالم کو سیراب کیا، وطن عزیز ہندوستان کو انگریزی سرکار کی غلامی سے چھڑانے کے لیے اہلیان وطن کے اندر آزادی کی روح پھونکنے والوں میں آپ کا نام سرفہرست آتا ہے، امام المتکلمین مفتی نقی علی خان قادری آپ ہی کے فرزند سعید تھے، آپ اپنے وقت کے کہنہ مشق مفتی، نکتہ سنج فقیہ، عظیم محقق اور کثیر علوم وفنون کے بحر ناپید کنار اور عظیم شاہکار تھے آپ کی بافیض درسگاہ سے سیکڑوں تشنگان علوم وفنون نے اپنی علمی سیرابی حاصل کی، آپ کے فیض یافتگان میں اپنے اپنے وقت کے بڑے فقہا ومحدثین کے اسمائے گرامی ذکر کیے جاتے ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ اسی علمی ودینی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے، اللہ عزوجل نے آپ کو حیرت انگیز ذہانت وفطانت اور کمال فضل وتقویٰ عطا فرمایا تھا، آپ خداداد صلاحیت ولیاقت سے ۵۵؍ سے زائد علوم وفنون پر نہ صرف کامل عبور رکھتے تھے بلکہ بہت سے علوم وفنون میں آپ کو موجد ہونے کا درجہ حاصل تھا، آپ نے زندگی کا ہر ہر لمحہ شریعت محمدیہ کی احیا وتبلیغ میں صرف فرمایا، آپ کی کثیر دینی وعلمی کارناموں، احیاء دین وملت، ناقابل تسخیر مقبولیت اور وہبی علوم وفنون میں مہارت وحذاقت کو دیکھ کر حل وحرم، عرب وعجم اور ہند وسندھ کے اکابر علما ومحققین نے بالاتفاق چودہویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا، لاریب آپ نے جو تجدیدی کارنامے انجام دیئے رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے۔

آپ نے جہاں بدمذہبوں کے رد وابطال اور گستاخان خدا ورسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے مناظروں کی ٹیم تشکیل دی، شرعی مسائل حل کرنے کے لیے فقہا کی کھیپ تیار کی اور امت مسلمہ تک دین وسنیت کا پیغام عام کرنے کے لیے داعیان اسلام پیدا کیے وہیں بذات خود مسند رشد وہدایت پر متمکن ہو کر پوری دنیا کے لوگوں کو دین وسنیت کا پیغام عام کیا، آپ کی تصنیفات وتالیفات اور آپ کے اقوال وفرامین میں اصلاح امت کی روشن تعلیمات اور پاکیزہ ہدایات بخوبی پائی جاتی ہیں، آپ کی تحریرات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج، عدل پرور اور عدل پسند آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اصلاح امت کے حوالے سے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، یقینا کفر والحاد، فسق وفجور اور ضلالت وگمرہی کے زمانے میں بے خوف لومۃ لائم آپ کا قلم ہر گھڑی سیال رہا اور فرزندان اسلام کی اصلاح فرما کر انہیں شاہراہ ترقی پر لا کر کھڑا کر دیا آپ کی تصنیفات اور تالیفات اور اقوال وفرمودات میں فتاویٰ رضویہ عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ ایک مثالی اور پاکیزہ معاشرہ تشکیل دینے کے خواہاں تھے، چوں کہ ایک صالح اور دینی معاشرہ کی بڑی علامت ونشانی یہ ہے کہ اس سماج کے جملہ افراد ایک دوسرے کے حقوق کو جانیں اور مکمل دیانت داری سے ان حقوق کو ادا کریں، جس کی طرف پیغمبر اسلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان واضح اشارہ کرتا ہے: فاتوا کل ذی

حق حقہ یعنی ہر حق والے کو اس کا حق دو،ایک دوسرے کے حقوق پہچانے اوران کی ادائیگی کے بغیر ایک صالح اور منظم سماج کا تصور ممکن نہیں،اس لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے آپسی حقوق شناسی کی نزاکت وحساسیت کے پیش نظر اپنے رسائل وفتاویٰ میں کئی طرح کے حقوق مثلا میاں بیوی کے حقوق،اولاد پر والدین کے حقوق اور والدین پر اولاد کے حقوق وغیرہ کی تفصیلات بیان فرمائیں جس پر آپ کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والے یہ گراں قدر اور تحقیقی رسالے شاد ل عدل ہیں [۱] الحقوق لطرح العقوق [۲]مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد۔

ذیل میں امام احمد رضا قدس سرہ کے رسائل وفتاویٰ سے حقوق شناسی کے جلوے ملاحظہ کریں۔

اولاد پر والدین کے حقوق:

اولاد پر ماں باپ کے بے شمار حقوق ہیں جن میں سے بعض حقوق ظاہری زندگی کے اور بعض حقوق بعد وصال کے،امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ بالخصوص اپنے رسالہ مبارکہ ’’الحقوق لطرح العقوق‘‘ میں دونوں قسم کے حقوق بیان فرمائے ہیں،حیات ظاہری کے حقوق کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں آپ رقم طراز ہیں:

اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم ،قال اللہ تعالیٰ:ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی،اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے اور اسے جنا تکلیف سے اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔اس آیت کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہوگیا شمار فرمایا اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا،یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا فرماتا ہے:شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا ،اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ،ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأہ قال زوجھا قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ یعنی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے فرمایا: شوہر کا،میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا:اس کی ماں کا۔مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلا سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے وعلی ھذا القیاس ۔[ملخصا فتاویٰ رضویہ مترجم،ج ۲۴،ص ۳۹۰۔۳۸۷]

ایک دوسرے مقام پر متعدد احادیث طیبہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

’’بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو وہ اس کے حیات ووجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی ودنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت وکمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں،اس

کے آرام کے لیے ان کی تکلیفیں خصوصا پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہوسکتا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لے اللہ ورسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اوران کی ربوبیت ورحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکر لی ولوالدیك حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا، حدیث شرف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہوجاتا میں ۶ رمیل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیاہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہوگیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لعله ان یکون بطلقة واحدة یعنی تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید انَ میں سے ایک میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہوسکے" [ملخصا فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۴ ص ۴۰۲-۴۰۱]

خاص بعد وفاتِ والدین اولاد پر عائد ہونے والے حقوق پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے آپ قلمبند فرماتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلا حق بعدِ موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔ (۲) ان کے لیے دعا واستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔ (۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انھیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انھیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔ (۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کی ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔ (۵) ان پر کوئی قرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلیٰ ھذا القیاس ہر طرح ان کی برائت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔ (۶) انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کی نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعا اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلا وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعا تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔ (۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلا ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا، تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔ (۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں یٰسین شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔ (۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔ (۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔ (۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔ (۱۲) سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش

ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۳۹۱ ۳۹۲]

والدین پر اولاد کے حقوق:

فتاویٰ رضویہ میں ماں باپ پر اولاد کے اسی (۸۰) حقوق بیان کیے گیے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں آذان، بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔ (۲) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے (۳) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودہویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لیے ایک، پسر کے لیے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے (۴) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔ برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے (۵) عبداللہ، عبد الرحمٰن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت وحمد کے نام یا انبیا اولیا یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیا وآخرت میں کام آتی ہے (۶) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل (۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے (۸) اپنے چند بچے ہوں جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے (۹) سفر سے آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ ضرور لائے (۱۰) بیمار ہوں تو علاج کرے (۱۱) زبان کھلتے ہی "اللہ" "اللہ" پھر پورا کلمہ "لا الہ الا اللہ" پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے (۱۲) جب تمیز آئے ادب سکھائے، کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے (۱۳) قرآن مجید پڑھائے (۱۴) استاد نیک صالح متقی، صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کردے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ (۱۵) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ (۱۶) عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔ (۱۷) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔ (۱۸) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۲۰) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔ (۲۱) علم دین خصوصاً وضو، غسل نماز وروزہ کے مسائل توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا، برائیوں کے رذائل پڑھائے۔ (۲۲) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔ (۲۳) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔ (۲۴) جب جوان ہو شادی کردے، شادی میں وہی رعایت قوم ودین سیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ (۲۵) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الہیہ جانے اسے سینا، پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکھائے (۲۶) سورۂ نور کی تعلیم دے۔ (۲۷) بیٹیوں سے زیادہ دلجوئی رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ (۲۸) دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔ (۲۹) جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔ (۳۰) نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے۔ (۳۱) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔

(۳۲) شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے

دے اگر چہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے گھر کو ان پر زنداں کر دے۔ (۳۳) بالا خانوں پر نہ رہنے دے۔ (۳۴) گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔ (۳۵) جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے۔ (۳۶) حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔ (۳۷) زنہار کسی فاسق فاجر خصوصا بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔ وغیرہ [فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۵۲ تا ۴۵۶، مترجم]۔

شوہر پر بیوی کے حقوق:

نفقہ، سکنی، مہر، حسن معاشرت، نیک باتوں اور حیا وحجاب کی تعلیم وتاکید اور اس کے خلاف سے منع التہدید، ہر جائز بات میں اس کی دلجوئی اور مردان خدا کی سنت پر عمل کی توفیق ہو تو ماورائے مناہی شرعیہ میں اس کی ایذا کا تحمل کمال خیر ہے اگر چہ یہ حق زن نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۳۷۱]

بیوی پر شوہر کے حقوق:

امور متعلقہ زن شوی میں مطلقاً اس کی اطاعت کہ ان امور میں اس کی اطاعت والدین پر بھی مقدم ہے، اس کے ناموس کی بشدت حفاظت، اس کے مال کی حفاظت، ہر بات میں اس کی خیر خواہی، ہر وقت امور جائز میں اس کی رضا کا طالب رہنا، اسے اپنا مولیٰ جاننا، نام لے کر نہ پکارنا، کسی سے اس کی بیجا شکایت نہ کرنا، اور خدا توفیق دے تو بجا سے بھی احتراز کرنا، بے اس کی اجازت کے آٹھویں دن سے پہلے والدین یا سال بھر سے پہلے اور محارم کے یہاں جانا، وہ ناراض ہو تو اس کی انتہائی خوشامد کر کے اسے منانا، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر کہنا کہ یہ میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تم راضی ہو یعنی میں تمہاری مملوکہ ہوں جو چاہو کرو مگر راضی ہو جاؤ۔ [ایضا]

پیر پر مرید کے حقوق

مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ اسے مثل اپنی اولاد کے جانے، جو بات بری دیکھے اس سے منع کرے، روکے، نیکیوں کی ترغیب دے، حاضر وغائب اس کی خیر خواہی کرے، اپنی دعا میں اسے شریک کرے، اسی کی طرف سے براہ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے، اس پر اپنے نفس کے لیے ناراض نہ ہو، اس کی ہدایت کے لیے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے، اس کے مال سے کچھ طلب نہ رہے، تا بمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے وغیرہ وغیرہ۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴ ص ۳۶۹-۳۶۸]

مرید پر پیر کے حقوق

"پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے، اس کے حضور بات نہ کرے، ہنسنا تو بڑی چیز ہے، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے، اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے، جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے، دیر نہ کرے، سب کاموں پر اسے تقدیم دے، اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے، اس کی موت

کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے، روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ ودرود کا ثواب پہنچائے، اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے، غرض اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پرکار بند رہے وغیرہ وغیرہ، جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں، نزع میں، قبر میں، حشر میں، میزان پر، صراط پر، حوض پر، ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی، اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے، یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور پرنور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العالمین تک مسلسل چلا گیا ہے، وہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۳۶۹]

دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننے اور انہیں بروقت ادا کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے، امام اہل سنت کے درجات عالیہ روز افزوں بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں افکار امام احمد رضا اور ان کی پاکیزہ تعلیمات پر سختی سے گامزن رکھے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

خادم: نوری دار الافتا، بھیونڈی

استاذ شعبۂ حدیث الجامعۃ الرضویہ کلیان، ممبئی

منقبت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا

اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا

شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو

اے خضر مجمعِ بحرین ہے چشمہ تیرا

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفٰے کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا

جس نے دیکھا مری جاں جلوہ زیبا تیرا

ابن زہرا کو مبارک ہو عروس قدرت

قادری پائیں تصدق مرے دولھا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے

کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

فخر آقا میں رضاؔ اور بھی اک نظم رفیع

چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا

از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ

باسمہ تعالیٰ وتقدس

باب سوم

بدعات وخرافات کے ردّو ابطال میں اعلیٰ حضرت کی مساعی جمیلہ

☆ شادی بیاہ کی رسومات اور امام احمد رضا کے اصلاحی افادات

مفتی محمد افتخار الحسن قادری امجدی

☆ دعوت میت اور قبور مسلمین کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے ارشادات

مولانا شاداب امجدی

☆ مروجہ تعزیہ داری کے ردّو ابطال میں اعلیٰ حضرت کا کردار

مفتی محمد گلریز رضا مصباحی

☆ حرمت سجدہ تعظیمی الزبدۃ الزکیہ کے آئینے میں

مفتی اشاعت الاسلام مصباحی

☆ مزارات پر عورتوں کی حاضری اور جمل النور کی تجلیات

مولانا محمد ہاشم رضا مصباحی

شادی بیاہ کی رسومات اور امام احمد رضا کے اصلاحی افادات

محمد افتخار الحسن قادری امجدی بجنوری٭

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز ایک ہمہ گیر شخصیت، یگانہ روزگار ذات اور عظیم عالم بالسنہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو شان مجددیت عطا فرمائی اور آپ نے اس منصب جلیل کی تمام تر ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دینے میں زندگی صرف فرمائی ہر قبیح فتنے، باطل فرقے، قدیم وجدید غیر شرعی رسومات، بدعات سیئات ومنکرات کی کھلے بندوں سرکوبی فرمائی اور مسلم امہ کی دینی اسلامی رہنمائی کے لئے علمی، فکری، تحقیقی تصنیفات وتحریرات، کتب وفتاواجات کا گراں قدر سرمایہ چھوڑا جو آج بھی گم گشتگان راہ حق کے لئے ہدایت کا روشن مینارہ ہیں۔ بیاہ شادی میں پائی جانے والی فرسودہ مراسم اور بدعتوں کی آلودگیوں کو ختم کر کے شریعت مقدسہ کے پاکیزہ اصول سے امت کو روشناس کرانے میں امام اہل سنت قدس سرہ کا کتنا انقلابی اور کلیدی رول رہا ہے یہ ان کے رسالہ ھادی الناس فی رسوم الاعراس اور دیگر رسائل وفتاویٰ سے خوب عیاں ہے۔

مسلمان اسلامی روایات کے خلاف شادیوں میں بڑے فخر کے ساتھ ناچ، گانے، ڈھول، تاشے، باجے، آتش بازیاں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں اور ان بیہودہ رسم ورواج میں ہر خاص وعام مبتلا ہے، کل تک جس کے بارے میں اہل اسلام سوچنا بھی گناہ سمجھتے تھے آج وہی سب برسرے عام شان وشوکت کے ساتھ کر رہے ہیں اور وہ اس بات سے بالکل بے خبر ہیں کہ یہ سب ناجائز رسمیں یہود ونصاریٰ کے کلچر کا حصہ ہیں اس میں مسلمانوں کے لیے سوائے دنیوی اور اخروی نقصان کے کوئی بھلائی نہیں، اس سے مذہبی وقار مجروح ہوتا ہے، اسلامی روح فنا ہوتی ہے اور شرعی رنگ وآہنگ متاثر ہوتے ہیں۔

شادیوں میں غیر اسلامی کاموں پر خرچ ہونے والی رقم سے اسلامی تقدس تو پامال ہوتا ہی ہے ساتھ ہی مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشی زندگی بھی بحران کا شکار ہوجاتی ہے اگر امام اہل سنت کی تعلیمات پر شادیوں کو عمل میں لایا جائے تو ان تمام نقصانات سے حفاظت ممکن ہے۔

شادی کی جائز اور ناجائز رسومات کو امام اہل سنت کی تحریر کے آئینہ میں پڑھتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کی شادیوں کو اسلامی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دولہا یا دلہن کا انتخاب:

شادی بیاہ میں سب سے پہلا مرحلہ دولہا یا دلہن کا انتخاب ہوتا ہے اس سلسلہ میں شرعی تقاضوں کو مدنظر رکھنا ہر سنی مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے، پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دلہن کے انتخاب کا دنیوی معیار اور شرعی اصول ارشاد فرمایا" تنکح المرأۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك "(بخاری، الحدیث: ۵۰۹۰) عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے اس کے مال اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر اگر تو ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھے ندامت ہوگی) مگر اس پرفتن دور میں ہمارے سنی بھائی دولت، ڈگری، نوکری، خوبصورتی، عمدہ مکان، بڑی دوکان وغیرہ مادی زوال پذیر اشیا

دیکھ کر لڑکا اور لڑکی کا انتخاب کرتے ہیں، عقیدہ وعمل کی طرف توجہ دینے کی بالکل زحمت نہیں فرماتے بعدہ جو نتیجہ سامنے آتا ہے سب واقف ہیں حالاں کہ سب سے پہلے تحقیق کرنا چاہیے کہ جس کا انتخاب کرنے جا رہے ہیں دیوبندی، وہابی، غیر مقلد، رافضی، خارجی، قادیانی، نیچری، شمع نیازی، صلح کلی یا دیگر بدعقیدہ بد مذہب باطل فرقہ سے تو نہیں کیونکہ ان سب باطل فرقوں سے سنی لڑکا یا لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لیے کہ انعقاد نکاح کے لئے دونوں کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ایسے ہی ضروری ہے جیسے چھت کے لئے دیوار۔

بدعقیدوں کے یہاں لڑکا یا لڑکی بیاہنے کے متعلق امام اہل سنت نے ایک رسالہ بنام ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (معزز خواتین کو جہنم کے کتوں کے نکاح میں نہ دیتے ہوئے انہیں رسوائی سے بچانا) تحریر فرمایا جس کا ایک اقتباس حاضر خدمت ہے:

''غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ وضلالیہ کتاب "جامع الشواهد فی اخراج الوهابیین عن المساجد" میں ان کی تصانیف سے نقل کئے اور ان کا گمراہ وبد دین ہونا بر وجہ احسن ثابت کیا بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدۂ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل وزنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلا صحیح نہیں اور اگر عقیدۂ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بد مذہب سے مناکحت بحکم آیت وحدیث منع ہے''۔[فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۲۷۳]

دوسری جگہ تحریر فرمایا''وہابی یا غیر مقلد سے میل جول مطلقا حرام ہے اور اس کے ساتھ شادی بیاہ خالص زنا''۔(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۲۹)

روافض زمانہ شیخین کریمین کے گستاخ اور دیگر عقائد کفریہ کے حامل و پرچارک ہیں، اہل سنن کو ان سے میل جول، رشتہ داری، تیمارداری ومناکحت قطعا روا نہیں ان کا شرعی حکم امام اہل سنت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں

''آج کل کے عام رافضی منکران ضروریات دین اور باجماع امت کفار ومرتدین ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوی اور رسالہ المقالة المسفرة عن احکام البدعة المکفرة میں کردی ہے آج کل رافضیوں میں مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ کوؤں میں سپید رنگ والا۔ ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی اور زنائے خالص ہے۔ جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے اس عقد باطل کے ذریعہ سے۔ جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں زانیہ، فاجرہ، قحبہ، فاحشہ، روسی، رنڈی، بدکار جو اسے پسند کرتا ہو وہ اس کبیرۂ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے''۔[فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۲۲۰]

اور دور حاضر کے سنی نما نیم رافضی کو بھی بیٹی دینا یا لینا شرعا گناہ وممنوع ہے۔

تیسرے مقام پر تمام فرقہائے باطلہ کا حکم تحریر فرمایا: وہابی ہو یا رافضی جو بد مذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے (جیسے قادیانی، شمع نیازی، نیچری، سلفی، مودودی وغیرہ) تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی مرد وعورت مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا۔'' (ماخذ سابق، ص:۳۷۷)

بعض تواریخ کو منحوس یا نقصان دہ سمجھنا:

انتخاب دلہن کے بعد دوسرا مرحلہ تاریخ نکاح کا تعین ہوتا ہے اس معاملہ میں بھی لوگوں میں یہ غلط فہمی اور رسم رائج ہے کہ ۱۳، ۸، ۱۸، ۲۸ تواریخ اور بعض ایام مثلا اتوار، بدھ، جمعرات میں نکاح کرنا دلہا و دلہن کے لیے غیر مفید اور نقصان دہ ہوتا ہے جب کہ خالق کائنات کے تخلیق فرمودہ ایام وتواریخ باعث مضر

نہیں، مذکورہ تواریخ کو منحوس سمجھنا اسلامی عقیدہ و تعلیم کے خلاف ہے ان تواریخ میں شادی کے متعلق امام اہل سنت سے استفتا کیا گیا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا ''یہ سب باطل و بے اصل ہیں۔''
(فتاوی رضویہ، ج:۲۳، ص:۲۷۲)

مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے توہمات اور باطل خیالات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی ایسی سوچ سے بچائیں۔

غیر محرم عورتوں کا دولہا کو اپٹن ملنا اور ہنسی مذاق کرنا:

یوم نکاح سے ایک دو روز قبل خاندان اور محلہ کی وہ عورتیں جن سے عوام کے خیال کے مطابق مذاق کا رشتہ ہے دولہا کو ہلدی وغیرہ کا پیسٹ لگاتی ہیں اور کوئی مٹھائی تقسیم کرکے خوب ہنسی مذاق کرتی ہیں اس کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

''اپٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولہا کی عمر نو دس کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں اپٹن ملنا بھی گناہ و ممنوع نہیں، ہاں بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا نا جائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی، یہ حرام اور سخت حرام ہے اور عورت و مرد کے مذاق کا رشتہ شریعت نے کوئی نہیں رکھا یہ شیطانی و ہندوانی رسم ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج:۲۲، ص:۲۴۵)

اگر عورتیں ہی عورتیں آپس میں ہنسی مذاق کریں اور کوئی مراہق و بالغ مرد شامل نہ ہو تو مندرجہ ذیل صورتوں کے ساتھ اس کی اجازت ہے۔

محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو اور نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے، اور شوہر کے ساتھ موجب اجر اور یہاں کثرت میں بھی حرج نہیں اگر اس کے خلاف مرضی نہ ہو''۔
(فتاوی رضویہ، ج:۲۳، ص:۱۹۴)

عورتوں کا شادیوں میں بے پردہ شرکت کرنا:

عورت کا جسم سر سے پاؤں تک قابل ستر ہے جس کا چھپانا ضروری ہے اگر بوقت ضرورت کوئی اسلامی بہن گھر سے باہر جائے تو پردہ کا مکمل خیال رکھے اور جو عورتیں سج دھج کر بے پردہ گھروں سے باہر نکلتی ہیں تو وہ اللہ و رسول کی بے شمار لعنتیں اور ماتھے پر داغ فسق لے کر لوٹتی ہیں جیسا کہ آج کل شادیوں کے پروگراموں میں عورتوں کو بے پردہ دیکھا جاتا ہے جن محفلوں میں بے پردہ عورتیں شامل ہوں ان کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہ کا دوٹوک فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

''اگر وہ (عورتیں) موٹے اور گھیردار کپڑے پہنے سر سے پاؤں تک جسم ڈھانپے نکلتی ہیں کہ سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے بال یا گلا یا بازو کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا جب تو حرج نہیں ہوتا ورنہ وہ عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دیوث ہیں ان سے احتراز چاہیے (جن محفلوں میں بے پردہ عورتیں حاضر ہوں اس میں شرکت نہ چاہیے) اسی بنا پر کہ فاسقوں سے میل جول مناسب نہیں''۔ (فتاوی رضویہ، ج:۲۱، ص:۷۶۳)

دولہا کو پھولوں کا سہرا پہنانا جائز ہے:

ایسا سہرا جس میں نکلی پنی وغیرہ نہ ہو خالص پھولوں سے تیار کیا گیا ہو اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اسے ضروری یا مستحب نہ جانے مبتدعین تشبہ بالغیر کا سہارا لے کر اسے بھی ناجائز کہتے ہیں امام اہل سنت قدس سرہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے اہل بدعت کی خوب مرمت کی اور اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو فرمائی جس میں دلائل واضحہ سے ثابت کیا کہ اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ تنگی صفحات مکمل فتوی نقل کرنے کی اجازت نہیں دے رہے اس لئے ایک اقتباس پر اکتفا کر رہا ہوں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ''پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور ہے رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی

ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل اور تمام عادات ورسوم مباحہ کے مباح رہے گا، شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا ورسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے اور نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے" مزید وضاحت کے بعد فرماتے ہیں" جب یہ قاعدہ شرعیہ معلوم ہولیا تو سہرے کا حکم خود ہی کھل گیا اب جو اسے ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت بتائے وہ خود قرآن مجید وحدیث سے ثابت کر دکھائے۔ ورنہ جان برادر! شرع تمہاری زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہو بے دلیل حرام وممنوع کہہ دو (تشبہ بالغیر کا سہارا لے کر حرام ٹھہرانے والوں کے قیاس فاسدہ کا جائزہ لینے کے بعد فرمایا)" کیا نلکیوں اور پنی کا نہ ہونا اور اس (پھولوں کے) سہرے کی صورت اُن (کفار) کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا (یعنی کفار کے سہرے سے اس قدر فرق تشبہ بالغیر نہ ہونے کے لئے کافی نہیں، کافی ہے) مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا" اصل بات یہ ہے کہ بر بنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت اسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصد مشابہت ہو یا وہ فعل اہل باطل کا شعار وعلامت خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں یا اگر خود اس کی مذمت شرع مطہرہ سے ثابت ہو تو برا کہا جائے گا ورنہ ہرگز نہیں اور سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے" پوری بحث کا خلاصہ یوں فرماتے ہیں" بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعا منع نہ شرعا ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے، کہ کی کیا، نہ کی کیا، اس کے سوا جو کوئی اسے حرام، گناہ، بدعت وضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، بر سر باطل اور جو اسے ضروری لازم اور ترک کو شرعا موجب تشنیع جانے وہ نرا جاہل"۔ [فتاوی رضویہ، ج:۲۳،ص:از ۳۱۹ تا ۳۲۲]

مرد کا ہاتھوں یا تلوؤں میں مہندی لگانا:

بلاد ہند میں دلہا کے ہاتھوں میں دلہن کی طرح مہندی لگانے کا بھی عام رواج ہے، ہاتھوں میں مہندی لگانا عورت کی زینت ہے، حبیب کبریا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں عتبہ کی بیٹی ہندہ رضی اللہ تعالی عنہا نے آپ سے بیعت ہونے کی گذارش کی تو آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بیعت نہیں کرتا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں میں (انہیں رنگین کرکے) تبدیلی نہ لائے، ایک صحابیہ کو فرمایا" بے مہندی لگائے اپنا ہاتھ مردوں کا سا رکھتی ہو" ایک دوسری صحابیہ کو فرمایا" اگر تو عورت ہوتی تو ضرور اپنے ہاتھوں کی سادگی کو مہندی لگا کر تبدیل کر دیتی"۔ [ابوداود، مسند احمد] معلوم ہوا مہندی لگانا عورت کی پہچان اور اس کی زینت ہے، مردوں کا مہندی لگا کر عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے قطعا درست نہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے معاشرہ میں پھیلی اس بیماری سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے حکم شرع سنایا" مرقات شرح مشکوۃ میں ہے مہندی لگانا عورتوں کے لئے سنت ہے لیکن مردوں کے لئے مکروہ ہے مگر جب کہ کوئی عذر ہو (تو پھر اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کے مہندی استعمال کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہوگی" فرماتے ہیں" میں کہتا ہوں کہ یہ کراہت تحریمی ہے اس حدیث کی وجہ سے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں"۔ [فتاوی رضویہ، ج:۲۴،ص:۵۴۳]

گانے، باجے، ڈھول تاشے بجانے کا شرعی حکم:

شادی کے موقع پر لوگ ان چیزوں کا استعمال اظہار خوشی کے لئے کرتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں خوشی کے اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ یہود ونصاری اور مستشرقین کے لہو ولعب اور موج مستی کے سامان اور صدہا برائیوں کا مجموعہ ہیں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تین کھیلوں کے سواء کسی کھیل کی اجازت نہیں دی لہذا یہ

اسباب بے حیائی وفحاشی ہمارے استعمال کے سامان نہیں۔

امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :یہ گانے باجے کہ ان بلاد میں معمول ورواج ہیں بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہیں خصوصا وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خران بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا ‘‘

چھوٹی چھوٹی بچیوں کے متعلق فرمایا: کنیزوں کا گانا کہ محض طبعی طور پر ہو، نہ قواعد موسیقی پر تعلیم کیا ہوا، اور اس میں فحش وغیرہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، نہ اس میں فی الحال فتنہ ہو اور نہ آئندہ فتنہ کا اندیشہ ہو، محل سرور مثل نکاح وعید میں مذائقہ نہیں رکھتا اور بہت چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اگر بطور خود کچھ آواز نکالیں جو غیر مردوں کو نہ پہنچے تو یہ بھی فی نفسہ ایسا منکر نہیں جس پر شرعا مواخذہ ہو‘‘۔(فتاوی رضویہ، ج:۲۱،ص:۶۴۴)

بیاہ شادی کے موقع پر یہ بلا بھی عام ہوتی جارہی ہے کہ بعض حضرات بھانڈ، رنڈی، بازاری فاحشہ عورتوں کو بلواتے اور نچواتے وگواتے اور دولت میں آگ لگا کر جہنم مول کماتے اور دنیاوآخرت تباہ وبرباد کرتے نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ، ج:۲۱،ص:۱۵۶ میں فرماتے ہیں :’’طوائفوں کا ناچ مطلقا حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر متعدد آیات قرآنیہ ناطق ہیں، بھانڈ جس طرح نقلیں بنایا اور لوگوں کو ہنسایا کرتے ہیں یہ بھی شرعا حرام ہے‘‘

اور جلد نمبر ۲۳ ،ص:۲۸۱ میں مزید فرمایا بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو توہرگز ہرگز (گھر میں) قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرعی کی پابندی محال عادی ہے وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں منع کرتے کرتے اپنا کام کرگذریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بے ہودہ وبے جا ہے صحبت بدزہر قاتل ہے۔‘‘

جن شادیوں میں ناچ، گانا، باجا خرافات ہوں ان میں کب شرکت کی جائے اور کب نہ کی جائے اس کی معلومات کے لیے امام اہل سنت قدس سرہ کی رہنما تحریر پڑھیں فرماتے ہیں: ایک شخص کے یہاں شادی میں ناچ یا ناجائز باجا ہے وہ اسے بلاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں جاؤں گا تو اسے روک سکوں گا اسے میرا کہنا ضرور ماننا ہوگا تو بالقصد جائے اور اگر سمجھے کہ میں اپنا شریک ہونا ممنوعات کے نہ ہونے پر موقوف کردوں کہ اگر یہ باتیں نہ کرو تو آؤں گا تو اسے میری ایسی خاطر ہے کہ ان باتوں سے باز رہے گا تو ہرگز نہ جائے جب تک وہ منہیات ترک نہ کردے اور اگر میل جول نرم برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اس کا دل نرم ہے حق قبول کرلے گا تو حد جائز تک آشتی برتے اور اگر جانے کہ میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی محبت اثر کرجائے تو آگ سمجھے دور بھاگے عام لوگوں کو اسی اخیر صورت کا لحاظ چاہیے۔‘‘(فتاوی رضویہ، ج:۲۱،ص:۶۴۵)

جس طرح ناچنا گانا منع وگناہ ہے اسی طرح اس کا دیکھنا بھی ناجائز وگناہ ہے امام اہل سنت کی بارگاہ میں سوال ہوا کہ ایک شخص اکثر اوقات ناچنے والے گروہ کا ناچ دیکھتا اور ان کی محفل میں شرکت کرتا ہے، آپ نے فرمایا’’اس شخص کے فاسق وفاجر ہونے میں بوجہ کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا ہے‘‘۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۳،ص:۲۹۲)

ڈھول یا دف بجانے اور بندوق چھڑانے کا شرعی حکم:

بخوف طوالت دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے نفس مسئلہ حاضر خدمت ہے۔ امام اہل سنت لکھتے ہیں: شادی میں دف کی اجازت ہے مگر تین شرط سے:

(۱) ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے یعنی رعایت قواعد موسیقی نہ ہو ایک یہی شرط اس مروج کے منع کو بس ہے کہ ضرور تال سم پر بجاتے ہیں۔

(۲) بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کو مطلقا مکروہ ہے۔

(۳) عزت دار بیبیاں نہ ہوں۔ اسی صفحہ میں ڈھول کے متعلق فرمایا ڈھول بجانا ممنوع ہے (فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۱۴۱)

بندوق چھوڑنے کے متعلق فرمایا: ''فی الواقع نکاح میں بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت شرع میں کہیں ثابت نہیں ہلال رمضان اور ہلال عیدین میں صدہا سال سے توپوں کے فائر کئے جاتے ہیں اس سے بھی اعلان ہی مقصود ہوتا ہے''۔ (مرجع سابق، ۲۴۔ ص: ۱۱۹)

نقالوں کے گانے اور پیسہ لینے کی رسم:

تقریب نکاح کی مجلسوں میں نقال گویے آتے اور کچھ گاتے بجاتے اور اپنا حق بتا کر روپیہ لے جاتے ہیں ان کو روپیہ دینا یاان کے کلام بے ہودہ سننا شرعا کیسا ہے؟

اعلی حضرت علیہ الرحمہ اس مسئلہ میں شرعی رہنمائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''اگرانہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے، بلکہ اگراس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پا کراکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اللہ تعالی اس کی برکت سے ان کوتوبہ نصیب فرمائے تومحمود وحسن اور باعث اجر ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادت سے معروف ومشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز وحلال ہے اگرچہ انہیں لینا حرام ہے۔'' (فتاوی رضویہ، ج: ۲۳، ص: ۱۲۵)

تقریب نکاح میں نعت وحمد:

بے ہودہ رسم ورواج کے ساتھ کہیں کہیں یہ بھی رائج ہے کہ اہل خانہ گھروں پر یابوقت نکاح محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں جس میں نعت وحمد پند ونصائح، فضائل ومناقب پر مشتمل مواعظ بیان کئے جاتے ہیں کہیں خالی واعظین یا میلاد خواہ محفل زینت ہوتے ہیں باقی گپ شپ، کام کاج یا بستر کا لطف لیتے ہیں اور بعض جگہ اہل خانہ مع رشتہ دار ہمہ تن گوش ہوکر پروگرام سماعت کرتے اور ایمان میں تازگی پیدا کرتے ہیں، دونوں صورتوں کا حکم شرعی امام اہل سنت کے الفاظ میں مطالعہ فرمائیں۔

تماشا گاہوں میں جہاں لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوں اور ذکر شریف نہ سنیں گے نعت شریف بآواز بلند پڑھنا ممنوع ہے جس طرح ایسی جگہ قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے، شادی ودعوت کے جلسوں میں حالت دیکھی جائے اگر حاضرین سب اسی بے ہودہ طرز کے ہیں کہ التفات نہ کریں گے تو وہاں بھی پڑھنا منع اور تامل وانکار کرنے والا بہ نیت ادب وحرمت انکار کریگا ثواب پائے گا اور اگر وہاں وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہوکر ذکر شریف سنیں گے اگرچہ بعض انگریزی بے ہودہ فیشن کے متکبر متبختر بھی ہوں تو ممانعت نہیں''۔ (حوالہ سابق، ص: ۴۰۶)

آتش بازیاں کرنا:

شادی کے موقع پر آتش بازی کی رسم قبیحہ کی ادائیگی پر فخر لوگوں میں رائج ہوتا جارہا ہے جب کہ یہ عمل بے سود اور فضول خرچی ہے۔ فضول خرچی کرنا شیطانی کام، مومنین کے لیے حرام، بچنا مسلمان کی پہچان اور یہ ہے امام اہل سنت کا پیغام کہ (شادی میں آتش بازی) ناجائز، ممنوع وگناہ ہے''۔ (مصدر سابق: ۲۸۹)

دوسری جگہ فرمایا: آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برأت میں رائج ہے بے شک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے''۔ (ھادی الناس فی رسوم الاعراس. رضویہ، ج: ۲۱، ص: ۲۷۹)

سودی قرض لے کر کھانا کھلانا اور کھانا:

نام ونمود، شہرت وریا اور لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لیے متعدد اقسام کے پکوان، مرغن ولذیذ طعام، دعوت خاص

وعام، کھلانے کے لیے انگریزی انتظام ہوتے ہیں جس میں حیثیت سے زائد اخراجات ہوتے ہیں اور اخراجات کی تکمیل کے لیے سودی قرض لیے جاتے ہیں، بلا حاجت شرعی سودی قرض لینا، اس کا کھانا اور کھلانا سب ناجائز وحرام ہے۔

امام اہل سنت مسلمانوں کو اس بلا اور وبا سے نکالنے اور ان کے دین وایمان بچانے اور آخرت سنوارنے کے لیے حکم شرع بیان فرماتے ہیں "سودی قرض لینا حرام وباعث لعنت ہے شادی میں ہو یا اس کے علاوہ۔ اہل برادری کو معلوم ہو تو انہیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہئے کہ انہیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا" (جلد: ۲۳، ص: ۲۶۸) اور اگر دونوں طرح کا پیسہ ہو تو فرماتے ہیں "نہ (کھانا) چاہیے احتراز اولی ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ گیہوں یا چاول جو ہمارے سامنے کھانے کو آئے عین سود ہے تو حرام ہے" (ص: ۵۸۷) اور اگر معلوم نہ ہو تو کیا کرے فرماتے ہیں: دعوت کھانا فی نفسہ حلال ہے جب تک معلوم ومتحقق نہ ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہ حرام مال ہے"۔ (حوالہ سابق، ص: ۶۸۱)

یہ چند رسومات اور ان کے احکام میں نے ذکر کئے اس کے علاوہ اور بہت سی رسومات ہیں جن کو بوجہ قلت صفحات واختصار مضمون بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

ہم سب مل کر عہد کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ آئندہ تعلیمات رضا کے مطابق رسومات قبیحہ وبے ہودہ سے خالی اور بطریقہ اسلامی شادیاں کریں گے۔ اللہ جل وعلا سے دعا ہے کہ رب العلمین ہمیں شریعت مطہرہ کا پابند اور پیغامات رضا پر کاربند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم

✷ محمد افتخار الحسن قادری امجدی بجنوری

خادم التدریس والافتاء دارالعلوم قادریہ رضائے مصطفی خطیب وامام جامع مسجد اہل سنت وجماعت وقاضی شہر مئورانی پور جھانسی یوپی

منقبت اعلیٰ حضرت

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو
یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کا
وہ لعل پر ضیا تم ہو، وہ دُرِّ بے بہا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

از خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

دعوت میت اور قبور مسلمین کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے ارشادات

مولانا شاداب امجدی*

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین اور ترویج و اشاعت سنت مصطفیٰ وتردید فرق باطلہ وتکسیر بدعات کے لیے وقف تھا، آپ نے تن تنہا کئی ایک محاذ پر علمی وقلمی جہاد کیا، آپ ایک ایسے عہد میں تھے جب کہ ہر کوئی اپنے نئے نئے افکار و خیالات کو لے کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے اور نئے فرقے کی بنیاد رکھنے کے درپے تھا، آپ نے ان سب کا ایسا تحقیق و تدقیق سے بھر پور مدلل دمبرہن جواب دیا کہ آج بھی رضا کے نیزے کی وہ مار عدو کے سینے میں پار نظر آتی ہے۔

امام احمد رضا ایک ایسے مظلوم مجاہد کا نام ہے کہ جس نے بدعات کے خلاف جنگ کی اور ان کی روک تھام کے لیے کثیر فتاوے صادر فرمائے مگر ظالموں نے اسی ماحی بدعات کو بدعتوں کو فروغ دینے والی شخصیت کے طور پر متعارف کیا، ہاں! امام نے بہت سے ایسے امور کا دفاع بھی کیا ہے جن کو انگریز کے ہاتھوں بک جانے والے مولویوں نے زبردستی بدعت قرار دے دیا تھا بلکہ بہت سے مستحسن بلکہ سنت امور پر بھی انگیریزی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے بدعت کا لیبل لگا دیا تھا تب امام احمد رضا نے احقاق حق میں اپنا قلم چلایا اور حق کو واضح فرمایا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں رائج بدعات وخرافات اور غیر شرعی رسموں کا جس واضح انداز میں اعلیٰ حضرت نے رد فرمایا ہے وہ کسی اور کے یہاں نظر نہیں آتا۔

من جملہ بدعات وغیر شرعی رسوم میں، مزارات پر غیر شرعی حاضری کا مسئلہ ہے۔ جس میں ہمارا دشمن اس قدر کامیاب ہوا کہ آج مزارات پہ ہونے والی ہر طرح کی غیر شرعی بدعات وخرافات کا ذمہ دار بھی اعلیٰ حضرت کو ٹھہرادیا اور ایک بڑے طبقے نے اسے تسلیم بھی کر لیا بلکہ معاملہ یہاں تک ہے کہ مزارات کی خرافات کو بریلویت کی علامت تک قرار دے دیا گیا۔

اس کے اسباب یہ ہیں کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو جس انداز میں عوام تک پہنچانا چاہیے ہم نہ پہنچا سکے، بلکہ ہم نے خود اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو جس انداز میں پڑھنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہئے ہم نے نہیں کیا، ہم نے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر کے یہ بات تو بتائی کہ چادر چڑھانا جائز ہے مگر یہ کم ہی بتایا، یا یہ کہیں کہ بتایا ہی نہیں کہ کتنی چادریں چڑھانا جائز ہے؟۔ ہم نے یہ تو بتایا کہ زیارت قبور اور فاتحہ وایصال وثواب جائز ودرست بلکہ مستحسن اور کار ثواب ہے مگر ہم نے اس کا طریقہ نہیں بتایا، ہم نے مزارات کی حاضری کے آداب نہیں بتائے اور نہ ہی قبروں کی ہونے والی بے حرمتی پہ اعلیٰ حضرت کے فتاوے سنائے، غرض کہ ہم نے اعلیٰ حضرت کی مکمل تعلیمات پیش نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے ان غیر شرعی امور کا ٹھیکے دار اعلیٰ حضرت کو قرار دے دیا اور ہم میں کا ایک بڑا طبقہ عدم علم کی بنا پر اسی کو اپنا مسلک سمجھ بیٹھا۔

لہٰذا آئیے ذیل میں ان مسائل کے متعلق اعلیٰ حضرت کے ارشادات کا مطالعہ کریں، خود بھی عمل کریں اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

بوسۂ قبر:

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ قبر کو بوسہ دینے اور چومنے کا کیا حکم ہے؟

اعلیٰ حضرت نے جواب لکھتے ہوئے پہلے فقہی عبارتوں کی

روشنی میں بوسۂ قبر کا جواز ثابت کیا، پھر بتایا کہ ائمہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے، اس کے بعد حکم بیان فرمایا کہ ''(جواز تو ہے) مگر جمہور علما مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز (بچنا) چاہیے''۔

پھر اس کے بعد اشعۃ اللمعات کے حوالے سے عدم جواز پر دلیل پیش فرمائی ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۵۲۷/ ۵۲۸، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان)

فرضی مزار بنانا اور اس کی زیارت کرنا:

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا کہ کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے ہیں: ''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے''۔(ایضا،ص:۴۲۶)

فاتحہ پڑھنے کے لیے قبروں کی بے حرمتی:

اس کے متعلق اعلیٰ حضرت نے ایک رسالہ ہی تحریر فرمایا ہے جس کا نام" اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين" رکھا جس میں قبروں کی بے حرمتی پر احادیث و آثار اور اقوال فقہا کا انبار لگا دیا ہے اور ایسا تحقیقی رسالہ لکھا جو ارباب فقہ و افتا کے لیے بھی بصیرت افروز ہے۔اس گلستان تحقیق سے چند پھول یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے محبوبین خدا کی بعد مرگ حیات کو کثیر دلائل سے اور حکایات سے ثابت فرمایا پھر اس کے بعد لکھتے ہیں: ''اور بعض عامہ مؤمنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے، احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے: عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے، مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: "یاصاحب القبر! أنزل من على القبر لاتؤذى صاحب القبر ولا يؤذيك"۔(شرح الصدور بحوالہ طبرانی و حاکم) او قبر والے! قبر سے اتر آ، تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔(ایضا،ص:۴۳۵)

کسی نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا: "كما اكره اذى المؤمن فى حياته فإني اكره اذاه بعد موته" (مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یوں ہی مردہ کی۔)

علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں: " اخبرني شيخي العلامة محمد بن احمد الحموي الحنفي رحمه الله تعالىٰ بانهم يتأذنون بخفق النعال" مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتے کی پچپل سے مردے کو ایذا اور تکلیف ہوتی ہے۔(ایضا،ص:۴۳۶)

یہاں تک کہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کا چلنا حرام ہے(ایضا،ص:۴۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا؛ ''ہائے کم بختی تیری، اے طائفی جوتے والے! پھینک اپنی جوتی۔(ایضا)

پھر اسی معنیٰ کی متعدد احادیث نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ''ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمہم اللہ نے بے ضرورت قبر پر چلنے اور اس پر پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مؤمن کے خلاف، ترک ادب اور گستاخی ہے''(ایضا،ص:۴۴۸)

اس کے بعد تین صفحات پر متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں، ان سب احادیث و آثار اور اقوال فقہا و واقعات بزرگان دین سے اعلیٰ حضرت نے یہ تعلیم فرمائی کہ اگر زیارت قبور کے لیے قبرستان جاؤ تو ان امور کا لحاظ ضرور رہے کہ کسی کی قبر پر پاؤں نہ پڑیں، کسی صاحب قبر کی بے حرمتی نہ ہو ورنہ دور سے ہی فاتحہ پڑھ لی جائے قریب نہ جایا جائے۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

علامہ اسمٰعیل نابلسی رحمۃ اللہ حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں: "لابأس بزيارة القبور و الدعاء للأموات ان كانوا مومنين من وطى القبور. كما فى البدائع و الملتقط" (قبروں کی زیارت اور مردوں کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں

بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیسا کہ بدائع و ملتقط میں ہے)۔

مزید جزئیات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انہیں چاہیے کہ کنار گورستان (قبرستان) سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں''۔ (ایضاً ص: ۴۵۳)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: '' قبر کے پاس تلاوت یاد پر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جب کہ لوجہ اللہ ہو، اور قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچا ہو، اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے تلاوت کرے''۔ (ایضاً ص: ۵۲۶)

ایک اور مقام پر فرمایا: ''اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے اردگرد اور قبریں ہو گئیں اور اسے ان قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن نہ ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے''۔ (ایضاً ص: ۴۸۱)

قبر پر لوبان یا اگر بتی جلانا:

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ''عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیے اگرچہ کسی برتن میں ہو "لما فیه من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ"۔ (کیوں کہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا برا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ)۔ مزید فرماتے ہیں: ''اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں، نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف (فضول خرچی) واضاعت مال (مال برباد کرنا) ہے۔ میت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں، بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر (خوشبو)، لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں، تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے''۔

''اور اگر بغرض حاضرین، وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن مجید وذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے''۔ (ایضاً ص: ۴۸۳/ ۴۸۴)

ایک اور جگہ لکھا کہ: ''اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے: ان سقف القبر حق المیت۔ (قبر کی چھت حق میت ہے)۔ ہاں قریب زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوش بو محبوب ہے۔'' (ایضاً ص: ۵۲۶)

مزارات پر عورتوں کی حاضری:

اس کے متعلق اعلیٰ حضرت نے مکمل ایک رسالہ ہی تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے "جُمَلُ النور فی نهی النساء عن زیارة القبور۔ ۱۳۳۹ھ"۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

''عورتوں کا مقابر اولیا و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے'' (ایضاً ص: ۵۳۷)۔ دوسرے مقام پر حدیث "کنت نهیتکم عن زیارة القبور الا فزوروها" نقل کرنے کے بعد فرمایا: ''کہ اس اجازت میں اصح یہ ہے کہ عورتیں داخل ہیں مگر جوانیں (جوان عورتیں) ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام''۔

مزید فرماتے ہیں: '' اقول: قبور اقربا پر خصوصاً بحال قُربِ عہد ممات (کہ موت کا زمانہ ابھی قریب ہی ہو) تجدید حزن (غم کا تازہ ہونا) لازم نساء (عورتوں کے لیے لازمی ہے۔ اور مزارات اولیا پر حاضری میں احدی الشناعتین (دو بری باتوں میں سے ایک) کا اندیشہ ہے: ۱۔ ترک ادب، ۲۔ یا ادب میں افراط ناجائز۔ تو سبیل اطلاق منع ہے (مطلقاً ممنوع ہے) و لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا، البتہ حاضری و خاک بوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم ﷺ اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے''۔ (ایضاً ص: ۵۳۹)

"سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر ،قال: لا یسأل عن الجواز الفساد فی مثل ھذا و إنما یسئل عن مقدار ما یلحقھا من اللعن فیھا و اعلم انھا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة اللہ و ملائکته و اذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب و اذا اتت القبور یلعنھا روح المیت و اذا رجعت کانت فی لعنة اللہ"۔ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی، ص: ۵۸۴ بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۵۵۸)

ترجمہ: امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے ہر طرف سے شیاطین اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے)

ان عبارات کو پڑھنے کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کہیں بھی عورتوں کے لیے مزارات پر حاضری کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ مطلقاً منع فرمایا ہے بلکہ جنہوں نے اجازت دی ان کا ردِ بلیغ فرمایا ہے، اس کے باوجود اعلیٰ حضرت پر یہ تہمت لگانا کہ انہوں نے ہی ساری خرافات جاری کیں ہیں کس قدر سنگین ہے، اللہ عقل سلیم دے۔ اور مسلمان عورتوں کو ان احکام پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

فاتحہ پڑھنے کا رضوی طریقہ:

سوال ہوا کہ بزرگوں کی مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح پڑھیں، اعلیٰ حضرت نے طریقہ ارشاد فرمایا کہ:" مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب عرض کرے السلام علیك یا سیدی و رحمة اللہ و برکاته پھر درود غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورہ اخلاص سات بار، پھر درود غوثیہ سات بار، اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا، پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اس کے لیے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اس طرح سلام کرکے واپس آئے، مزار کو ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام"۔ (ایضا، ص: ۵۲۳) "زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے"۔ (ایضا، ص: ۵۲۴)

الگ الگ قبروں پر جاکر فاتحہ پڑھنا بہتر یا ایک ساتھ؟

سوال ہوا کہ زید قبرستان میں جاکر اس طرح فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہوکر تمام قبور کی ارواح کو ثواب بخشتا ہے پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جدا جدا ثواب بخشتا ہے تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے سے اس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا:" بلاشبہ اس صورت میں جس کے لیے جدا فاتحہ پڑھے گا اسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی، اور والدین و اعزہ کی قبر پر جدا جدا جانے سے انس حاصل ہوگا جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اس کی خاص تعظیم ہے جو ایک عام بات میں شامل کرنے سے نہیں ہوسکتی، زید کا یہ فعل بہت حسن ہے مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اس تک قدیم راستہ ہو، اگر قبروں پر سے ہوکر جانا پڑے تو اجازت نہیں، سر راہ دور کھڑے ہوکر ایک قبر کی طرف متوجہ ہوکر ایصال ثواب کر دے"۔ (ایضا، ص: ۵۲۵)

٭ محمد شاداب امجدی
جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ، یوپی

8

مروجہ تعزیہ داری کے ردّ و ابطال میں اعلیٰ حضرت کا کردار

مفتی محمد گل ریز مصباحی بریلی شریف ✷

ایک مسلمان کی کامیابی اسی میں ہے وہ ایمان وعقائد میں پختہ ہونے کے بعد فرائض وواجبات ومستحبات کا عامل رہے اور حرام وناجائز سے اجتناب کرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ یا تو خود قرآن وحدیث اور فقہا کے اقوال کا علم رکھتا ہو، یا تو پھر ان علما واسلاف کے نقش قدم پر چلے جنہوں نے اپنی زندگی شریعت مطہرہ کے طریقے پر گزاری، اور جو عوامی خرافات اور غلط رسم ورواج کو اپنا شیوہ بنائے گا علمائے اسلام اور بزرگان دین سے کنارہ کشی کرے وہ ضرور گمراہی کے گڑھے میں جا گرے گا پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ (نساء آیت: ۱۱۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلا ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

احادیث میں جہاں برائیاں رائج کرنے پر وعیدیں آئی ہیں وہیں اچھے کام کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ حدیث پاک میں ہے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔ **ترجمہ**: یعنی جس نے ہمارے اس دین میں ایسا طریقہ ایجاد کیا جس کا تعلق دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری، ج:۲،ص:۲۱۱، احدیث:۲۶۹۷)

ایک دوسری حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے اور برے کام کو رائج کرنے والے کے متعلق فرماتے ہیں:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا کام جاری کیا اور اُس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کی طرح اجر ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اور اُس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کی مانند گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ (مسلم شریف،ص:۳۹۴،حدیث:۲۳۵۱)

ماہ محرم الحرام سے ہر سال اسلامی سال کی ابتدا ہوتی ہے۔ عاشقان امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی یاد میں محافل منعقد کرتے ہیں، صدقات وخیرات کرتے ہیں، ایصال ثواب کرتے ہیں اور ایسے بہت سارے کام کرتے ہیں جن سے ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے وہ تمام معمولات جو شریعت میں عمدہ ہوں کرنے سے ان کی روحیں یقینا خوش ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بھی مقام افسوس ہے کہ ماہ محرم میں ایسی ایسی خرافات کو انجام دیا جاتا ہے جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے مجدد اسلام امام اہل سنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ میں متعدد مقامات پر محرم میں کی جانے والی خرافات سے متعلق کلام فرمایا ہے جب کہ موجودہ دور میں

رسومات بہت زیادہ ہوگئی ہیں ہم ترتیب وار فتاوی رضویہ شریف کی روشنی میں بیان کریں گے مروجہ تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟

امام اہل سنت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:

''تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پر نور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالی وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعا کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا غیر جاندار کی بنانا، رکھنا سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہوکر عظمت پیدا کریں کہ ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعا جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃ فطبقۃ ائمہ دین وعلمائے متقدمین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں۔ مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کرکے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل محفوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بے ہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت ودشت، اشاعت غم کے لیے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک کر سلام کررہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانگتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کی بے ہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔

غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا پھر وبال وابتداع کا وہ جوش آیا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں یہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الہی کی بے ادبی ہوتی ہے پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہورہی ہے، مگر نام تو ہوگیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کردیئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم ووبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعا بدعت وناجائز وحرام ہے''۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴،ص:۷-۴۹۸،۴۹۷، امام احمد رضا اکیڈمی)

امام اہل سنت فتاوی رضویہ شریف میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص روضۂ انور مدینہ منورہ وکعبہ معظمہ کے نقشوں کی طرح کاغذ پر تمثال روضہ حضرت سید الشہدا آئینہ میں لگا کر رکھے ہرگز نہ اسے تعزیہ کہیں اور نہ اس شخص کو تعزیہ دار، حالاں کہ اتنا امر قطعا موجود ہے اور یہ ہر سال نئی نئی تراش وخراش کی کھپچی پنیاں، کسی میں براق، کسی میں پریاں، جو گلی کوچے گشت کرائی جاتی ہے، ہرگز تمثال روضہ مبارک حضرت سید الشہداء نہیں کہ تمثال ہوتی تو ایک طرح نہ کہ صدہا مختلف، انہیں ضرور تعزیہ اور ان کے مرتکب کو تعزیہ دار کہا جاتا ہے تو بداہۃ ظاہر کہ

حقیقت تعزیہ داری انہیں امور نامشروعہ کا نام ٹھہرا ہے نہ کہ نفس حقیقت عرفیہ وہی جائز امر ہو اور یہ نامشروعات امور زوائد و عوارض مفارقہ سمجھے جاتے ہوں۔اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نا مرضیہ کا نام ہے قطعا بدعت وناجائز وحرام ہے"۔(فتاوی رضویہ، ج:۱۶،ص:۶۵۲، کتاب الحظر والاباحۃ)

حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ دس محرم الحرام کو امام حسین کے نام پر ایصال ثواب کریں صدقہ وخیرات کریں ان تمام کا ثواب امام حسین اور دیگر شہدائے کربلا کی نذر کریں، غریبوں، فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلائیں اور ہر طرح کی تمام خرافات سے دور رہیں ہوسکے تو اس دن روزہ رکھیں بہت ثواب کا کام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔(مسلم شریف، ج:۱،ص:۳۶۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقدس مہینے کو نیکیوں میں گزارنے کا جذبہ عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

✱ محمد گل ریز مصباحی
جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور

اصلاحی نظم

اللہ، اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی
لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے
شب بھر سونے ہی سے غرض تھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے
ایمان پہ موت بہتر
او نفس تیری ناپاک زندگی سے
تجھ سے جو اٹھائے میں نے صدمے
ایسے نہ ملے کبھی کسی سے
اُف رے خود کام بے مروت
پڑتا ہے کام آدمی سے
تو نے ہی کیا خدا سے نادم
تو نے ہی کیا خجل نبی سے
کیسے آقا کا حکم ٹالا
ہم مر مٹے تری خود سری سے
آتی نہ تھی جب بدی بھی تجھ کو
ہم جانتے ہیں تجھے جبھی سے
ہیں پشت پناہ غوثِ اعظم
کیوں ڈرتے ہو رضا کسی سے

حرمت سجدۂ تعظیمی، الزبدۃ الزکیہ کے آئینے میں

مفتی اشاعت الاسلام مصباحی٭

اعلی حضرت، امام اہل سنت، مصلح قوم وملت، ماحی بدعت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد ونظریات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اعمال کی درستگی پر بھی زور دیا، اس درمیانی امت کو عقائد ومعمولات میں درمیانی راہ دکھائی جو ہر کجی سے پاک، صراط مستقیم ہے۔ آپ نے احیائے سنت اور رد بدعات ومنکرات کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی، باطل فرقوں کے عقائد باطلہ ہوں یا جاہلوں کی بدعات ومنکرات جیسے تعزیہ داری، سجدۂ تعظیمی ودیگر غیر شرعی رسم ورواج، ہر ایک کا آپ نے رد بلیغ فرمایا اور عقائد باطلہ وبدعات ومنکرات کے مقابل تاحیات ڈٹے رہیں اور ہمیشہ اصلاح اعتقاد واعمال کے لیے کمر بستہ رہیں، جیسا کہ آپ کی تحریروں سے واضح ہے۔ انہی اصلاحی کارناموں کی ایک کڑی آپ کا رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" ہے، جو آپ نے ایک فتوے کے جواب میں تحریر فرمایا جب اپنے آپ کو صوفی گردانے والے کچھ جاہل پیروں نے سجدۂ تعظیمی کو روا ٹھہرایا اور کھوکلے دلائل کا سہارا لے کر اس کے جواز کے در پے ہوئے، آپ نے اس رسالے میں اس فتوے کا مکمل تعقب کیا اور دلائل قاہرہ سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت ثابت فرمائی اور مجوزین کے استدلال کا بطلان ثابت فرمایا۔

آپ کا یہ رسالہ عقائد ومعمولات میں آپ کی اعتدال پسندی اور میانہ روی کا واضح ثبوت ہے، جو آپ پر تشدد اور فروغ بدعات کے الزام تراشوں کو دعوت انصاف دے رہا ہے۔

اس رسالہ میں سجدہ تعظیمی سے متعلق جو راہ آپ نے دکھائی ایک منصف ضرور کہے گا کہ یہی صراط مستقیم ہے جو افراط وتفریط سے پاک سلف وخلف کی راہ ہے۔

وہابیہ نے سجدہ تعظیمی کو شرک اور اس کے مرتکب کو مشرک ٹھہرا کر ابدی جہنمی قرار دیا جب کہ بعض جاہل جائز ومباح کہہ کر گناہ کبیرہ کی راہ پر اوندھے جا پڑے۔ آپ دونوں گروہوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سجدۂ تعظیمی پیر ومزار کے لیے ہرگز جائز نہیں جیسا کہ [مجوزین] کا باطل دعوی، نہ شرک حقیقی نا مغفور جیسا کہ وہابیہ کا گمان فاسد، بلکہ حرام کبیرہ وفحشا۔ (فتاوی رضویہ، ج:۲۲ ص:۴۳۰)

آپ عدم شرک پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ابطال شرک کے لیے تو حضرت آدم ویوسف علیہما السلام کا واقعہ دلیل کے لیے کافی ہے، کیوں کہ محال ہے کہ مولی عزوجل کبھی کسی مخلوق کو اپنا شریک کرنے کا حکم دے اگرچہ پھر اسے منسوخ بھی فرمائے، اور محال ہے کہ فرشتوں اور نبیوں میں سے کوئی ایک آن کے لیے کسی کو شریک خدا بنائے یا اسے روا ٹھہرائے، وہابی نے اس پر شرک نا مغفور کا حکم لگا کر آدم ویعقوب وملائکہ سب کو معاذ اللہ مشرک بنا دیا اور رب عزوجل کو معاذ اللہ شرک کا حکم دینے والا اور جائز رکھنے والا ٹھہرا دیا۔ پھر مجوزین کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو کچھ شرک نہ ہو [اس کا مطلب یہ نہیں] سب جائز وروا ہو یوں تو زنا، قتل، شراب نوشی، اور خنزیر کھانا سب کچھ حلال ٹھہرتا ہے کہ یہ باتیں شرک نہیں تو معاذ اللہ سب جائز ہیں۔ [اس کو جائز کہنا صریح جہالت اور کھلی گمراہی ہے۔ (نفس مرجع)

اب رہا یہ کہ سجدۂ غیر کب شرک ہے اس کی وضاحت آپ نے یوں فرمائی، جس سے سجدہ عبادت اور سجدۂ تعظیمی میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: اگر زمین پر بنیت عبادت پیشانی رکھے تو کافر ہو جائے گا، اگرچہ زمین چومے یا صرف جھکے بلکہ صرف

نیت سے بھی، اور اگر اس سے مزید کچھ نہ کیا تو قابل اعتماد مذہب میں کفر نہیں۔ (ص:٤٦٠)

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں قرآنی آیت، چالیس حدیثیں، کثیر نصوص و جزئیات سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر پیش فرمائے ہیں، اور مجوزین کے استدلال کا بطلان بھی ثابت کیا، یہاں تنگی صفحات کے باعث صرف سجدۂ تعظیمی پر اعلی حضرت کے موقف اور مجوزین کے دلائل کا رد اختصاراً پیش کریں گے، تفصیلی دلائل کے لیے نفس رسالے کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اعلی حضرت سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر قرآن سے دلیل لاتے ہیں کہ جب بعض صحابہ نے حضور کو سجدۂ تعظیمی کرنے کی اجازت چاہی تو حضور نے اجازت نہ دی کہ فرمایا: اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص خدا کا حق ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ (آل عمران، آیت:٨٠)

تقریبا دس تفسیر کی کتابوں سے ثابت کیا کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب بعض صحابہ نے سجدۂ تحیت [سجدۂ تعظیمی] کی اجازت چاہی تھی، جس سے خود حضور نے پھر قرآن نے منع فرمادیا اور اس کو کفر سے تعبیر فرمایا ارشاد ہوا کہ نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمہیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہراؤ کیا نبی تمہیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ یہ متصور نہیں کہ کوئی صحابی خود نبی سے سجدۂ عبادت کی درخواست کرے ، اور جواب میں بھی حضور نے یہ نہ کہا کہ تم عبادت غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے، قرآن نے بھی انہیں مسلمان کہا [بعد اذ انتم مسلمون] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ تحیت کی درخواست کی تھی نہ کہ عبادت کی۔

لہذا قرآن سے ثابت ہوگیا کہ سجدۂ تعظیمی ایسا سخت حرام ہے ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس ﷺ کے لیے سجدۂ تعظیمی کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔ (ص:٤٣٦)

دوسری فصل میں آپ نے چالیس حدیثیں سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر پیش فرمائی جن میں تیئس حدیثیں مطلقا سجدۂ غیر کی حرمت پر، باقی قبر کی طرف سجدے کی ممانعت پر ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام و گناہ کبیرہ اور لعنت کا سبب ہے، یہاں صرف پہلی، دوسری، تیرہویں اور چالیسویں ذکر کرتے ہیں:

حدیث اول: ترمذی وغیرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟ فرمایا اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ نے اس پر رکھی ہے۔

حدیث دوم: بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے ایک اونٹ نے حاضر ہوکر حضور کو سجدہ کیا، صحابہ نے عرض کیا یہ بے عقل چوپایا ہے اس نے حضور کو سجدہ کیا ہم تو عقل رکھتے ہیں ہمیں زیادہ لائق ہے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے اس حق کے سبب جو اس کا اس پر ہے۔

حدیث (١٣): امام احمد و ابن ماجہ وغیرہ عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے راوی: جب معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کیا، حضور نے فرمایا: اے معاذ یہ کیا؟ عرض کی کہ میں ملک شام کو گیا ہوں وہاں نصاری کو دیکھا کہ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں، فرمایا: نہ کرو، اگر میں غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو شوہر کے سجدے کا۔

حدیث (٤٠): عبد الرزاق مصنف میں عمرو بن دینار سے مرسلا راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تو اللہ عزوجل نے ان پر لعنت فرمائی۔ اس حدیث کی شرح میں علمانے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی

دو صورتیں بیان فرمائی، ایک یہ کہ بقصد عبادت قبور انبیا کو سجدہ کرتے، دوسرے یہ کہ ان کی طرف سجدہ کرتے، دونوں صورتیں ناپسندیدہ ہیں، اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ دوسری صورت ہی زیادہ ظاہر اور راجح ہے کیوں کی یہود سے غیر خدا کی عبادت معروف نہیں اسی لیے علمانے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصاری کا خلاف توحید میں ہے اور یہود کا رسالت میں۔ (ص:۴۵۸)

تیسری فصل میں اعلی حضرت نے ڈیڑھ سو نصوص فقہ سے سجدہ تعظیمی حرام ہونے کا ثبوت دیا جن میں اولا ستتر نصوص سے ثابت کیا کہ نفس سجدہ غیر خدا کے لیے مطلقا حرام ہے۔

اعلی حضرت فتاوی قاضی خاں، اور فتاوی ہندیہ وغیرہ سے دس نصوص کی روشنی میں سجدہ تعظیمی کی شدید حرمت اور قباحت بیان کرتے ہوے فرماتے ہیں: ''سجدۂ تحیت و تعظیمی شراب پینے اور خنزیر کھانے سے بھی زیادہ برا ہے'' کیوں کہ ان میں یہ حکم ہے کہ اگر قتل بلکہ کوئی عضو کاٹنے بلکہ سخت مار مارنے کی دھمکی دے کر ان کے کھانے پینے پر مجبور کیا جائے تو کھانا پینا فرض ورنہ گناہ گار ہوگا کما فی فتاوی ہندیہ، لیکن اگر ایسی حالت میں سجدۂ تعظیمی پر مجبور کیا جائے تو سجدہ تعظیمی کرنا صرف افضل کہا، فرض تو درکنار واجب بھی نہ کہا یعنی جائز یہ بھی ہے کہ قتل ہو جائے اور سجدہ تعظیمی نہ کرے اگر چہ جان بچالینا بہتر ہے، اور ہونا بھی چاہیے کہ خنزیر کھانے او شراب پینے میں غیر خدا کی عبادت سے مشابہت نہیں، نہ اسے بلا استحلال کسی نے کفر کہا، بخلاف سجدہ تعظیمی کہ ایک جماعت علما سے اس پر حکم تکفیر آیا، اور اس کا دوسرے کے لیے کرنا اللہ وحدہ لاشریک کی حق تلفی ہے۔ (ج:۲۲،ص:۴۶۷)

اعلی حضرت، امام حافظ الدین محمد بن محمد کردری کی وجیز کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ بعض جاہل جو اپنے سرکش پیروں کو سجدہ کرتے ہیں بعض علما کے نزدیک کفر ہے اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع، پس اگر اپنے پیر کے لیے جائز جانے تو کافر، اور اگر اس کے پیر نے سجدے کا حکم دیا اور اسے پسند کر کے اس پر راضی ہوا تو وہ شیخ نجدی خود بھی کافر ہوا اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔ اعلی حضرت اس کے تحت فرماتے ہیں: ایسے متکبر خدا فروش خود پسند اپنے لیے سجدے کے خواہش مند غالبا شرع سے آزاد بے قید و بند ہوتے ہیں یوں تو آپ ہی کافر ہیں اور اگر کبھی ایسے نہ بھی تھے تو حرام قطعی اجماعی کو اچھا جان کراب ہو گئے، والعیاذ باللہ۔ اعلی حضرت یہ ستتر نصوص ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ سجدہ واحد قہار ہی کے لیے ہے اور اس کے غیر کے لیے مطلقا کسی نیت سے ہو حرام حرام حرام کبیرہ کبیرہ کبیرہ۔ (ص:۴۶۹)

اعلی حضرت فرماتے ہیں: سجدہ تو سجدہ زمین بوسی حرام ہے۔ آپ نے اکتالیس نصوص سے ثابت فرمایا کہ عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے، بحوالہ طحاوی علت یہ بیان کی کہ اس میں غیر خدا کو سجدے کی سی صورت بنتی ہے۔ اعلی حضرت اس کے تحت فرماتے ہیں: زمین بوسی حقیقتا سجدہ نہیں کہ سجدہ میں پیشانی رکھنی ضرور ہے جب یہ اس وجہ سے حرام اور بت پرستی کے مشابہ ہوئی کہ سجدے کی سی صورت بنتی ہے تو خود سجدہ کس قدر حرام اور بت پرستی کے مشابہ تام ہوگا۔ (ص:۴۷۱)

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بت پرستی تو بالائے طاق رکوع کے قریب تک جھکنا بھی منع ہے۔ آپ نے اس پر بتیس نصوص پیش فرمائے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سلام میں رکوع کی حد تک جھکنا سجدے کی مثل ہے۔ ۲۔ بادشاہ وغیرہ کسی کے لیے جھکنے کی اجازت نہیں۔ ۳۔ یہ یہود و نصاری و مجوس کا فعل ہے۔ (ص:۴۷۲)

اعلی حضرت فرماتے ہیں: مزارات کو سجدہ یا ان کے سامنے زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا بھی منع ہے۔ آپ زواجر عن اقتراف الکبائر، کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے مزار اقدس کو پرستش کا بت نہ بنانا یعنی اس کی تعظیم سجدے یا اس کی مثل سے نہ کرنا جیسے دوسرے اپنے بتوں کے لیے کرتے ہیں کہ سجدہ ضرور کبیرہ گناہ ہے بلکہ نیت عبادت ہو تو کفر۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: مزار کو سجدہ در کنار کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ جائز نہیں اگر چہ قبلہ کی جانب ہو۔ آپ نے طحاوی، حلیہ، رد المحتار وغیرہ کے حوالوں سے تقریبا بارہ نصوص سے ثابت کیا کہ قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ممنوع و مکروہ اور بعض نے گناہ کبیرہ اور حرام لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان نصوص کے تحت فرماتے ہیں: یہ کراہت صرف نماز کی وجہ سے نہیں بلکہ رکوع و سجود کے باعث ہے کیوں کہ نماز تو نماز جنازہ بھی ہے اور اس میں میت کا سامنا ہونا شرط ہے ورنہ نماز ہی نہ ہوگی اور اگر بے نماز دفن کر دیا تو جب تک میت کا جسم سلامت ہونے کا گمان ہو شریعت قبر پر نماز پڑھنے کا حکم دیتی ہے، تو ثابت ہوا کہ رکوع و سجود ہی کراہت کا باعث ہے۔ تو اب جب کہ قبر کا سامنے ہونا اللہ کے لیے سجدہ کو منع کرتا ہے تو خود قبر کو سجدہ کرنا یا اسے سجدے میں قبلۂ توجہ بنانا کس قدر سخت ممنوع و حرام ہوگا۔ (ص: ۴۷۸)

آخر میں اعلیٰ حضرت نے سجدۂ تعظیمی کے مجوزین کے دلائل کا جواب دیا جو انہوں نے بایں طور کیا کہ قرآن عظیم سے ثابت کہ سجدۂ تعظیمی آدم و یوسف کی شریعت کا حکم تھا، اور شرائع سابقہ قطعا حجت ہیں جب تک اللہ و رسول انکار نہ فرمائیں، اور یہاں انکار نہیں تو قرآن سے اس کا جواب قطعا ثابت، اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے اس لیے کہ یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہو سکتی اور منسوخ ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہیئے وہ یہاں ہے نہیں اور جو احادیث ممانعت کی ہیں آحاد ہیں مانی نہ جائیں گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل قاہرہ سے مجوزین کے دلائل کا بطلان ثابت فرمایا اور تفصیل سے رد فرمایا، آپ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر دین و عقل سلامت ہو تو جمہور علما کا اسے حرام کہنا ہی کافی ہے کیوں کہ یہ واقعہ ان سے مخفی نہ تھا۔ پھر اعلیٰ حضرت مدلل جواب دیتے ہیں:

[۱] اختلاف علما کے سبب یہی قطعی نہیں کہ سجدہ آدم کو ہوا یا اللہ کو اور آدم صرف قبلہ تھے۔ کما فی رد المحتار

[۲] سجدۂ تحیت کو حضرت آدم و یوسف کی شریعت کہنا ہی درست نہیں کیوں کہ اس کا شریعت ہونا ہی ثابت نہیں، شریعت آدم تو اس لیے نہیں کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے یہ حکم فرشتوں کو تھا جب نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ شریعت اتری، فرشتوں اور انسانوں کے احکام جدا ہیں جو حکم فرشتوں کو دیا وہ انبیائے سابقین کی شریعت نہیں۔ اور قصۂ یوسف سے صرف اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ السلام میں اس کی ممانعت نہ تھی، ممانعت نہ ہونا دو طرح ہے، ایک جواز کا حکم ہو یہ اباحت شرعیہ ہے کہ حکم شرعی ہے، دوسرا یہ کہ شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ ہو یہ اباحت اصلیہ ہے کہ حکم شرعی نہیں، اور جب دونوں صورتوں کا احتمال ہے تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو اس کا بھی شریعت یعقوبیہ ہونا ثابت نہیں۔

[۳] قرآن عظیم میں واقعۂ آدم و یوسف علیہما السلام سے سجدۂ تحیت کے جواز کا قطعی ہونا چند وجوہ سے باطل۔

[وجہ اول] کتب تفسیر سے واضح کہ علما کا اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا بعض نے قول اول کو ترجیح دی، بعض نے دوم کو۔ خود اختلاف نافی قطعیت ہے یہاں تو ترجیح بھی مختلف۔ (ص: ۵۲۱)

[وجہ دوم] اگر یہ سجدۂ مشہور [زمین پر سر رکھنا] تھا تو اس میں بھی اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا اللہ کو اور آدم و یوسف قبلہ تھے، کما فی الدر المنثور۔ امام رازی نے قول دوم کی تحسین کی۔ (ص: ۵۲۴)

[وجہ سوم] آیت سورۂ یوسف میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا جیسا کی تفسیر کبیر میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا معنی آیت کا یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ کے لیے سجدۂ شکر کیا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ میرے لیے آیت کے یہی معنی متعین ہے، یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا بعید تر ہے اس لیے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور دین داری کی وجہ سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ ان کے بوڑھے باپ جو حقوق ابوت، مقام نبوت، بڑھاپے، علم اور دین میں ان سے بلند درجہ اور سبقت رکھتے ہوں ان کے آگے سجدہ کریں، اور اگر یہ سجدۂ تعظیمی تھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زیادہ لائق و مناسب بلکہ واجب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار کو سجدہ کریں۔

[وجہ چہارم] مان لیتے ہیں کہ سجدۂ مشہور ہے اور ان کی شریعتوں کا حکم ہے لیکن شریعت سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں، ائمۂ اہل سنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے، بعض کے نزدیک بالکل حجت نہیں، بعض کے نزدیک عمل جائز جب تک منع وارد نہ ہو۔ کمافی اصول البزدوی وشرحہ کشف الاسرار۔ (ص:۲ ۵۳)

شرائع سابقہ کو حجت ماننے والے بھی اس حال میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ ارشاد نبوی ہے: لا تفعلوا، ایسا نہ کرو۔ بالفرض اگر ممانعت کی احادیث سب ظنی ہوں تو وہاں ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں، ظنی کے انکار کو ظنی کافی۔ اور اگر قطعیت ہی درکار ہو تو تفسیر عزیزی میں ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہونے پر متواتر حدیثیں ہیں۔ اگر متواتر نہ بھی ہو قبولا متواتر ہے، کہ تمام ائمہ اسے مانے ہوے ہیں تو اس سے قطعی کا نسخ روا ہے۔ کمافی کشف الاسرار۔ (ص:۳ ۵۳)

فتاوی عزیزیہ میں ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے، اور اجماع دلیل نسخ بنتا ہے، تو قطعی کا نسخ قطعی سے ہو گیا۔

آخر میں اعلی حضرت فرماتے ہیں: کہ سجدہ غایت تعظیم ہے اور غایت تعظیم کے لیے نہایت عظمت درکار لہذا اکم درجہ عظمت والے کے لیے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلی عظمت والوں کی حق تلفی ہے، بلا شبہ مخلوق میں نہایت عظمت انبیا علیہم السلام کے لیے ہے آدم و یوسف علیہما الصلوۃ والسلام دونوں نبی تھے تو انبیا کے علاوہ دیگر مشائخ و مزارات کو ان پر قیاس کر کے ان کے لیے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلم شدید ہے اور انبیا کی حق تلفی ہے۔

اعلی حضرت فرماتے ہیں: یہ تمام تفصیل سجدۂ تعظیمی کو شریعت سابقہ مان کر ہے، اور سرے سے اسی کا ثبوت نہیں، اب نہ حکم ثابت [کہ اس پر قیاس کریں] نہ ہی نسخ کی حاجت۔ اور اگر سب سہی تو یہ حکم فرشتوں کو تھا انسانوں کو نہ تھا اور انبیا کے ساتھ خاص، فرشتوں کے لیے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدہ یوسف بر بنائے اصلیہ ہونا ممکن اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں کمافی مسلم الثبوت، تو ارشاد حدیث لا تفعلوا ایسا نہ کرو، واجب القبول، اور سجدہ تعظیمی کا حرام ہونا ہی حکم خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ ملخصا

خلاصہ یہ کہ سجدۂ تعظیمی حرام و گناہ کبیرہ ہے اور اکل خنزیر، شراب نوشی، زنا و قتل سے بھی زیادہ برا ہے، اور یہاں واقعۂ آدم و یوسف علیہما السلام کو دلیل بنانا صحیح نہیں کیوں کہ وہ ان کی شریعت ہی نہیں، اور اگر ہو بھی تو ہماری شریعت میں منسوخ۔ نیز یہ حکم فرشتوں کو تھا نہ کہ انسانوں کو، اور اگر سب سہی بھی ہو تو سجدۂ تعظیمی اعلی عظمت والوں یعنی انبیا کے ساتھ خاص ہے اور دوسروں کے لیے کرنا ان کی حق تلفی۔

* اشاعت الاسلام مصباحی
خطیب و امام چشتی صابری جامع مسجد، گھسو پورہ، ہریدوار،
و مدرس مدرسہ صابریہ رضویہ
موبائل نمبر: ۹۰۲ ۷۶۳ ۷۵۶۰

مزارات پر عورتوں کی حاضری اور جمال النور کی تجلیات

مولانا محمد ہاشم رضا مصباحی ٭

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان دنیاے اسلام کی عظیم علمی اور عبقری شخصیت کا نام ہے۔ آپ نے جہاں فرقہائے باطلہ سے امت مسلمہ کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کی وہیں مسلمانوں میں در آئی بدعات ومنکرات کا بھی رد بلیغ کیا، آپ کے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں کی فہرست کافی طویل ہے۔

اولیاء اللہ وصالحین کرام کے مزارات مقدسہ مرکز انوار و تجلیات ہوتے ہیں، وہاں ہر دم رحمت وانوار کی بارش ہوتی ہے، ان کے در کی زیارت کرنے والے ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں، پریشان حال اور بیمار افراد اپنی پریشانی وبیماری سے نجات پاتے ہیں، حاجت مندوں کی حاجتیں برآتی ہیں۔

مزارات اولیا وصالحین کی زیارت وحاضری کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے خود حضور اکرم ﷺ ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے، علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں کہ ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سیدِ دو عالم ﷺ شُہداء اُحُد کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب محمد ﷺ کو اجازت دے دی گئی ہے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، لہٰذا تم بھی قبروں کی زیارت کرو بے شک وہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔،،

لیکن چوں کہ شریعت مطہرہ نے عورتوں کو پردہ میں رہنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ (النور، آیت:۳۰)

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کریں اور اپنی خوبصورتی ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے ڈوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى۔ (پ ۲۲ الاحزاب ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس تھی اور آپ ﷺ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ سامنے سے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم (جو نابینا تھے) تشریف لائے اور یہ واقعہ پردہ کا حکم دیئے جانے سے بعد کا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان سے تم دونوں پردہ کرو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو انہیں نہیں دیکھتی ہو"۔ (سنن ابوداؤد، جلد نمبر سوم، حدیث نمبر: ۷۲۰)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے پردہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لہذا علمائے کرام نے بے پردگی اور مرد وزن کے اختلاط و دیگر منکرات کے خوف سے عورتوں کو مزارات پر حاضری سے روکا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ شریف میں عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت

نہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۹، صفحہ: ۵۳۷، رضافاؤنڈیشن)

مزید فرماتے ہیں: اقول: قبور اقربا پر خصوصا قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیا پر حاضری میں احدالشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے، لہذا غنیۃ میں کراہت پر جزم فرمایا، البتہ حاضری و خاک بوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المند وبات بلکہ قریب بہ واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ (فتاوی رضویہ، جلد: ۹۔ ۵۳۸ رضافاؤنڈیشن)

اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مزارات پر عورتوں کی حاضری کے متعلق ایک مستقل رسالہ موسوم بہ ''جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور'' تصنیف فرمایا جس میں آپ نے مزارات پر عورتوں کی حاضری کو جائز بلکہ اس پر زور دینے والے حضرات کی اصلاح فرمائی اور ان کو ان کے اقوال کا کافی ووافی وشافی جواب عنایت فرمایا:

آپ فرماتے ہیں: نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کہ واجب یا قریب بہ واجب ہے مزارات اولیا یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیۃ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا خصوصا اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت کو تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں کرتا۔

اس کے بعد دوسرے سوال کا تفصیلی جواب ہے:

جس کا خلاصہ یوں ہے: زمانۂ رسالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے اور عیدین کی نماز پڑھنے کی اجازت تھی بلکہ (عیدین کی تو) سخت تاکید تھی۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی یہاں تک کہ حکم فرمایا کہ برکت جماعت و دعاے مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں مصلے سے الگ بیٹھیں پردہ نشیں کنواریاں بھی جائیں جس کے پاس چادر نہ ہو ساتھ والی اسے اپنی چادر میں لے لے۔

صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے:

امرنا ان نخرج الحیض یوم العید وذوات الخدور فیشھدن جماعت المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرات یارسول اللہ احدانا لیس لہ جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا

پھر فرماتے ہیں: یہ صرف عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقا نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو مسند امام احمد وصحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمنعو اماء اللہ مساجد اللہ۔

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں عورتوں کو مسجد میں آنے اور عیدین میں شرکت کی اجازت تھی لیکن بعد میں فساد زمانہ کے باعث یہ اجازت ختم کردی گئی۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ درمختار سے نقل فرماتے ہیں: یکرہ حضورھن الجماعۃ والجمعۃ وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان۔ **ترجمہ**: جماعت میں عورتوں کی حاضری اگرچہ جمعہ عید اور وعظ کے لئے ہو مطلقا مکروہ ہے۔ اگرچہ بوڑھی عورت رات کو جائے یہی وہ مذہب ہے جس پر فساد زمانہ کے باعث فتوی ہے۔

پھر فرماتے ہیں: صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

ترجمہ: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔

پھر تابعین کے زمانہ سے ہی ائمہ دین نے (مسجد میں آنے

سے) مخالفت شروع فرمادی۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی پہلے دن میں پھر رات کو بھی یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہوگیا بلکہ عنایہ امام اکمل الدین میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ فرمایا: اگر زمانۂ اقدس میں حالت یہ ہوتی حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

یہی امام اکمل الدین فرماتے ہیں: فاحتج به علماونا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا اما العجائز فمنعهن ابو حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن الخروج فی الظهر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتویٰ اليوم على كراهة حضورهن فی الصلوات كلها لظهور الفساد۔

ترجمہ: اسی سے ہمارے علما نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقاً منع فرمادیا۔ رہ گئیں بوڑھی عورتیں ان کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر میں جانے سے ممانعت فرمائی اور فجر مغرب اور عشا میں اجازت رکھی اور آج فتویٰ اس پر ہے تمام نمازوں میں بھی ان کی بھی حاضری منع ہے۔ اس لئے کہ خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔

عینی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاساتذہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ مذکورہ بالا احادیث و اقوال فقہا بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب ان خیر کے زمانوں میں، ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کردی گئیں، اور کاہے سے، حضور مساجد و شرکت جماعات سے، حالاں کہ دین متین میں ان دونوں (مسجد میں جانا اور نماز باجماعت) کی شدید تاکید ہے تو کیا ان منہ شرور (برے دور) میں ان قلیل یا موہوم (خیالی) فیوض کے حیلے سے عورتوں کی اجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعاً موکد (تاکید کیا گیا) نہیں اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں (خدا سے نہ ڈرنے والوں) نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے منافقت ہے۔

آگے بڑھ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ غنیة المستملی شرح منیة المصلی سے نقل فرماتے ہیں۔ سئل القاضی عن جواز خروج النساء الى المقابر قال لايسال عن الجواز والفساد فی مثل هذا وانما يسال عن مقدار ما يلحقها عن اللعن فيها واعلم انها كلما قصدت الخروج كانت فی لعنة الله وملائكته واذا خرجت تحفها الشياطين من كل جانب واذا اتت القبور يلعنها روح الميت واذا رجعت كانت فی لعنة الله۔

ترجمہ: یعنی امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی ان نادر تحقیقات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ جب عورتوں کو مسجد میں جاکر نماز پڑھنے کی ممانعت ہے تو پھر کسی مزار کی زیارت یا قبرستان میں جانا کیسے جائز ہوگا؟

یہاں ایک مسئلہ کا ذکر بھی ضروری ہے وہ یہ کہ عورت شرعا کس وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ تو اس بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی امام فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ وفتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر وغیرہا سے نقل فرمودہ یہ نص کافی ووافی ہے۔

يجوز للخروج ان ياذن لها بالخروج الى سبعة مواضع اذا استاذنته زيارة الابوين وعيادتها و تعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم فان كانت قابلة اوغاسلة او كان لها على اخر حق او كان لاخر عليها حق تخرج بالاذن ولغير الاذن والحج على هذا وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لاياذن لها لو اذن وخرجت كانا عاصيين۔

ترجمہ: شوہر عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات۔ (۲) ان کی عیادت۔ (۳) ان کی تعزیت۔ (۴) محارم کی ملاقات۔ (۵) اور اگر دایہ ہو۔ (۶) یا مردہ کو نہلانے والی ہو۔ (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس کے اوپر حق ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت دونوں طرح جا سکتی ہے۔

حج بھی اسی حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ صورتیں جیسے اجنبیوں کی ملاقات، عیادت، اور ولیمہ ان کے لئے شوہر اجازت نہ دے اور اگر اجازت دی اور عورت گئی تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔

مذکورہ بالا عبارت پر گفتگو کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کئے اسی طرف جاتے ہیں (یعنی عورت زیارت قبر کے لئے گھر سے نہ نکلے) (البتہ) اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی، اس کی زیارت کر لی بشرطیکہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکا ونوحہ و افراط وتفریط ادب (یعنی رونا، چلانا، پیٹنا، غم تازہ کرنا، قبر کی بے ادبی کرنا یا حد سے گزرنا) وغیرہا منکرات شرعیہ (شریعت نے جن باتوں سے روکا ہو) سے خالی ہو کشف بزدوی میں جن روایات سے صحت رخصت پر استناد فرمایا ان کا مفاد اسی قدر ہے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں: پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا خروج نہ ہو اس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط ان کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اس سے بھی روکنا ہے (مطلب یہ کہ ایسی زیارت قبر جس کے لئے عورت کو نکلنا نہ پڑے، نادر ہے، یعنی یہ نہ ہونے کے برابر ہے، لہذا اسلامتی والا راستہ یہی ہے کہ اس سے بھی روکا جائے) نفس مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بحر الرائق سے درج ذیل نص نقل فرماتے ہیں: لاينبغي للنساء ان يخرجن في الجنازة لان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهاهن عن ذلك وقال انصرفن مازورات غير ماجورات۔

ترجمہ: عورتوں کو جنازے میں نہ جانا چاہیے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس سے ممانعت کی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر جائیں تو ثواب سے خالی گناہ سے بھاری ہو کر پلٹیں گی (اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ ہے جب اس کے لئے ان کا خروج ناجائز ہو تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحقیق انیق سے خوب خوب واضح ہو گیا کہ عورتوں کو قبرستان ومزارات پر جانا جائز نہیں خصوصا آج کے اس بدنگاہی اور بے حیائی کے دور پر فتن میں عورتوں کو چاہیے کہ مزارات و مقابر کی حاضری وزیارت سے احتراز کریں۔

★ محمد ہاشم رضا مصباحی
راجہ کا سہس پور بلاری مراد آباد
استاذ جامعہ خدیجۃ الکبری قصبہ سید پور بدایوں

باسمہ تعالیٰ و تقدس

باب چہارم

سیاسیات اور اقتصادیات میں اعلیٰ حضرت کی اصلاحی بصیرت

☆ امام احمد رضا اور اصلاح تحریک خلافت

مفتی محمد شریف الحق رضوی

☆ مجدد اعظم اور مسلم امہ کی اقتصادی رہنمائی

مولانا غلام مصطفیٰ النعیمی

☆ اصلاح تحریک ندوہ اور امام احمد رضا

مفتی سید شہباز اصدق امجدی

☆ اعلیٰ حضرت کی معاشی ہدایات تدبیر فلاح و نجات کے آئینے میں

مولانا جمشید رضا مصباحی

☆ تحریک ترک موالات کی مخالفت کے پس منظر میں امام اہل سنت کا جذبہ اصلاح

مفتی عبد القیوم مصباحی

امام احمد رضا اور اصلاح تحریک خلافت

مفتی محمد شریف الحق رضوی، کٹیہار ٭

تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کر رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک وصاف کرنے کے لیے آپ کو چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا آپ کے قلم کی تلوار یکساں طور پر اُن سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عملِ تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی پذیری۔ ایک بے قرار ناخدا کی طرح وسائل واسباب کی پرواہ کیے بغیر امت کی کشتی کو طوفان کی زد سے بچانے کے لیے وہ تن تنہا بپھری ہوئی موجوں سے لڑتے رہے آپ کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر آپ نے ہر مہم کو سر کیا۔ پہلی طاقت عشق ویقین کی تھی جس نے آپ کو دنیا کی ہر مادی طاقت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خدائے قادر وقیوم کی غیبی تائید وکارسازی اور رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر آپ کو اتنا اٹوٹ اعتماد تھا کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوا۔ اور دوسری طاقت علم وفقاہت کے رسوخ، معلومات کے نتیجۂ فکر ونظر کی گہرائی خدا داد قوتِ حافظہ، ادراک کی عجوبہ کاویوں اور قدسی روحانیت کی توانائیوں کی تھی، جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے لاکھوں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ آج سے سو سال پہلے جب انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہندوستان کی معیشت پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔ اس پُر آشوب دور میں اللہ رب العزت جل جلالہ نے برصغیر کے مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، باعثِ خیر وبرکت، کنز الکرامت، آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ، الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جن کی تصنیفات وتالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت جذبۂ عشقِ رسول ﷺ سے لبریز تھی آپ کی ساری زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم رؤوف ورحیم جناب احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ ﷺ سے وفا شعاری کا نشانِ مجسم تھی۔ بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں چند ایسی تحریکیں چلیں جن میں واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ مسلمان اپنا تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جائیں گے، انگریز تاجر بن کر ہندوستان کی سرزمین پر آیا اور اپنی سازشوں سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ حکومتِ برطانیہ نے بے شمار ہندوستانیوں کو اس وعدے پر فوج میں بھرتی کر کے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا کہ فتح کے بعد ہندوستان آزاد کر دیا جائے گا مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر نے فوجی بھرتی کی بھرپور حمایت کی تقریباً دو لاکھ مسلمان اور ہندو فوج میں بھرتی ہوئے عظیم اسلامی

ملک ترکی کو شکست ہوئی فتح مکہ کے بعد انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا مسٹر گاندھی نے انھیں سزا دینے کے لیے "مسئلہ خلافت" کھڑا کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ترکی کا سلطان اسلامی خلیفہ ہے اس کی خلافت کو ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے کتنی عجیب بات تھی کہ وہ گاندھی جو ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک انچ زمین دینے پر تیار نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرنے کا نعرہ لگا رہا تھا۔ پھر اس تحریک کو "تحریک ترک موالات" بنا دیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریز کا ہر قسم کا بائیکاٹ کریں ان کی ملازمت چھوڑیں ان کی دی ہوئی جاگیریں واپس کر دیں مسلمانوں کے کالجوں کو ملنی والی گرانٹ واپس کر دیں غرض یہ کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ افسوس ناک صورت یہ تھی کہ گاندھی لیڈر تھا اور مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر دست بستہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتوے دیے جا رہے تھے، مسجدوں کے منبروں پر گاندھی جیسے مشرک کو بٹھا کر اس کی تقریریں کرائی جا رہی تھیں۔ مختصر یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے پوری طرح راہ ہموار کی جا چکی تھی۔ دوسری طرف لیڈروں کی نگاہ سے یہ حقیقت یکسر پوشیدہ تھی کہ انگریز کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد اقتدار لازمی طور پر ہندوؤں کو ملے گا جو ہندوستان میں غالب اکثریت میں تھے، مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچتا؟ انھیں یہی فرق پڑتا کہ پہلے انگریز حکمران تھے جو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے بعد میں ہندوؤں کی حکومت ہوتی جو مشرک تھے اور کسی آسمانی کتاب کو نہ مانتے تھے ہندوؤں نے حکومت نہ ہونے کے باوجود شدھی اور سنگٹھن تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کر ڈالا تھا اس دور میں اس حقیقت کا ادراک سب

سے پہلے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور بستر علالت سے "المحجة المؤتمنة" کتاب لکھ کر ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں پر کاری ضرب لگائی اور قوم مسلم میں نئی روح پھونک دی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی کو کہتے ہیں مسلمان کے دل میں کسی بھی کافر کی دوستی نہیں ہونی چاہیے خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو۔ تحریک ترک موالات کے حامی انگریز کی دوستی ہی نہیں اس کے ساتھ معاملات کرنے سے بھی منع کرتے تھے دوسری طرف ہندوؤں کی دوستی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ اتحاد کی کوشش کر رہے تھے۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کی اور اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان تحریکوں میں گاندھی جیسا مشرک لیڈر تھا اور مسلمان لیڈر اس کے مقتدی تھے اس میل جول اور اتحاد کا اثر ہندوؤں پر تو کچھ نہ ہوتا البتہ مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے اس موقع پر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈنکے کی چوٹ پر اس اتحاد کی مخالفت کی اور اتحاد کرنے والے علما اور لیڈروں کو فرقۂ گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید اور پرزور مخالفت کی چوں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہم مسلک علمائے اہل سنت کا حلقۂ اثر بہت وسیع تھا اس لیے ان کے مخالفین ابوالکلام آزاد وغیرہ اور ان کی بڑی کوشش تھی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تحریکوں میں شریک وشامل ہو جائیں۔ ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا گیا کہ ترکی کی حکومت چوں کہ خلافت شرعیہ ہے اس لیے جو اس کی حمایت نہیں کرتا وہ کافر ہے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سلسلے میں جب استفتا کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خیر خواہی کا تعلق ہے وہ تو ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اس میں قریشی ہونا شرط

نہیں ہے البتہ خلافت شرعیہ کے لیے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط قریشی ہونا بھی ہے اس مسئلے پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام: ''دوام العیش فی ان الائمۃ من قریش'' ہے یہ رسالہ آپ کی وفات کے بعد چھپا اس کی اشاعت سے انگریز کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تو آپ کی ظاہری زندگی میں شائع کیا جاتا۔

یہی وہ حالات تھے جن کی بنا پر مخالفین نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انگریز نوازی کا الزام لگایا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں عبد الرشید لکھتے ہیں: ان دنوں چوں کہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی لیکن۔

تاریخ نے ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔ (میاں عبد الرشید: پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر (ادارۂ تحقیقات پاکستان لاہور، ص: ۱۲۰)

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں: ایک ایسا مردِ مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی اُلٹی طرف پتہ لکھتا ہو تا کہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچا نظر آئے جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دیے جائیں تا کہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے سورج ظلمت پھول بدبو چاند گرمی سمندر خشکی بہار جھڑ صبا صرصر پانی حدت ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

(ماخوذ فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۱۳، ناشر رضا اکیڈمی، بحوالہ کوثر نیازی امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت ص: ۱۶)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں اور ماہنامے کا مطالعہ کریں۔ (اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام، نابغ النور علی سوالات جبل فور، دوام العیش فی الائمۃ من القریش، المحجۃ الموتمنۃ فی أیۃ الممتحنۃ، أنفس الفکر فی قربان البقر، تصنیفات امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ''الرشاد'' تصنیف، پروفیسر سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ، ۱۹۲۰ و ۱۹۲۱ء مکتبہ رضویہ لاہور، تحریک خلافت و ترک موالات نمبر، ماہنامہ کنز الایمان نومبر ۱۹۹۴ء، ماہنامہ جہانِ رضا لاہور، جلد نمبر: ۲۸، نومبر، ۲۰۲۰ء، ۱۴۴۲ھ، شمارہ: ۲۴۰، ''گناہِ بے گناہی'' تصنیف: ڈاکٹر مسعود احمد صاحب۔

مجدد اعظم اور امت مسلمہ کی اقتصادی رہنمائی

مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی ٭

امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) چودہویں صدی کے مجدد اور آفاقی فکر و نظر رکھنے والے عالم ربانی تھے۔ جن کی علمی و فکری نگارشات نے اپنے عہد کی اہم علمی ضرورتوں کو بہ حسن و خوبی پورا کیا۔ آپ نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا بہترین فریضہ انجام دے کر علمی تحقیقات کا ایک بیش بہا خزانہ چھوڑا ہے جس پر ہر گزرتے دن محققین کی جماعت تحقیق کرنے میں مصروف ہے اور اس تحقیقی سفر میں لگاتار امام احمد رضا کی فکری وسعتیں کھلتی جارہی ہیں۔ یوں تو آپ کی علمی تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن سرِ دست آپ کا اقتصادی نظریہ ہمارا موضوع سخن ہے۔ اس باب میں آپ کے فکری شہ پاروں سے ہم اقتصادی امور میں کچھ جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے پہلے ہم اقتصاد و معیشت کی تعریف و توضیح اور اس باب میں اسلامی نقطہ نظر اور ہدایات کو سمجھ لیں تاکہ نفس موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اقتصاد کی تعریف اور تشریح:

بنیادی طور پر ایک انسان کی کچھ اہم ضرورتیں ہوتی ہیں جنھیں پورا کرنا ہر حال میں ضروری ہوتا ہے ان ضرورتوں میں روٹی، کپڑا اور مکان سرفہرست ہیں۔ جن کے بغیر ایک انسان کی زندگی کا چلنا انتہائی دوبھر ہے۔ پیٹ بھرنے کے لیے روٹی، تن ڈھانکنے کو کپڑا اور سر چھپانے کو گھر سب کو چاہیے انہیں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے انسان خرید و فروخت کا سلسلہ شروع کرتا ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔ جب انسان کچھ خریدتا ہے تبھی دوسرے انسان کا گھر چلتا ہے، اسی طرح جو انسان کچھ بیچتا ہے تبھی اس کی روزی روٹی کا بندوبست ہوتا ہے یعنی انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے خرید و فروخت ایک لازمی چیز ہے جس کے بغیر انسانی زندگی نہیں چل سکتی۔ اسی نظام کو ہم نظام اقتصاد یا اکنامکس کے نام سے جانتے ہیں۔ اقتصاد لفظ ''قصد'' سے بنا ہے جس کے معنی میانہ روی، کفایت شعاری اور اعتدال سے کام لینا، آتے ہیں۔ علامہ ابن منظور کے مطابق اقتصاد کا ایک معنی افراط و تفریط سے بچنا ہے اور معاشی نقطہ نظر سے اقتصاد کا مطلب فضول خرچی اور کنجوسی سے بچنا اور دونوں کے درمیان رہنا ہے، آپ فرماتے ہیں:

والقصد فی الشیء: خلاف الإفراط وھو ما بین الاسراف والتقتیر والقصد فی المعیشة: أن لا یسرف ولا یقتّر (لسان العرب مادہ قصد)

اس کے علاوہ لغت میں اقتصاد کے معنی تدبیر، نظام اور حکمت وغیرہ کے بھی آتے ہیں۔ یعنی اقتصاد کا معنی بہر طور ایسے امور پر دلالت کرتا ہے جس سے انسان اپنی بھلائی کے راستے تلاش کر سکے۔ عام امور میں قصد کا معنی فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان رہنا ہے جب کہ معیشت میں قصد سے مراد یہ ہے کہ نہ فضول خرچی کی جائے اور نہ ہی بخل اور کنجوسی سے کام لیا جائے۔ اصطلاحی اعتبار سے اسی کو اقتصادیات، علم المعیشت اور اکنامکس (Ecnomics) کہا جاتا ہے۔

دنیا میں رائج نظام اقتصادیات:

اس وقت دنیا میں سب سے مقبول نظام اقتصاد، راسمالیت ہے جسے عام زبان میں سرمایہ دارانہ نظام (capitalism) کہا جاتا ہے۔ جس میں نجی اداروں کو تجارت پر کنٹرول کرنے کی مکمل

آزادی ہوتی ہے جس کی بنا پر امیر مسلسل امیر ہوتا جاتا ہے جب کہ غریب لگاتار غربت میں گرتا چلا جاتا ہے۔ دوسرا نظام، اشتراکی نظام کہلاتا ہے۔ یہ نظام کارل مارکس کے نظریات سے ماخوذ ہے جس کے مطابق کسی فرد کو ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہر فرد کی حیثیت محض ایک اجیر کی ہوتی ہے اصل ملکیت حکومت کی ہوتی ہے اور محنت کے حساب سے سب کو اپنے حصے کی اجرت دی جاتی ہے، ملکیت کا حق صرف اسٹیٹ کو ہوتا ہے فرد واحد کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ کسی زمانے میں یہ نظام عروج پر تھا لیکن روس کے ٹکڑے ہونے کے بعد یہ نظام بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا اور اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں اگرچہ سرمایہ دارانہ نظام حاوی ہے مگر اس نظام کے خلاف لگاتار آوازیں اٹھ رہی ہیں کیوں کہ اس نظام کی بدولت دنیا کی دولت کا غالب ترین حصہ چند سرمایہ داروں کی مٹھی میں پہنچ چکا ہے باقی انسانی آبادی مسلسل غربت میں جی رہی ہے۔ اس نظام کی خرابی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ کورونا کی وبائی صورت حال میں عام انسان فاقے کرنے پر مجبور ہے وہیں اس وبائی دور میں سرمایہ دار طبقہ مزید امیر ہوتا گیا۔ دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار ایلن مسک (Elon Musk) کی دولت کورونا سے پہلے ۲۵ ر ارب ڈالر تھی لیکن کورونا بحران میں یہ دولت گھٹنے کی بجائے بڑھتی چلی گئی اور آج ایلن مسک کی دولت ۱۵۰ ارب ڈالر ہوگئی ہے یعنی اس کورونا دور میں اس کی دولت میں قریب ۱۲۵ ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔ کورونا سے پہلے دنیا کے ارب پتی افراد کی کل دولت قریب پانچ لاکھ کروڑ ڈالر تھی جو کورونا وبا کے ایک سال میں ۱۳ ر لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی۔ یعنی ایک سال میں ان امیروں کی دولت میں قریب آٹھ لاکھ کروڑ ڈالر کا اضافہ ہوا۔ امریکی میگزین فوربس کے مطابق کرورنا کے بحرانی دور میں ارب پتی افراد کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہوا ہے۔ پہلے ارب پتی افراد کی تعداد ۷۰۰ ر تھی مگر کورونا کے بحرانی سال میں یہ تعداد ۲۷۰۰ ر پہنچ گئی یعنی ایک سال میں ۲ ر ہزار افراد، ارب پتی بن گیے۔ اس ایک سال میں سب سے زیادہ نئے ارب پتی چین میں بنے جہاں ۲۳۸ ر نئے افراد ارب پتی بنے، امریکہ میں ۱۱۰ ر جب کہ ہمارے بھارت میں بھی کورونا کی مصیبت میں ۳۸ ر لوگ نئے ارب پتی بننے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

ذرا غور کریں! جس دور میں عام انسان کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، انسان کھانے کے لیے چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے کو تیار ہے تاریخ کے ایسے مشکل ترین وقت میں ان امیروں کی دولت آندھی طوفان کی طرح بڑھتی جارہی ہے۔ یہی وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ موجودہ وبا محض ایک بیماری نہیں بلکہ سرمایہ داروں کی سازش لگتی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے مقابل اسلامی نظام ہے جس میں نہ تو فرد کا حق ملکیت چھینا جاتا ہے اور نہ ہی اسے اتنا بے لگام چھوڑا جاتا ہے کہ وہ زمانے بھر کی دولت اپنے پاس جمع کر لے اور دوسروں کو بالکل نظر انداز کر دے۔ اسلام دین فطرت ہے جس کی تعلیمات کائنات عالم میں بسنے والے ہر انسان کے لیے مفید اور اطمینان بخش ہیں۔ اسلام کے جملہ احکام فطری اور انسانی طبیعت کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب ترین ہیں۔ عبادات سے لے کر معاملات تک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں اسلام نے واضح رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ انہیں امور میں اقتصاد و معیشت کا شعبہ بھی ہے۔ یہی وہ شعبہ ہے جس کے ذریعے نسل انسانی اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ لیکن اسلام نے عبادات کی طرح معاملات اور خرید و فروخت کے شعبے کو بھی بے لگام نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لیے بھی رہنما اصول و ضوابط بنائے ہیں تا کہ کوئی انسان کسی دوسرے کا حق نہ مار سکے اور ہر انسان چین کے ساتھ اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکے۔ کاروباری معاملات کو ایمان دارانہ اور منصفانہ بنانے کے لیے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں جا بجا اہل ایمان کے لیے بہت ساری ہدایات فرمائی ہیں۔

نظام زندگی کے متعلق اسلامی نظریات:

کاروباری معاملات کو ایماندارانہ اور منصفانہ بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں جا بجا اہل ایمان کے لیے بہت ساری ہدایات فرمائی ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (سورہ نسا:۲۹)

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۝اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ

ترجمہ: اور فضول نہ اڑا بے شک [فضول] اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآىٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ

ترجمہ: اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور راہگیروں، سائلوں اور گردن چھڑانے میں۔ (سورہ بقرہ:۱۷۷)

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۝

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جواب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ما أكل أحد طعامًا قط خير من أن يأكل من عمل يديه، وإن نبي الله داود عليه السلام كان يأكل من عمل يده۔ (صحیح بخاری، ار ۳۸۷) **ترجمہ:** ہر کسی کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے، بے شک اللہ کے نبی داوٗد علیہ السلام ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کے اقتصادی نظریات:

۱۹۱۲ء میں اعلیٰ حضرت نے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' کے عنوان سے ایک معرکۃ الآرا تحریر پیش فرمائی تھی۔ جس میں آپ نے ایسے نکات بیان فرمائے تھے جس کا تعلق مسلمانوں کے معاشی اور اقتصادی مسائل سے تھا۔ اپنی اس تحریر میں اعلیٰ حضرت نے اپنی فقہی دیدہ وری اور علمی بصیرت سے ایسے نکات تجویز فرمائے تھے جن پر آج بھی عمل کرلیا جائے تو مسلمانوں کی اقتصادی حالت سدھر سکتی ہے۔ آپ نے قوم کی معاشی حالت کو بدلنے کے لیے جو حل تجویز فرمایا تھا وہ چار اہم نکات پر مشتمل ہے، ہم پہلے وہ نکات بیان کرتے ہیں پھر اس کے متعلق توضیحی اور تجزیاتی گفتگو کریں گے۔

اعلیٰ حضرت کے چار نکات:

نکتہ اول: باستثناء ان معدودے باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات (مسلمان) اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ اور وکالت میں گھسے جاتے ہیں

گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔
(تدبیر فلاح ونجات ص:۶)

اس نکتے کی توضیح سے پہلے یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ معاشرتی زندگی میں اختلاف کا ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے لیکن جو لوگ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ اپنے اختلاف کو ایک دائرے میں رکھتے ہیں، کیوں کہ جھگڑا بڑھانے کا مطلب حکومت اور انتظامیہ کو اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا موقع دینا ہے۔ اگر ایک بار کوئی جھگڑا انتظامیہ تک پہنچ جاتا ہے تو طرفین کو وقت اور پیسہ دونوں خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ افسروں کی خوشامد کرتے ہیں، چاپلوسی کرتے ہیں، گاڑھی کمائی کا پیسہ لٹاتے ہیں اور مقدمہ بازیوں میں اپنی عمروں کا بیش قیمتی وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جن افراد کے درمیان مقدمہ بازی شروع ہوتی ہے وہ دونوں ہی گزر جاتے ہیں اور اپنی اولادوں کو وراثت میں مقدمہ بازی بھی چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اپنے مقدمات اپنے درمیان ہی سلجھاؤ تاکہ مقدمہ بازیوں میں جو پیسہ برباد ہوتا ہے وہ محفوظ (save) رہے۔ کسی بھی قوم کی معاشی ترقی کا پہلا زینہ مال کو محفوظ (saving) کرنا ہے۔ اگر مسلمان اعلی حضرت کے اس نکتے پر عمل کرلیں تو سالانہ کروڑوں روپے بچا سکتے ہیں۔ یہ پیسہ وکیلوں کی فیس، افسروں کو رشوت، اسٹامپ پیپروں کی خریداری، اور جیل کی مشقتوں سے بچنے کے لیے قوم مسلم خرچ کرتی ہے۔ این سی آر بی کی رپورٹ کے مطابق اس وقت مسلمانوں کی تقریباً ساڑھے سولہ فیصد آبادی جیلوں میں ہے جب کہ تقریباً ۱۹ رفیصد آبادی مقدمات کا سامنا کر رہی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی کل ۲۰ ر سے ۲۵ ر فیصد آبادی کورٹ کچہری اور جیل کی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ یہ اعداد وشمار اس وقت ہیں جب کہ ملک میں مسلمانوں کی کل آبادی ہی ساڑھے چودہ فیصد بتائی جاتی ہے یعنی مسلمان اپنی آبادی سے چار گنا زیادہ جیل اور مقدمہ بازیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت کے اس نکتے پر عمل کرتے ہوئے ہر مسلم بستی میں سرکردہ اور ذمہ دار افراد کی ایک ایسی ٹیم بنائی جائے جو مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو اپنی سطح تک ہی سلجھائے تو ذرا سوچیے کہ اس کا کس قدر فائدہ ہوگا؟ ایک طرف مسلمان ذلت ورسوائی اور کورٹ کچہری کی مصیبت سے بچیں گے تو دوسری جانب ان کا لاکھوں کروڑوں روپیہ جو مقدمہ میں خرچ ہو جاتا ہے وہ بھی محفوظ رہے گا۔ اسے اس طرح سمجھیں کہ اگر مسلمانوں کے ایک لاکھ افراد بھی مقدمہ بازیوں میں لگے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے مقدمہ پر سالانہ دس ہزار روپے بھی خرچ ہوتے ہیں تو ایک سال میں قریب ایک ارب یعنی ۱۰۰ رکروڑ روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ سو کروڑ میں دو میڈیکل کالج، دس ڈگری کالج یا تین چار انجینئرنگ کالج بنائے جا سکتے ہیں، جب کہ اگر ان پیسوں کو عوامی فلاح کے لیے استعمال کیا جائے تو سالانہ ہزاروں آدمیوں کو روزگار دیا جا سکتا ہے مگر اسے ہماری بے حسی اور مجرمانہ غفلت ہی کہیں گے کہ ہمارا یہ پیسہ آپسی جھگڑوں میں خرچ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم نے صرف بہ طور مثال ایک لاکھ شمار کیا ہے اصل تعداد تو اس سے دس گنا زیادہ ہے اگر ساری اعداد وشمار جمع کیے جائیں تو سالانہ کھربوں روپیہ مقدمہ بازیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی باعث اطمینان ہوگی کہ حکومت خود لوگوں کو آپسی افہام وتفہیم سے معاملات سلجھانے کا مشورہ دیتی ہے تاکہ عدالتوں پر کم سے کم بوجھ پڑے، اسی لیے حکومت "لوک عدالت"، یعنی عوامی عدالت کا انعقاد کرتی ہے جہاں اس کے افسران فریقین کو بلا کر سمجھا بجھا کر ان کے مقدمات عدالت کے باہر صلح صفائی کے ذریعے نپٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب حکومت خود یہ کام کر رہی ہے تو کیا ہم یہ کام نہیں کر سکتے؟

ضرور کر سکتے ہیں بس تھوڑی سی توجہ اور ذرا سی محنت کی ضرورت ہے لیکن شرط یہ ہے ہمیں قومی درد کا احساس ہو تبھی ہم اپنے امام کی اس بات پر عمل کر پائیں گے۔

دوم: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہیں رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبہ کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔ (تدبیر فلاح ونجات ص:۶)

اس نکتے میں اعلیٰ حضرت نے اس بات کی طرف ترغیب دلائی ہے کہ مسلم خریدار، مسلمان تاجر یا کاریگر سے ہی سامان خریدے تاکہ گھر کا نفع گھر میں ہی رہے۔ اس سے مسلمانوں کی حرفت وتجارت کو فروغ ملتا۔ اس نکتے میں دو بنیادی باتیں ہیں:

ایک طرف کاروبار میں لگایا گیا روپیہ (Investment) بڑھتا ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کی بے کاری میں کمی ہو کر روزگار (Employment) میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس باہمی تعاون سے تاجروں اور صناعوں کی مالی حالت میں بہتری آتی اور محنت کشوں (Labourers) کو بھی معاشی فائدہ حاصل ہوتا۔ اس طرح قوم کے دونوں ہی طبقے ایک دوسرے سے فیض یاب ہوتے اور مجموعی طور پر قوم کی معاشی صورت حال بہتر سے بہتر ہوتی۔ اس بات کو قدرے تفصیل سے سمجھیں تاکہ ہمیں اندازہ ہو کہ اس نکتہ پر عمل نہ کر کے قوم مسلم کس قدر پریشانیاں اٹھانے پر مجبور ہے۔ دہلی میں مسلمان کئی کاروبار اپنے دم پر چلاتے ہیں جیسے زردوزی (کپڑوں پر نقاشی کرنا) اور جینس وغیرہ مگر بجائے اس کے کہ مسلمان ایک دوسرے کے کاموں اور ہنر مندی سے فائدہ اٹھاتے اغیار کو اس کا فائدہ پہنچاتے ہیں جس کی بنا پر مسلم کاریگر اور تاجر چھٹانک بھر منافع کماتے ہیں جب مسلمانوں کے تیار کردہ مال پر اپنا برانڈ لگا کر اغیار سالانہ اربوں کھربوں روپیہ کماتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ مسلم خریدار غیر مسلم سے سامان خریدنے کو ترجیح دیتا ہے جب کہ مسلم دکان دار غیر مسلم سے خرید وفروخت کو پسند کرتا ہے۔ مسلم دکان داروں کو مسلم خریداروں سے شکایت ہے تو مسلم خریدار مسلم دکان داروں کے رویے سے ناراض رہتے ہیں۔ اس معاملے میں حقیقت یہی ہے کہ ہمارے دونوں ہی افراد کو تحمل اور سمجھ داری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ مسلم دکان داروں کو چاہیے کہ اپنے بھائیوں سے مناسب منافع پر سامان دے دیا کریں لیکن مسلم دکان داروں کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک ہی خریدار سے پورے دن کا نفع کما لوں اس لیے مسلم دکان دار اتنے کامیاب نہیں ہو پاتے جتنا غیر مسلم دکان دار، پھر ایک وقت یہ بھی ہوتی ہے کہ مسلم دکان داروں کا رویہ بڑا روکھا پھیکا ہوتا ہے جس کے باعث لوگ ان سے بچتے ہیں جب کہ غیر مسلم میٹھے لب ولہجے کی بدولت کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مسلم خریداروں کو بھی چاہیے کہ وہ جتنی شرافت اور سنجیدگی سے غیروں سے سامان خریدتے ہیں اسی طرح اپنے بھائیوں سے خریدا کریں اگر تھوڑا بہت دام زیادہ بھی لگے تو یہ سوچ کر لے لیا کریں کہ آخر گھر کا نفع گھر میں ہی ہے۔

سوم: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بینک کھولتے۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے۔ مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ "کفل الفقیہ الفاھم" میں چھپ چکا ہے۔ ان جائز طریقوں

پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر مدیون کی جائیداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔ (تدبیر فلاح و نجات ص:٦)

اعلیٰ حضرت کا یہ نکتہ اپنے زمانے کے لحاظ سے ایک انتہائی قابل قدر مشورہ تھا، کہ مال دار مسلمان اپنے غریب بھائیوں کے لیے غیر سودی بینک قائم کریں کہ اس طریقے سے دونوں کا فائدہ تھا ایک طرف غریب مسلمانوں کی مالی ضرورتیں پوری ہوتیں اور دوسری طرف امیر لوگوں کو بھی منافع ملتا۔ جیسا کہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں بینکنگ ایک ایسا نظام ہے جس سے عوام اور خواص سب جڑے ہیں، مگر پوری دنیا میں بینکنگ کا نظام سودی سسٹم (intrest system) پر مشتمل ہے۔ جس کے تحت اگر کوئی ضرورت مند اپنی ضرورت کے لیے کچھ قرض لیتا ہے تو اسے اصل رقم سے زیادہ رقم واپس کرنا پڑتی ہے۔ اگر قرض خواہ مقررہ وقت میں اصل رقم اور سود واپس نہیں کر پاتا تو بینک والے اس کی جائداد یا زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں، اس طرح ایک غریب انسان مزید بے کار اور بے سہارا ہو جاتا ہے۔ اسلام میں سود سرے سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: احل اللہ البیع وحرّم الربوا۔ (سورہ بقرۃ:۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں جس مثالی معاشرے کی تشکیل فرمائی اس میں سود کے لیے رتّی بھر بھی گنجائش نہیں تھی۔ ایک موقع پر طائف کا ایک وفد مدینہ منورہ پہنچا اور قبول اسلام پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے تین شرطیں مان لینے کا مطالبہ کیا، وہ تین شرطیں یہ تھیں:

١۔ زنا کی حرمت سے انہیں مستثنیٰ رکھا جائے۔

٢۔ شراب کی حرمت سے رخصت دی جائے۔

٣۔ سودی کاروبار کی اجازت دی جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی پس و پیش کے ان شرائط کو یکسر مسترد فرما دیا۔ کیوں کہ کسی بھی مہذب معاشرے میں مثالی کردار اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک انسان زنا اور شراب سے محفوظ نہ ہو، اسی طرح کسی معاشرے میں ہمدردانہ جذبات اس وقت باقی نہیں رہ سکتے جب تک سودی نظام کا خاتمہ نہ ہو، اس لیے اہل طائف کی قبول اسلام کی مشروط پیش کش کو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا حتی کہ انہوں نے غیر مشروط طریقے پر اسلام قبول کیا۔

اعلیٰ حضرت کے زمانہ مبارکہ میں بھی سودی نظام کی دو شکلیں رائج تھیں:

١۔ حکومتی سرپرستی میں چلنے والا بینکنگ سسٹم۔

٢۔ علاقائی سطح پر چلنے والا بنیوں کا سودی نظام۔

بینکنگ نظام انگریزوں نے قائم کیا جب کہ بنیے عرصہ دراز سے ذاتی طور پر سودی نظام قائم کیے ہوئے تھے۔ دونوں ہی طبقات قرض خواہ کی زمین یا سونا چاندی گروی رکھ کر قرض دیتے اور اس پر سود کی ایسی شرحیں نافذ کرتے کہ انسان اصل رقم سے کئی گنا زیادہ رقم دے کر بھی قرض دار رہتا تھا نوبت یہاں تک پہنچتی کہ اخیر میں قرض خواہ اپنی زمین اور زیورات سے ہاتھ دھو بیٹھتا، چلے تھے قرض لے کر مالی حالت سدھارنے مگر حالت کیا سدھرتی جو جمع پونجی تھی وہ بھی لٹا بیٹھتے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے قوم مسلم کی بھلائی اور ان کی اقتصادی حالت سدھارنے کے لیے اپنے عہد کے مشہور و معروف شہروں کے امیر مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی دولت کا استعمال کرتے ہوئے بینک قائم کریں اور غیر سودی نظام کے ساتھ اپنے غریب بھائیوں کی مدد کریں۔ اب

یہاں یہ سوال آتا ہے کہ محض جذبہ اخوت کی بنیاد پر مستقل اپنا مال کوئی کب تک پیش کر سکتا ہے؟

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ بہ حیثیت مومن ہمیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رہنا چاہیے:

من ذاالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعِفَہ لہ اَضعافاً کثیرۃً۔(سورہ بقرہ:۲۴۵)

دوسری بات کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے۔ ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے۔(ایضاً ص:٦)

اعلیٰ حضرت کے اس نکتے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک معاصر دانش ور پروفیسر عبدالمجید لکھتے ہیں:

''اس زمانے کے لحاظ سے یہ ایک نہایت ہی انقلابی مشورہ مجددِ عصر اعلیٰ حضرت نے دیا تھا۔ اس زمانے میں بھی بنکنگ سسٹم کی بنیاد سود پر تھی۔ سود کے بغیر بنک کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ ایسے دور میں اعلیٰ حضرت نے غیر سودی بنک کا نظریہ پیش کر کے دینی جدت طرازی کی ایک زبردست مثال قائم کر دی تھی۔ آپ نے چند مخصوص شہروں کے مالدار مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ غیر سودی بنک قائم کر کے اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مالی اعانت کریں جو کسی حرفت یا صنعت میں قسمت کو آزمانا چاہتے ہیں، اور ان کے پاس سرمایہ کی کمی ہے۔ نیز شریعت نے سود کو قطعی حرام قرار دیا ہے، مگر اور بھی بہت سارے طریقے ہیں جن کے ذریعے نفع کمایا جا سکتا ہے، اور وہ بھی حلال نفع، اور یہ سارے طریقے فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اپنی ایک تحریر میں ایک نہایت آسان طریقہ بیان فرما دیا ہے، اگر ایسا ہوتا ہے تو قرض خواہوں کا اس میں دوہرا فائدہ ہے، ایک تو وہ سود جیسے حرام مال سے بچتے ہیں دوسرے انھیں بنیوں سے نجات مل جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ قرض دینے والے مالدار مسلمانوں کو بھی اپنی فاضل رقم (Saving) کو کاروبار میں لگانے (Investment) سے نفع ملے گا اور وہ بھی حلال۔''

(اعلیٰ حضرت مجدد علم معاشیات:ص:۲۰)

چہارم: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا فاناللہ وانا الیہ رٰجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی جانتے وہ انھیں بتا دیتا اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے۔ جسے عزت جانتے ہو، اشد ذلت ہے۔

نکتہ چہارم: یقیناً سب سے اہم اور اصل ہے ایک مسلمان کے لیے ذرائع و اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری خالق اسباب کی اطاعت و فرماں برداری ہے۔ اگر مسلمان صدق دل کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں تو آج بھی تمام تر ذلتیں ہم سے دور ہو سکتی ہیں۔ ہماری مشکلات میں جہاں اسباب کی قلت اہم وجہ ہے اس سے زیادہ بڑی وجہ ہمارا دینی تعلیمات سے دور ہونا ہے۔ ہمارے اسلاف دین پر قائم تھے تو قلت اسباب کے باوجود زمانے میں سرخ رو اور صاحب اقتدار رہے لیکن ہم لوگوں نے اسباب کو ہی حاصل زندگی سمجھ لیا اور دینی مزاج اور مذہبی غیرت

چھوڑ بیٹھے نتیجہ یہ نکلا کہ عزت و نیک نامی نے ہم سے منہ موڑ لیا۔ اگر آج بھی ہم خود دینی سانچے میں ڈھال لیں تو ذلت و رسوائی کے کالے بادل چھٹ سکتے ہیں۔

اہمیت و افادیت کے اعتبار سے اعلیٰ حضرت کا بیان کردہ آخری نکتہ حرف آخر سے کم نہیں ہے۔ ان نکات کو بیان فرما کر اعلیٰ حضرت قومی جذبہ رکھنے والے افراد سے ایک اپیل کرتے ہیں:

''اہل الرائے ان وجوہ پر غور فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہے تو ہر شہر اور قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چاروں باتوں پر قائم کردیں، پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجیے... یہ خیال نہ کیجیے کہ ایک ہمارے کیے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یوں ہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا... بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کرلیں گے۔ چند جگہ جاری تو کیجیے پھر خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو تو عام بھی ہو جائے گا... اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی۔'' (تدبیر فلاح و نجات: ص:۹)

اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ نکات اور قومی جذبہ رکھنے والے اصحاب رائے سے آپ کی اپیل کے پیش نظر ہمیں امید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ آج بھی اگر اعلیٰ حضرت کے ان نکات کو قومی احیا کے لیے ایک مہم اور تحریک بنا دی جائے تو زیادہ وقت نہیں لگے گا کہ قومی امیدوں کا سورج طلوع ہو کر ناامیدیوں اور ذلت و رسوائی کے اندھیروں کو مٹا دے گا مگر شرط یہی ہے کہ اس کے لیے قوم کے اصحاب رائے کو ہی پہل کرنا ہوگی جب تک اصحاب رائے پیش قدمی نہیں کریں گے قوم کے عام لوگ ساتھ نہیں آئیں گے کیوں کہ عام انسان ہمیشہ سے اصحاب رائے کا پیرو کار واقع ہوا ہے ایک بار چند اصحاب فکر و نظر اس مہم کو لے کر آگے آئیں اور اگر چند اصحاب زر ان کا ساتھ دیں تو یہ کارواں بڑا ہوتا جائے گا، اتنا کہ جہاں سے گزرے گا صلاح و فلاح کے انمٹ نقوش چھوڑ جائے گا اور ہر طرف خیر و فلاح کی شادابیاں ہوں گی اور سسکتی ہوئی ملت کے چہرے پر طمانیت کی مسکراہٹ ہوگی۔ اور قوم مسلم ایک انقلاب آفریں دور کی تاریخ لکھے گی۔

✷ غلام مصطفےٰ نعیمی

مدیر اعلیٰ سواد اعظم، دہلی

اِصلاحِ تحریکِ ندوہ اور امام احمد رضا

مفتی سید شہباز اصدق امجدی٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا

اصلاح مفاسد اور رد اباطیل کی اہمیت و افادیت اپنے اپنے مقام پر مسلم ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اصلاح مفاسد اور ازالہ اباطیل کی تعلیم جابجا موجود ہے۔صرف دو آیات ہدیۂ ناظرین ہیں:

(۱) کُنتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ۔[۱]

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(۲) وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ۔ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا۔[۲]

ترجمہ: اور تم فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

مندرجہ بالا دونوں آیات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ مفاسد کی اصلاح اور باطل کی تردید قرآنی تعلیمات کا حصہ ہیں چنانچہ ابتدائے آفرینش سے ہی اصحاب حق و ہدایت احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں۔مجدد دین و ملت، امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اصلاح مفاسد اور رد اباطیل کی فقہی و شرعی حیثیت واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ازالہ منکر بقدرِ قدرت فرض ہے''[۳] نیز لکھتے ہیں: امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم و عاصی اور ان نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دنیوی و اخروی۔ احادیث کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں۔''[۴]

تحریک ندوۃ العلماء کا جب قیام عمل میں آیا اور پھر اس کے مفسدات ظاہر ہوئے، اس کی شناعتیں واشگاف ہوئیں اور اس کے مکروہ عزائم و مقاصد کا حال کھلا تو اس کی اصلاح کے لیے احقاق حق و ابطال باطل کا یہی فریضہ داعی ہوا جس کے سبب ہندوستان کے مشاہیر علما و مشائخ اولا ندوہ کی اصلاح پھر اس کے رد و طرد کی طرف متوجہ ہوئے۔ندوۃ العلماء کی اصلاح چاہنے والے ان مشاہیر علمائے اہل سنت میں ایک ممتاز نام مجدد دین و ملت امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سر العزیز کا ہے جنہوں نے مجددانہ ذمہ داری تصور کرتے ہوئے اصلاح ندوہ کی طرف اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور اصلاح ندوہ کی ہر ممکن کوشش کی اور جب اصلاح کی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں تب آپ ندوہ کی رد و طرد پر کمر بستہ ہوئے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کی شناعت و قباحت سے قوم کو آگاہ کیا اور انہیں ندوۃ العلماء سے باز رکھ کر سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو گمراہیت کے دلدل سے بچایا۔تحریک ندوۃ العلماء سے ملت بیضا کی حفاظت و صیانت کے لیے مصلح اعظم سیدی اعلی حضرت رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرنے سے قبل تحریک ندوۃ العلماء

کے آغاز، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے منکرات و مفاسد کے حوالے سے چند باتیں قلم بند کرنا ناگزیر ہیں تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ تحریک ندوہ کے آغاز کا مقصد کیا تھا؟ ابتداء میں ارباب اہل سنت اس میں کیوں شریک ہوئے؟ اور پھر کن مفاسد کی وجہ سے علمائے اہل سنت نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی اور اس تحریک کو اہل سنت و جماعت کے لیے خطرہ تصور کیا؟

تحریک ندوہ کا آغاز:

تحریک ندوہ کی ابتدا کچھ اس طرح ہوئی کہ اہل سنت کے نامور عالم دین حضرت مفتی عنایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۷ھ میں کانپور کی سرزمین پر ''مدرسہ فیض عام'' قائم کیا تھا۔ جہاں دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی تھی اور فارغین کو دستار فضیلت سے نوازہ جاتا تھا۔ ۱۳۱۰ھ میں اسی مدرسہ فیض عام کا سالانہ جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ جس میں ملک وملت کے مقتدر علمائے شریعت و مشائخ طریقت مثلاً مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ۔ حافظ شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی۔ مولانا احمد حسن صاحب۔ مولانا شاہ سلیمان قادری پھلواروی صاحب وغیرہ نے شرکت فرمائی اور یہیں ان حضرات نے احیاء ملت، نشر سنیت، امحائے بدعت اور بڑھتی بد مذہبی کے استیصال کے لیے اہل سنت کی منتشر قوتوں کو مجتمع کر کے تحریک چلانے کے لیے ایک میٹنگ کی۔ اس میٹنگ میں علما کے باہمی مشورہ سے ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی اور وہیں ان علما کے باہمی مشورہ سے اس کمیٹی کا نام ''ندوۃ العلماء'' قرار پایا۔ اس موقع پر ناظم کی حیثیت سے مولانا سید محمد علی مونگیری صاحب [مولانا مونگیری صاحب عارف باللہ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے مرید وخلیفہ اور معروف عالم دین تھے اور ان کے روابط اہل سنت کے علما سے اچھے تھے اسی لیے ان کو ناظم منتخب کیا گیا تھا لیکن ندوہ کے مفاسد ظاہر ہونے کے بعد جب علمائے اہل سنت نے ان سے رابطے کیے اور اصلاح کی گزارش کے باوجود انھوں نے ندوہ کی اصلاح نہ کی تو علمائے اہل سنت کا اعتماد ان سے اٹھ گیا] کا انتخاب عمل میں آیا اور اس طرح ''ندوۃ العلماء'' کی داغ بیل ۱۳۱۰ھ میں پڑی اور وہیں اگلے سال ۱۳۱۱ھ میں ''ندوۃ العلماء'' کا پہلا اجلاس ہونا قرار پایا۔ [۵]

اغراض و مقاصد:

اس میں شک نہیں کہ عمائدین ملت و اساطین امت نے جن مقاصد خیر کے لیے ندوۃ العلماء کی داغ بیل ڈالی تھی وہ مقاصد یقیناً بہت موثر، ملت اسلامیہ ہند کے لیے بے حد مفید اور ہمہ گیر تھے۔ چند مقاصد ملاحظہ کیجیے۔

(۱) علوم دین کی ترقی، تہذیب اخلاق وشائستگی اطوار

(۲) علمائے اہل سنت کے باہمی نزاع کا رفع اور اتحاد و اتفاق کی خوش گوار فضا

(۳) عام مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور اس کی تدابیر

(۴) ایک عظیم الشان دار العلوم اور وسیع لائبریری کا قیام

(۵) بدمذہبی کے استیصال میں اپنی مجموعی قوت کا اثر ڈالنا

(۶) مسلمانوں کے اندر رسم ورواج خلاف مذہب اسلام ختم کرنے کی کوشش کی۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد حسین حنفی قادری فضل رحمانی علیہ الرحمہ ندوہ کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دل میں آرزو تھی آنکھیں منتظر تھیں کہ کسی کو اس سچے مذہب کی تائید کا بیڑا اٹھاتے ہوئے دیکھیں خدا خدا کر کے ''ندوۃ العلماء'' کی آواز کان میں پڑی اور سنا گیا کہ علما اہل سنت مذہبی تائید، اصلاح اہل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ بدمذہبی کے استیصال میں اپنی مجموعی قوت کا اثر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنے بھائیوں سے رسم ورواج خلاف مذہب چھڑا دینے کی کوشش کریں گے۔ اس مژدہ جاں فزا کو سن کر کس قدر مسرت حاصل ہوئی ہوگی مگر افسوس افسوس افسوس کہ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد[۶]

جن مقاصد حسنہ کے پیش نظر حضرات علمائے اہل سنت نے "ندوۃ العلماء" کا خواب دیکھا تھا اگر مفاسد سے پاک رکھ کر اس کو اسی نہج پر باقی رکھا جاتا اور اسی کے مطابق عمل درآمد کیا جاتا تو خاطر خواہ فائدہ حاصل ہوتا اور ندوہ کو علمائے اہل سنت کی حمایت بھی حاصل ہوتی اور ان کی آرزوؤں کی تکمیل بھی ہوتی۔

ندوہ کا پہلا اجلاس:

ندوۃ العلماء کا پہلا اجلاس ۱۵/۱۶/۱۷ شوال ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۲/۲۳/۲۴ اپریل ۱۸۹۴ء شہر کانپور مدرسہ فیض عام میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت استاذ العلماء حضرت مفتی لطف اللہ صاحب علیہ الرحمہ علی گڑھ نے فرمائی۔ اس اجلاس میں شرکت کے لیے مولانا سید محمد علی مونگیری صاحب ناظم ندوہ نے اساطین ملت وعمائدین امت سے رابطے کیے اور انہیں اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی چونکہ ندوہ کا یہ اجلاس اپنے اغراض ومقاصد کے لحاظ سے نہایت مفید تھا اور کارکنان و منتظمین اہل سنت و جماعت کے معتمدین میں شمار ہوتے تھے اس لیے حضرات علما و مشائخ نے ندوہ کی آواز پر ذوق وشوق کے ساتھ لبیک کہا اور بہت ساری امیدوں کے ساتھ ندوہ کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے۔

ندوۃ العلماء کے مفاسد:

ندوۃ العلماء کے پہلے اجلاس میں مولانا سید محمد علی مونگیری نے علمائے اہل سنت کے علاوہ دیگر مسالک کے علما کو بھی مدعو کیا چنانچہ غیر مقلدین میں مولوی ابراہیم آروی، مولوی محمد حسین بٹالوی اور شیعی مجتہدین میں غلام حسنین کنتوری وغیرہ کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ ان کی دعوت پر غیر مقلد وشعیہ کے علما شریک اجلاس ہوئے، جنہوں نے اپنا اپنا بیان دیا اور برسر منبر عوام اہل سنت کے سامنے اہل سنت و جماعت کے معتقدات و نظریات کے خلاف پوری آن بان شان کے ساتھ تقریریں کیں اور اس پر غضب یہ کہ منتظمین ندوہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور یہ سلسلہ ندوہ کے تمام اجلاس میں جاری رہا۔ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

"شوال ۱۳۱۱ھ میں پہلا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس اپنی شان اور اجتماع میں خود اپنی نظیر تھا۔ ایک شان یہ تھی کہ ہر فرقے کے صنادید علما شریک جلسہ تھے۔ علمائے حنفی کے علاوہ اہل حدیث میں سے ابراہیم آروی، مولوی محمد حسین بٹالوی، شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام حسین کنتوری شریک جلسہ تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جب مختلف الخیال مختلف عقیدہ کے لوگ مدعو ہیں اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو حق جانتا ہے تو یقیناً ہر ایک وہی بولی بولے گا جس کا وہ معتقد ہے۔ ایسی صورت میں عام مسلمانان شرکائے جلسہ کو اس جلسہ سے فائدہ پہونچے گا یا سراسر نقصان ہی نقصان؟ چنانچہ پہلے ہی جلسہ میں مولوی غلام حسین کنتوری مجتہد روافض نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل بیان کی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ان کے سر عمامہ خلافت باندھا۔"[۷]

ندوہ کے متعدد اجلاس میں ہونے والی تقاریر کے چند جملے ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ جو متعدد روداد میں ندوہ کے پلٹ فارم سے شائع ہوئیں۔ جس کے سبب سے علمائے اہل سنت "ندوۃ العلماء" کی اصلاح اور بعد ازآں اس کے رد پر کمر بستہ ہوئے۔

(۱) حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ بلا فصل ہیں۔[۸]

(۲) شافعی حنفی غیر مقلد بھی تم ہو گئے تو خدا کے نزدیک تو کچھ رتبہ نہ بڑھ گیا اس کے نزدیک اس کی قدر ہے جس کے دل میں ایک ذرہ محبت کا ہے چاہے شافعی ہو چاہے حنفی ہو چاہے غیر

مقلد۔[۹]

(۳) اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو اہل قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لے لیں اور آپس کے مباحثہ کو ترک کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔[۱۰]

(۴) حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کے عقائد میں بھی اس حد کا اختلاف ہے کہ ایک کے عقیدے کے مطابق دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوتا ہے ان کے عقائد کی رو سے ان کی باہمی اسلامی شرکت بھی نہیں اس لیے کہ ایک شئی حنفیہ کے یہاں فرض یا واجب اور شافعیہ کے یہاں حرام یا مکروہ ہے اور فرض کو ممنوع یا حرام کو حلال جاننے والا کافر ہوتا ہے۔[۱۱]

(۵) یہ مجلس کافہ اسلام کے علما کی ہے۔ سنی شیعہ مقلد غیر مقلد سب مل کر سرانجام کریں۔[۱۲]

(۶) مقلد غیر مقلد کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسا حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کا۔[۱۳]

(۷) غیر مقلدین اتقیائے اہل سنت ہیں۔[۱۴]

(۸) ان کے اختلافات سراسر مفید ہیں۔[۱۵]

ندوہ کی روداد کے مندرجہ بالا چند اقتباسات پڑھنے کے بعد ہر منصف مزاج قاری اس نتیجہ پر با آسانی پہنچ جاتا ہے کہ وہ عمائدین امت و اساطین ملت جو بڑے ذوق وشوق کے ساتھ ندوہ کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے تھے اجلاس اول کے بعد کیوں اس تحریک سے کنارہ کش ہو گئے؟ اور اس کی اصلاح وردو طرد کی طرف کیوں کر متوجہ ہوئے؟۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد اکبر ابو العلائی داناپوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”اس ندوہ کے انعقاد میں یہ عجلت بہت کی گئی اس بات پر غور کرنے کا موقع نہ ملا کہ ہم کو ابتدائے ندوہ میں کس کس جماعت کو شریک کرنا مناسب ہے اور کس کس قوم کو بالفعل نظر انداز کرنا لازم ہے اسی وجہ سے اہل سنت ندوہ کو کامیابی نہ ہوئی مگر اب بھی اس کا وقت نہیں گیا میرے خیال میں پہلے ہم کو یہ اصول برتنا تھا کہ اپنے ہی فرقہ کے لوگوں کو مجتمع کر کے ان کے خیالات کو اس طرف رجوع کرتے اور اس انجمن کا اغیار سے پاک ہونا ضرور تھا جب اپنی پوری جماعت متفق ہو جاتی اس وقت ہم کو اپنی جماعت کے فرد پر پورا اختیار حاصل رہتا اور خود کسی کو اختلاف کرنے کی جرات نہ ہوتی اور یہ سواد اعظم جو جابجا متفرق تھا اور اس کی شوکت ٹوٹ گئی تھی مجتمع ہو جاتا اس وقت ہم کو اپنے بنی اعمام کو دعوت دینے کا پورا موقع تھا اگر وہ ہمارے مدعو ہو کر ہماری انجمن کی رکنیت ہماری شروط کے موافق قبول فرماتے فھو مرادنا اور اگر وہ انکار فرماتے تو ہمیں اصرار بھی نہ ہوتا ہمارا دامن اس دھبے سے پاک رہتا“۔[۱۶]

ندوہ کے پہلے اجلاس میں اعلی حضرت قدس سرہ کی شرکت:

جیسا کہ رقم کیا گیا کہ ندوہ کی ابتدا حضرات علمائے اہل سنت نے کی تھی اسی وجہ سے اجلاس اول میں منتظمین ندوہ کی دعوت پر ملک وملت کے علما ومشائخ شریک اجلاس ہوئے تھے۔ اس اجلاس میں مجدد دین وملت امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمہ اللہ بھی اس یقین کے ساتھ شریک اجلاس ہوئے کہ ”ندوۃ العلماء“ جماعت اہل سنت کی تنظیم اور یہ اجلاس اہل سنت وجماعت کا ہے۔ چنانچہ اعلی حضرت رحمہ اللہ ناظم ندوہ مولانا سید محمد علی مونگیری کے نام ایک مکتوب میں رقم فرماتے ہیں:

”یہ برادرانہ خیر خواہانہ سوالات صرف اس بنیاد پر حاضر کیے جاتے ہیں کہ ندوہ اپنے کو سنی المذہب فرماتا ہے“[۱۷]

اجلاس اول میں شرکت کے بعد جب حضرات علما ومشائخ نے خلاف مذہب اہل سنت اجلاس کی کاروائی ملاحظہ فرمائی تو اعلی حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ جید علمائے اہل سنت اسٹیج سے اتر آئے اور ان ایمان سوز تقاریر کا رد و مفاسد ندوہ کی اصلاح کا پورے زور سے مطالبہ کیا۔ اعلی حضرت قدس سرہ نے اولا صدر

اجلاس حضرت مفتی لطف اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے کہا کہ یہ کیا صورت حال ہے تو مفتی صاحب نے اپنی برات ظاہر کرتے ہوئے سارے معاملے کا ذمہ دار مولانا مونگیری ناظم ندوہ کو ٹھہرایا مولانا مونگیری سے کہا گیا تو آئندہ سال اصلاح کا وعدہ کیا۔ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ماۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بھی تشریف فرما تھے آپ نے حضرت الاسد الاسند الاشد الارشد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کو اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اسی وقت وہ دونوں حضرات اٹھے اور حضرت استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھ کی خدمت میں پہنچے اور فرمایا کہ یہ کیسا جلسہ ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ صبح سے میں بھی تو یہی جھینک رہا ہوں چنانچہ ناظم ندوہ جناب مولانا محمد علی صاحب کو کہا گیا اور اس کی شناعت ظاہر کی۔ انہوں نے عذر کیا کہ ہم نے تو پھیلایا ہے۔ سمیٹیں کیوں کر؟ آئندہ سال سے اس کا خیال کیا جائے گا'' [۱۸]

حضرت مولانا سید محمد حسین صاحب اس وقت علمائے اہل سنت کا اضطراب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول جلسہ کے شروع پر حضرت فاضل بریلوی نے آپ کے ناظم صاحب کو اس خلط مبحث کے برے نتائج کیا کیا نہ سمجھائے تھے صدر سے کیا کچھ نہ کہا تھا۔ کیا جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف جناب مولانا شاہ عبد الوہاب صاحب لکھنوی وغیرہم مخالف مذہب اہل سنت کاروائی دیکھ کر جلسہ سے نہیں اٹھ گئے۔'' [۱۹]

سیدی اعلیٰ حضرت قدسرہ العزیز نے ناظم ندوہ کی جانب سے اس اعتذار کو ناکافی سمجھتے ہوئے اس بات کا مطالبہ کیا کہ غیر مقلدین و اہل تشیع کی ایمان سوز گمراہ کن تقاریر کے جوابات اسی اسٹیج سے دیئے جائیں تاکہ حقائق کا اظہار ہو اور اہل سنت پورے طور پر مطمئن و پرسکون ہو سکیں مگر مولانا مونگیری صاحب ناظم ندوہ اس کے لیے راضی نہ ہوئے نتیجۃً علما و مشائخ نے اس جلسے کا خاموش بائیکاٹ کیا۔ ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والی روداد اول کے ص ۶۴ پر اسی طرف اشارہ ہے:

''اس بیان سے حاضرین جلسہ کو فی الجملہ تکدر ہوا اور بعض اشخاص نے کچھ بولنا بھی چاہا مگر چونکہ یہ بات قرار پا چکی تھی کہ مجلس میں کسی قسم کی رد و قدح نہ ہو اسی لیے خاموشی اختیار کی گئی''۔ [۲۰]

ندوہ کے پہلے اجلاس کے بعد علما و مشائخ اہل سنت کی ایک بڑی تعداد نے اس سے اپنا دامن جھاڑ لیا اور مفاسد ندوہ کے اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے لیکن ندوہ کی اصلاح نہ ہونی تھی نہ ہوئی بلکہ روز بروز اس کے مفسدات میں ترقی ہوتی رہی اور ہر اجلاس میں اس کی شناعت مزید بڑھتی گئی۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ اصلاح کر لی جائے گی اور پھر کبھی ایسا نہیں ہوگا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ندوہ کا دوسرا اجلاس ۱۲/۱۳/۱۴ اپریل ۱۸۹۵ء میں لکھنو میں منعقد ہوا۔ اس میں بھی حسب سابق منتظمین ندوہ نے غیر مقلدین اہل تشیع اور نیچری علما کو شریک اجلاس کیا انہیں رکنیت دی ان سے خلاف مذہب اہل سنت تقریریں کرائیں ان کی آمد و تقاریر کا شکریہ ادا کیا اور اس کی روداد شائع کیں۔

ندوہ کی اس حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا سید شاہ محمد حسین قادری فضل رحمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''لیکن ہائے ندوہ تیری بد نصیبی کہ تو جن نادان دوستوں کے ہاتھ میں ہے انہوں نے دوسرے جلسے میں بھی تیری اصلاح نہ کری اصلاح کس کی اور زیادہ فساد بڑھا دیئے اس دوسرے جلسے کے بعد تو پیہم مخالفت کی آوازیں آنا شروع ہوئیں مگر اس پیرایہ میں کہ جلد اصلاح ہونی چاہیے۔ [۲۱]

حضرت سید صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ ندوہ کی شناعت ظاہر ہونے کے بعد حضرات

علمائے اہل سنت نے اولا اصلاح کی کوشش کی اور جب معاملہ صحیح ہوتا نظر نہ آیا تب حضرات اہل سنت ندوہ کے ردو ابطال کی طرف متوجہ ہوئے۔ اصلاح ندوہ کے حوالے سے سیدی اعلی حضرت فاضل بریلوی کا مجددانہ کردار ممتاز حیثیت کا حامل ہے اس لے ندوہ کے سلسلے میں آپ کی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اول: مفاسد ندوہ کی اصلاح میں اعلی حضرت کا مصلحانہ کردار۔

دوم: ندوہ کی باطل کاروائیوں کا ردو طرد اور اعلی حضرات کی مساعی جمیلہ۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی کی طرف سے اصلاح ندوہ کی کوشش:

مولانا سید محمد علی مونگیری چند سالوں تک برانڈ امبیسڈر (Brand ambassador) کی حیثیت سے ندوہ کے مختار کل اور ناظم اعلی بنے رہے۔ مولانا مونگیر چونکہ عارف باللہ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے اس لیے ان کا شمار علمائے اہل سنت میں ہوتا تھا اسی وجہ سے حضرات علماومشائخ نے اصلاح ندوہ کے لیے مولانا مونگیری سے ہی مراسلات کیے اور انہیں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی، اعلی حضرت فاضل بریلوی نے اصلاح ندوہ کی خاطر مولانا مونگیری کے نام چار خطوط ارسال کیے جس کا مجموعہ اسی وقت ۱۸۹۵ء میں ''مراسلت سنت ندوہ'' کے نام سے حضرت علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ترتیب کے ساتھ مطبع نظامی بریلی سے شائع ہوا۔ ان چار خطوط میں سے پہلا خط ندوہ کی بے اعتدالیوں سے متعلق ستر سوالات پر مشتمل تھا جو ''سوالات حق نما بروس ندوۃ العلماء'' کے نام سے حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی تقدیم کے ساتھ وکٹوریہ پریس بدایوں سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ بقیہ تین خطوط انہی سوالات کے جوابات کی تاکید کے سلسلے میں لکھے گئے تھے۔ ان چاروں مکتوبات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سیدی اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کی یہ دلی خواہش تھی کہ ندوہ کے منتظمین رجوع الی الحق کر کے ازالہ مفاسد ندوہ کرلیں اور یہ تحریک اپنے ہمہ گیر مقاصد کو لے کر آگے بڑھے اور اہل سنت و جماعت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو۔ مصلح اعظم حضرت فاضل بریلوی اپنے پہلے مکتوب محررہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ میں مخلصانہ محبانہ اور دردمندانہ لب ولہجہ میں رجوع الی الحق کی دعوت دیتے ہوئے ناظم ندوہ کے نام لکھتے ہیں:

''خدمت کبرائے ندوۃ العلماء میں یہ چند سوالات محض بنظر انکشاف حق وانکشاف باطل حاضر کیے جاتے ہیں جن میں تعصب، نفسانیت کسی مذموم نیت کو بعونہ تعالی اصلا دخل نہیں۔ الحمدللہ رب العلمین۔ کمینہ خادم مذہب سنت واہل سنت کو ندوہ کی جو کاروائیاں مخالف شریعت وخلاف مذہب اہل سنت ومضر دین ومعین بدعت معلوم ہوئیں صرف برادرانہ طور پر بہ تمنائے انصاف اس امید پر گزارش کیں کہ ندوہ محض للہیت کے ساتھ بے آمیزش سخن پروری ہر سوال پر نظر غور فرمائے اگر خیر خواہ کی بات ایمانی نگاہ میں حق نظر آئے بکشادہ پیشانی قبول فرما کر آیت کریمہ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ کا مژدہ پائے اور اگر واقعی اپنی ہی طرف حق منجلی ہو تو ہر سوال کا فردا فردا جواب شافی بروجہ کافی عنایت فرما کر خیر خواہ کو ممنون بنائے'' [۲۲]

اعلی حضرت فاضل بریلوی اسی خط میں آگے ''تنبیہ عام'' کی ذیلی سرخی کے تحت لکھتے ہیں:

یہ برادرانہ خیر خواہانہ سوالات صرف اس بنا پر حاضر کیے جاتے ہیں کہ ندوہ اپنے آپ کو سنی المذہب فرماتا ہے بخدا ہم چنیں کند، جناب سید ناظم حفظہ اللہ تعالی عماک یلائم نے بعض خطوط میں بعض اہل علم کو تحریر فرمایا (بانیان ندوہ پکے حنفی ہیں اور تقریبا پچیس تیس برس سے مناظرات غیر مقلدین وغیرہ میں مشغول رہے ہیں) یہی خیال وجہ ارسال سوال ہے کہ بھائیوں سے بھی شکوہ ہے اور انہیں کی لغزش کا ہے۔ بدمذہب سے کیا گلہ کہ تیری

تریریں، کاروائیاں مخالف و مضر اہل سنت ہیں ندوہ اگر بحمد اللہ تعالی خدام سنت واصحاب جماعت سے ہے اہل سنت کی احادیث وائمہ کو ماننا ان کے ارشاد کا پابند رہتا، اپنا فرض مذہبی جانتا ہے تو برادرانہ انصاف کی نظر سے سمجھ لے مضرات مذہب واعدائے مذہب سے خود اسے اجتناب ضرور ہوگا اور اگر خدانہ کردہ صورت دوسری ہے تو تمام سوالوں کے جواب میں اتنا بس ہے کہ ندوہ کو پاس مذہب اہل سنت نہیں نہ ان کی نفع نقصان سے مطلب اس کے بعد ہمیں کوئی اور شکایت نہ ہوگی۔ ملک میں کتنی کانفرنس ہوتی ہیں ان سے ہم کہاں الجھتے ہیں کہ اس سے فضول بحث ضرور ہوگی۔" [۲۳]

حضرت فاضل بریلوی کے مکتوب گرامی کا ایک ایک جملہ خلوص وللّٰہیت سے لبریز ہے اور اس بات کا غماز ہے کہ آپ شریف النفس داعی، سلیم الطبع مبلغ اور پاکیزہ دل مصلح اعظم تھے۔

اعلی حضرت نے اپنے پہلے خط کی تاکید میں ایک دوسرا خط ۲۹ رشعبان المعظم ۱۳۱۳ھ کو لکھ کر ناظم ندوہ کے نام روانہ کیا۔ اس خط میں اعلی حضرت لکھتے ہیں :

"یہ بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کے سوالات محض بنظر ایضاح حق حاضر ہوئے ہیں۔ اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بنہایت الحاح گزارش کہ للہ! خالص انصاف کی نگاہ سے غور فرمایا جائے واقعی عرض ہے کہ ان میں کوئی غرض نفسانیت ملحوظ نہیں۔ صرف تحقیق حق منظور ہے۔ ولہذا باوصف خواہش احباب ہنوز ان کی اشاعت نہ کی کہ اگر حضرات بتوفیق الہی جلا وعلا خود ہی اصلاح مقاصد و دفع مفاسد فرمالیں تو خواہی نہ خواہی افشائے زلات کی کیا حاجت؟ [۲۴]

مولانا سید محمد علی مونگیری صاحب ناظم ندوہ کو قبول حق کے لیے اعلی حضرت فاضل بریلوی کا یہ مخلصانہ ملتجیانہ اور داعیانہ انداز بھی ملاحظہ کیجیے جس کے سامنے پتھر دل بھی موم بن جائے۔ اعلی حضرت رقم طراز ہیں:

"مولانا اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ سلامت نفس بعض چالاک صاحبوں کی ظاہری باتوں سے دھوکہ ہوا ہے ورنہ عیاذا باللہ! آپ کو ہرگز مخالفت واضرار مذہب اہل سنت پر اصرار مقصود نہیں بعد تنبیہ ان شاء اللہ بعض اکابر علما مثلا (مولانا لطف اللہ علی گڑھ اور مولانا محمد حسین آلہ بادی) کی طرح فورا بطیب خاطر موافقت حق فرمائیں گے۔ مبارک وہ دن کہ ہمارے معزز عالم، آل پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف مراجعت اور تلبیس مبتدعین وتدلیس منتظمین سے بالکلیہ مجانبت فرمائیں گے۔ [۲۵]

اس دوسرے خط کے بعد مولانا مونگیری صاحب نے بیان صفائی پر مشتمل ایک خط اعلی حضرت فاضل بریلوی کے نام لکھا جس میں ان ستر سوالات کے جواب سے پہلوتہی کر کے یہ لکھ بھیجا:

"مولانا جن متکلم فیہ لوگوں کو میں نے اس جلسہ میں شریک کرلیا ہے ان کو بمصالح میں نے شریک کیا ہے ورنہ آپ جانتے ہیں کہ میں حنفی ہوں اور خدا کے فضل سے نیچریت سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے ان کے عقائد درکنار ان کی وضع سے نفرت ہے" [۲۶]

دوسرے خط میں مولانا مونگیری نے ان مصلحتوں کی تفصیل یوں بیان کی:

"الحاصل! مجھے تو بہت سی وجوہ سے یقین ہوگیا کہ تائید حق کی یہ صورت نہایت عمدہ ہے اور اتفاق صوری سے ادھر تو دشمنان دین کی نظروں میں ہیبت وعظمت لیکن نزاعوں سے ہم نجات پائیں گے"۔ [۲۷]

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے مولانا سیدی محمد علی مونگیری کے بیان مصلحت کو پسند نہ فرمایا اور اس کے جواب میں اپنے تیسرے مکتوب محررہ ۵ ررمضان المبارک ۱۳۱۳ھ میں تحریر فرمایا:

"مولانا آپ ان حضرات کی تشریک میں مصلحت بتاتے ہیں۔ ہاں آپ کا قصد مصلحت ہی ہوگا مگر ذرا نظر فرمائیے کہ ابھی

کئی دن اور کئی رات؟ ابتدا ہی سے اس خلط مفاسد سے کیسی کیسی آفتیں پیدا نہ ہوئیں روداد وغیرہ کی کاپیاں مذہب اہل سنت کے حق میں زہر سے بجھی چھریوں سے بھر گئیں ادنی برکت شرکت کا یہ نمونہ ہے کہ وہ رافضیوں کا مجتہد آج تک اشتہارات میں چھاپ رہا ہے کہ اس نے مجمع اہل سنت میں جناب امیر کے سر پر دستار خلافت بلا فصل کا باندھنا ثابت کر دیا اور سنیوں کا کوئی عالم جواب دہ نہ ہوا بھلا بغرض باطل دو ایک معین بدمذہبوں کی تشریک میں کوئی مصلحت خاصہ خیال فرمائی اگر چہ اس پر ہزار مفاسد دینیہ مترتب ہو چکے۔" [۲۸]

اعلی حضرت فاضل بریلوی کے علاوہ دیگر علما و مشائخ اہل سنت نے بھی مولانا مونگیری کے بیان مصلحت کو پسند نہیں فرمایا چنانچہ حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف سیدی اعلی حضرت کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"مجھے یہ مصلحت ان کی پسند نہ آئی کیونکہ اس میں آئندہ بڑا مفسدہ نظر آیا کہ عوام کو حجت ہو جائے گی کہ سب مذاہب حقہ ہیں جو چاہو سو اختیار کر لو اس فتنے کا کچھ اندیشہ نہ کیا اثر بادشاہ کا رعیت پر ضرور پڑتا ہے عقلیں سب کی ماری گئیں ہیں" [۲۹]

نیز حضرت مولانا سید محمد اکبر ابو العلائی صاحب علیہ الرحمہ دانا پور پٹنہ لکھتے ہیں:

"مصلحت اور حکمت عملی اور تقیہ اور توریہ یہ سب الفاظ مختلف اللفظ متحد المعنی ہیں اس عہد میں ان لفظوں پر نظر پڑتے ہی دل گھبرا جاتا ہے اسلام ہمیشہ ایسے دھوکے کے لفظوں سے پاک رہا ہے اور ان شاء اللہ پاک رہے گا ہم کو اللہ تعالی جل شانہ پر توکل کر کے سیدھے اور سچے طریقے سے کام لینا چاہیے یہ ذو معنی لفظ یورپ کے کافر بادشاہوں کے معمول بہ ہیں ہم کو اور ہمارے بادشاہوں کو اس سے اجتناب اولی ہے چہ جائے کہ علمائے کرام کی صف، ان کو بنیان مرصوص ہونا چاہیے" [۳۰]

تیسرے خط میں اعلی حضرت فاضل بریلوی ناظم ندوہ مولانا مونگیری کو اکابرین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقیر کے اعتراض زنہار زنہار تعصب و نفسانیت پر مبنی نہیں صرف دین حق کی حمایت اور اہل سنت کی خیر خواہی مقصود ہے بالفرض باطل یہ فقیر نالائق ننگ خلائق نفسانیات بھی کرتا ہے تو حضرت افضل العلما تاج الفحول محب رسول محمد عبد القادر بدایونی کو معاذ اللہ نفسانیت پر کیا حامل تھا؟ فرض کرو کہ آپ ان کی صفات ملکیہ سے آگاہ نہیں تو کیا استاذ المدرسین بقیۃ الماہرین جناب مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب کو بھی ندوہ سے تعصب و نفسانیت ہے؟ خدا را کسی ضدی عامی کو نہ سنیے اپنے سچے خیر خواہوں کی بات پر کان رکھیے۔ چلیے یہ بھی مانا کہ یہ سب کسی کے خیال میں نفسانیت پر ہوں مگر جو بات کہی گئی اسے غور فرمایئے اگر اس کے تسلیم میں دینی نفع اور انکار و اصرار میں مذہب حق کی سخت بدخواہی ہو تو نفسانیت والے آپ کے جملے کی بھی کہتے ہیں اس پر کیوں کم نگاہی ہو؟ [۳۱]

ان تمام تر کوششوں کے باوجود مولانا مونگیری نے ان ستر سوالات کا جواب نہیں دیا اور نہ ندوہ کے اصلاح کی کوشش کی بلکہ اپنے فیصلے پر اٹل رہے تو اعلی حضرت نے چوتھا اور آخری مکتوب آپ کے نام روانہ کیا:

"مولانا! آپ کے سچے نیاز مند کو ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ باوصف یاد دہانی، آیات قرآنی و احکام ربانی ان محدود سوالوں کے جواب سے بھی پہلو تہی فرمائی جائے گی"۔

پھر آگے رقم طراز ہیں: "مولانا! یہ طلب جواب میں تیسرا عریضہ ہے اور ابلائے اعذار تین پر انتہا ہے اگر اس پر جواب عطا ہوں زہے نصیب ورنہ صرف اسی قدر اطلاع تحریر فرما دیں کہ جواب دیں گے یا جواب فضول؟ اور جو عبارات اسی معنی کے قادیہ میں آپ کو مقبول" [۳۲]

اعلی حضرت فاضل بریلوی کی طرف سے اتنی مودبانہ،

مخلصانہ، عاجزانہ، نیازمندانہ گزارشات کے باوجود مولانا مونگیری نے ایک نہ سنی۔۔نہ ستر سوالات کے جواب دیئے، نہ ہی ندوہ کی اصلاح کی۔

بالمشافہ ملاقات کے ذریعہ اصلاح ندوہ کی کوشش:

مراسلات کے علاوہ بالمشافہ ملاقات کر کے امور نزاعیہ کے تصفیہ پر بھی مولانا مونگیری سے کہا گیا لیکن مولانا موصوف اس سے بھی جان چراتے رہے۔ بریلی شریف میں مولانا مونگیری کی آمد پر بعض احباب اہل سنت نے ان سے اعلی حضرت فاضل بریلوی کی ملاقات کے لیے اور امور نزاعیہ کے تصفیہ کے لیے کوشش بھی کی لیکن مولانا مونگیری ٹال مٹول کرتے رہے اور یہ نوبت نہ آنے دی۔ حضرت مولانا عتیق احمد صاحب لکھتے ہیں:

''عرصہ تک اس بارے میں گفتگو ہوتی رہی کہ آپ مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ملاقات فرما کر اختلاف کو رفع فرمائیے مگر طبیعت نے رجوع نہ کیا دوسرے دن وقت حاضری سب سے اول یہی فرمایا کہ اب میں مولوی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں چنانچہ سواری منگا کر ناظم صاحب ممدوح کو مولوی صاحب کے مکان پر تشریف آوری کی تکلیف دی گئی اور ملاقات ہوئی۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب بھی ملے سب کو خوشی ہوئی مگر ناظم صاحب نے اس وقت اختلاف کے بارے میں گفتگو کو مناسب نہ جانا بلکہ اس کے لیے رات کے آٹھ بجے وعدۂ تشریف آوری فرمایا لیکن تشریف نہ لائے آئندہ بھی کوئی موقع نہ آیا اور کام انجام ہوتے ہوتے رہ گیا۔'' [۳۳]

ندوۃ العلماء سے اکابرین اہل سنت کی بیزاری:

ندوہ کے پہلے اجلاس کے بعد علمائے اہل سنت کا ایک بڑا طبقہ ندوہ سے علیحدہ ہو گیا تھا پھر جیسے جیسے حضرات علمائے اہل سنت کو اس کے مکائد وفساد سے آگاہی ہوتی گئی ارباب اہل سنت اس سے الگ ہوتے گئے یہاں تک کہ تمام علما و مشائخ اہل سنت نے ندوہ سے اپنا رشتہ توڑ لیا اور اسے اہل سنت وجماعت کے لیے گمراہیت کا سامان اور خطرہ ایمان تصور کیا۔ رد ندوہ میں جن مشاہیر نے کلیدی کردار ادا کیا ان کے اسمائے گرامی کی ایک لمبی فہرست سوانح اعلی حضرت مصنفہ ملک العلما میں درج ہے ان میں چند حضرات کے اسمایہ ہیں: (۱) تاج الفحول محب رسول حضرت شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ، (۲) شہزادۂ مخدوم جہاں حضور سید شاہ محمد امین احمد فردوسی علیہ الرحمہ بہار شریف۔ (۳) کنز الکرامت حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ۔ (۴) حافظ صحیح بخاری حضرت علامہ سید عبد الصمد صاحب علیہ الرحمہ پھپھوند شریف۔

اہل سنت کے نامور عالم ربانی وشیخ طریقت حضرت شاہ محمد امین احمد فردوسی علیہ الرحمہ سجادہ نشیں خانقاہ معظم بہار شریف ندوہ کی شناعت وقباحت اور اس سے اپنی برات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں اس کے بالکل خلاف ہوں جب ندوہ کی بدولت اسلام ہی کو سلام ہے تو ہم اس سے اپنے کو علیحدہ ہی رکھنا پسند کرتے ہیں۔ ہم اس جماعت کی دل فریب باتوں پر مائل ہو کر اپنا دین و مذہب اس ندوہ کے ہاتھ نہیں بیچ سکتے لوگوں کی چکنی چپ ڑی باتوں اور ان کی در پردہ بدسلوکیوں پر ارباب سنت و جماعت کو فرض ہے کہ اس سے بچیں اور اپنے آپ کو اس سے علیحدہ رکھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس ندوہ میں ایک ایسی قوت موثرہ ہے اور ہوگی کہ لوگوں کو گمراہ اور لا مذہب کر چھوڑے گی اس واسطے ہم کو اس کے ساتھ ہرگز دلچسپی نہیں ہے بلکہ اس کا بالکل مخالف ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی جل شانہ ہر مرد مسلمان کو اس کے فتنہ سے بچائے'' [۳۴]

استاذ العلما حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھ جو شروع میں ندوہ کے صدر تھے وہ ندوہ سے برات ظاہر کرتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام لکھتے ہیں:

''چوں سال اول ندوہ بحالت ناواقفیت مکائد آں فقیر بمکان کانپور رسید، فقط صورت وحال شبلی نائب شیخ نجد را دیدہ از شرکت آں مجتنب شدم و بجائے دیگر قیام پذیر شدم'' [۳۵]

ناظم ندوہ کے مرشد طریقت عارف باللہ حضرت فضل الرحمن قدس سرہ العزیز گنج مرادآبادی بھی ندوہ سے نالاں تھے اور اسے ''معاملات نفس'' سے تعبیر فرماتے تھے چنانچہ جب حضرت احمد میاں گنج مرادآبادی کے نام ندوہ کا دعوت نامہ آیا اور آپ حضرت فضل الرحمن علیہ الرحمہ کی خدمت میں اجازت کے لیے تشریف لے گئے اور ندوۃ العلماء میں شرکت کی اجازت چاہی توآپ نے فرمایا ''ندوہ معاملات نفس ہیں لہذا وہاں جانے کی ضرورت نہیں'' [۳۶]

غرض یہ کہ تمام اکابرین اہل سنت ندوہ کے مفاسد کے سبب اس سے علیحدہ رہے اور اسے مضر مذہب و مسلک تصور کرتے رہے۔ جنہیں تفصیل دیکھنی ہو وہ ''مکتوبات علماء وکلام اہل صفا'' کا مطالعہ کریں یا ''خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا'' کو پڑھیں۔

ردندوہ اور امام احمد رضا:

ندوہ کا پہلا اجلاس ۱۳۱۱ھ میں ہوا اس کے بعد سے مسلسل دو سال تک اصلاح کی کوشش ہوتی رہی بالآخر دو سال بعد ۱۳۱۳ھ میں جب ۲۱ رشوال ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۱ر اپریل کو ندوہ کا تیسرا اجلاس بریلی میں منعقد ہوا اور اصلاح ندوہ کی کوئی امید باقی نہ رہی اور شناعت ندوہ میں روز بروز ترقی ہوتی رہی تب علمائے اہل سنت نے اتمام حجت فرمایا اور کھل کر تحریرا و تقریرا ندوہ کے رد وابطال کو مذہبی فریضہ تصور کیا۔ اس کا اور اس کے منتظمین کا مکمل بائکاٹ کیا۔ مناظرہ کیا۔ بے شمار کتابیں لکھیں چنانچہ حضرت مولانا سید محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ ''تہدید الندوہ'' میں لکھتے ہیں:

''رسالہ بازی اس وقت کی گئی جب ضرورت شرعی داعی ہوئی جب خاص مراسلات خاص ٹیلیگرام، زبانی بیانات پر توجہ نہ کی گئی جب شرعی استفسار کے جواب نہ دیئے گئے بارہا کوشش کی گئی کہ مشافہۃ یہ نزاع طے ہوجائے مگر جب ناظم ندوہ اس وادی پر نہ آئے اس وقت بتدریج رسالہ بازی کی نوبت آئی'' [۳۷]

الغرض امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اتمام حجت فرمانے کے بعد ردندوہ پر کمربستہ ہوئے۔ تحریر و تقریر، تحریک و تنظیم کے ذریعہ ندوہ کے عقائد باطلہ اور اوہام فاسدہ کی خوب خوب بیخ کنی کی۔ عوام کو اس کے باطل نظریات سے آگاہ کیا اور ندوہ کے رد وطرد کے لیے ''مجلس علمائے اہل سنت'' تشکیل دی۔ جس کا صدر حافظ بخاری حضرت مولانا سید شاہ عبد الصمد صاحب علیہ الرحمہ پھپھوند شریف کو منتخب فرمایا۔ اس تحریک کے ماتحت پورے ملک میں اہل سنت کی ذیلی تنظیم قائم کی گئی۔ اور پورے ملک میں ندوہ کی پرزور مخالفت ہوئی۔ جن تک ندوہ کی شناعت ومفاسد کی خبر پہنچتی وہ تائب ہوتے اور ندوہ سے بے زاری کا اظہار کرتے اور مجلس علمائے اہل سنت بریلی شریف کے دفتر میں اپنا نام مخالف ندوہ کی فہرست میں درج کراتے۔ خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا مرتبہ ڈاکٹر جابر شمس صاحب میں ایسے متعدد خطوط موجود ہیں جن سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں صرف دو مکتوب ہدیۂ قارئین ہیں:

عظیم آباد پٹنہ سے حضرت مولانا عبد الحمید حنفی صاحب لکھتے ہیں: ''عالم اہل سنت دافع و ماحی رسوم شرک و بدعت، ناصر الاسلام والمسلمین، حامی شرع متین جناب مخدومی مولانا و مولوی عبد المصطفی محمد احمد رضا خاں صاحب حنفی القادری البرکاتی بریلوی مدظلہ العالی وعم فیضہ الباری''۔

تسلیم! میں ابتداء سے جلسہ ندوۃ العلماء کا مخالف تھا اس ننگ خاندان خاکپائے درویشاں کا نام بھی فہرست مخالفین ندوہ میں درج فرمالیجیے'' [۳۸]

مولانا عبد الحمید حنفی صاحب ایک دوسرے خط میں لکھتے

ہیں: فاضل کامل، عالم عامل ملک العلماء، بحر العلوم مخدومنا مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری زید افضالھم

تسلیم! شکر خدا کہ بہت لوگ مخالف ندوہ مخذولہ کے ہوگئے، مولانا مولوی سید عبدالعزیز صاحب تلمیذ رشید فاضل خیر آبادی کا نام بھی فہرست میں درج فرمائیے۔ مولوی محمد عظیم صاحب ولایتی فخری نظامی اور مولوی حکیم یوسف حسن صاحب کا نام بھی درج فرمائیے۔[۳۹]

ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے سوانح اعلیٰ حضرت میں ندوہ مخالف مشاہیر علما و مشائخ کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس میں اکابرین کے تین سو تیرہ اسما شمار کئے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں:

''معزز ناظرین اکرام! یہ تین سو تیرا اسمائے گرامی بقدر تعداد و شمار اصحاب بدر اس وقت پیش کئے گئے جو مشتے نمونہ از خروارے و یکے از ہزارے ہیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ پہلے ندوہ کی ظاہری ٹھاٹ باٹ دیکھ کر بہت سے حضرات شریک ہوگئے تھے مگر جیسے جیسے شناعت ندوہ ظاہر ہوتی گئی، لوگ چھٹتے گئے، سوائے چند آزاد خیال لوگوں کے یا جو خاص ارکان ندوہ کے تھے سبھی علیحدہ ہوگئے۔''[۴۰]

پٹنہ میں سات روزہ تاریخ ساز کانفرنس کی قیادت:

مفاسد ندوہ کے پیش نظر جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز احقاق حق و ابطال باطل کی طرف مائل ہوئے اور ندوۃ العلماء کے رد و طرد کے لیے ''مجلس علمائے اہل سنت'' تشکیل دی تو ملک و ملت کے اکثر علمائے اہل سنت نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ کی قیادت میں ندوہ کے فاسد افکار اور باطل نظریات سے عوام اہل سنت کو آگاہ کرتے رہے۔ رد ندوہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے معاونین میں حضرت علامہ عبدالوحید فردوسی صاحب پٹنہ بہار کا نام نامی اسم گرامی ممتاز ہے۔ انہوں نے سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی آواز پر لبیک کہا اور بہار کی سرزمین پر ندوہ کی تردید و مخالفت میں سرگرم رہے۔ حضرت فردوسی صاحب اعلیٰ حضرت کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ''ناصر مصطفویہ حامی مذہب حنفیہ جناب مولانا اجل مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی تسلیم: محض غائبانہ اخوت اسلامی وحمایت مذہب حنفیہ کے جہت سے یہ خط لکھ رہا ہوں اور مولوی عبد القادر صاحب بدایونی کو بھی لکھ رہا ہوں۔ جلسہ ندوہ میں سخت بیزار ہوں اور شاید حضور اس کے مخالف ہیں۔ لہٰذا موافقت فی المخالفۃ وحمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں۔ ایک اخبار تردید مذاہب باطلہ و مخالفت ندوہ میں نکالنے والا ہوں۔ آپ سرپرستی کریں۔ مذہب حنفیہ کو حق سمجھتا ہوں اور اس ندوہ کو باطل ان شاء اللہ اگر آپ آمادہ ہوں تو ندوہ حنفیہ پٹنہ میں بفضلہ قائم کروں۔''[۴۱]

حضرت علامہ عبد الوحید فردوسی صاحب علیہ الرحمہ نے سیدی اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر پٹنہ میں مدرسہ حنفیہ کے نام سے ادارہ قائم فرمایا، ماہنامہ الحنفیہ جاری کیا، اشاعتی کام کے لیے مطبع حنفیہ کی بنیاد رکھی اور اصلاح ندوہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ حضرت تاج الفحول محب رسول علیہ الرحمہ۔ حضور سید امین احمد فردوسی علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریک پر آپ ہی نے ۱۳۲۸ھ میں پٹنہ سیٹی میں رد ندوہ کے موضوع پر سات روزہ تاریخ ساز کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں بہار کے تمام اور ہندوستان کے جید علما و مشائخ کو مدعو کیا اور تقریباً بہار کے تمام اور ہندوستان کے بے شمار علما و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بھی بنفس نفیس شریک ہوئے۔ کانفرنس سے خطاب فرمایا اور انہیں ندوہ کی شناعتوں سے آگاہ کیا۔ اس تاریخ ساز کانفرنس کے مفید ثمرات مرتب ہوئے اور بہار کی سرزمین پر

ندوہ کی جو ساکھ مضبوط ہو رہی تھی وہ اس کانفرنس کے بعد کمزور پڑ گئی بلکہ ندوہ نے بہار کی سرزمین پر دم توڑ دیا۔

ردندوہ میں اعلیٰ حضرت کی قلمی خدمات:

اتمام حجت کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تحریک ندوۃ العلماء کی دینی وشرعی خامیوں کو واضح فرمایا اوران کے فاسد افکار ونظریات کے رد میں آپ کے سیف قلم سے ۱۷ کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ سوانح اعلیٰ حضرت میں ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین رضوی بہاری علیہ الرحمہ ردندوہ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی درج ذیل سترہ کتابوں کو شمار کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں: (۱) فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ۔ (۲) مراسلات وسنت ندوہ (۳) سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلماء۔ (۴) فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین۔ (۵) ترجمۃ الفتوی وجہ ہدم البلوی۔ (۶) خلص فوائد فتوی۔ (۷) سرگزشت و ماجرائے ندوہ۔ (۸) اشتہارات خمسہ۔ (۹) غزوہ لھدم سماک الندوہ۔ (۱۰) ندوہ کا نتیجہ روداد سوم کا نتیجہ۔ (۱۱) بارش بہاری بر صدف بہاری۔ (۱۲) سیوف العنوہ علی زمائم الندوہ۔ (۱۳) آمال الابرار وآلام الاشرار۔ (۱۴) سکین ونورہ بر کاکل پریشاں ندوہ۔ (۱۵) صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم۔ (۱۶) الاسئلۃ الفاضلۃ علی الطوائف الباطلۃ۔ (۱۷) سوالات علما وجوابات ندوۃ العلماء۔ [۴۲]

مذکورہ تصانیف میں چندوہ تصانیف ہیں جن کے سرورق پر اعلیٰ حضرت کے اسم گرامی کے بجائے دوسرے حضرات فیض یافتگان رضا کے اسما درج ہیں۔ حضرت ملک العلماء چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے ہمراز اور خلوت وجلوت میں رہنے والے خادم خاص تھے اس لیے مذکورہ بالا فہرست سے یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں اعلیٰ حضرت کے بعض رسائل دوسروں کے نام سے شائع ہوئے جسے بعد میں ملک العلما نے اپنے علم کی روشنی میں اس کو اس کے صحیح مصنف کی طرف منسوب کردیا۔

ردندوہ اور اعلیٰ حضرت کی سعی مشکور:

تحریک ندوۃ العلماء کے فرسودہ افکار ونظریات کے خلاف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جو آواز حق بلند کی تھی اس کی گونج پورے ملک میں سنی گئی اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت نے اس صدا کو صدائے حق تصور کیا اور ندوۃ العلماء کی مخالفت میں آپ کی نصرت وحمایت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا جس سے ندوہ کو بری طرح ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ ندوہ کا سفر جاری رہا۔ کان پور سے شروع ہونے والا ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بلند و بالا عمارت میں پہنچ گیا لیکن اہل سنت و جماعت کے خوش نما دوشالے کے اندر رہ کر وہ مخالف اہل سنت کاروائی کرنے سے عاجز و قاصر رہا اور تمغۂ اہل سنت و جماعت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہوگیا۔ یہ مجدد دین وملت، عظیم البرکت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ اور ملت اسلامیہ ہند پر ایک عظیم احسان ہے۔ عمائدین اسلام نے آپ کے اس کار عظیم وجلیل کارنامے کو اپنی محبتوں کا خراج پیش کیا ہے۔

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب علیہ الرحمہ علی گڑھ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سعی مشکور کو خراج پیش کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں: ''چہار طرف بدیدۂ حسرت و تاسف بدیدم کہ کدامی شخص حق بین وحق پروردہ ومعین و مددگار نحیف میسر آید۔ الحمد للہ کہ قادر ذوالجلال آنجناب راماحی کفر و ضلال پیدا فرمودہ فی قلوبھم مرض را شافی مطلق بدست سامی شفا بخشد۔'' [۴۳]

حضرت شاہ محمد عبدالحئی حنفی قادری صاحب صدر مدرس جرھوہ اعلیٰ حضرت اور آپ کی تحریکی سرگرمیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ندوہ سے جو طوفان بے تمیزی اٹھا تھا اور جس نے بہ سعی مولوی شبلی نعمانی اور تحریک سرسید احمد خان تمام مسلمانوں کو اپنے عقائد اور یقین حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت میں سست کرنے کا عزم کر لیا تھا الحمد للہ حضرت والا کی سعی سے وہ طوفان فرو ہوتا معلوم ہوتا ہے۔'' [۴۴]

حضرت سید شاہ محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشیں ماموں بھانجہ حاجی پور ویشالی بریلی کی خدمات کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہاں اہل سنت کا کام امر حق کا ظاہر کر دینا ہے صدہا اہل اسلام آپ کے کید و نفاق سے بریلی میں مطلع ہو کر ہدایت پا گئے۔'' آگے لکھتے ہیں: کس نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور کانوں سے نہیں سنا کہ آپ کے اراکین برابر آتے تھے اور مفاسد ندوہ پر مطلع ہو کر ندوہ کو اصلاح طلب اور مخالفین کو حق پر بتاتے تھے، کس کو معلوم نہیں کہ ندوہ کے بلائے ہوئے علما بریلی پہنچ کر ندوہ سے علیحدہ ہو گئے۔ [۴۵]

ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس کارنامے کو خراج عقیدت و محبت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ وہ کارنامے ہیں جن کی علمائے عرب و عجم نے مدح و ستائش کی اور وقعت و عظمت کی نظر سے دیکھا اور انہیں مسلمانوں پر عظیم احسان مانا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اس تہلکہ سے نجات دیا۔ جس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ مبارکہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین اور رسالہ مکتوبات علما و کلام اہل صفا جس میں اکابر و مشاہیر کے دوسو دو خطوط درج ہیں۔ [۴۶]

حواشی:

[۱] سورہ آل عمران۔ آیت ۱۱۰

[۲] سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۸۱

[۳] فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۶۷

[۴] فتاوی رضویہ، ج۹ ص ۲۱۵

[۵] سوانح اعلیٰ حضرت۔ ج۱ ص ۱۶۸

[۶] تہدید الندوہ۔ ص ۶/۵۔

[۷] سوانح اعلیٰ حضرت۔ ج۱۔ ص ۶۷۲/۶۷۳

[۸] روداد اول۔ ص ۶۲

[۹] روداد اول۔ ص۔ ۶۸ تقریر میر محمد شاہ رام پوری

[۱۰] روداد اول۔ ص ۶۸۔ تقریر مولوی عبداللہ انصاری

[۱۱] روداد دوم۔ ص ۱۰

[۱۲] روداد اول۔ ص ۶۲۔ تقریر حقانی

[۱۳] روداد دوم۔ ص ۹۔ تقریر ناظم ندوہ

[۱۴] روداد سوم۔ ص ۳۴

[۱۵] روداد سوم۔ ص ۳۲

[۱۶] مکتوبات علما و کلام اہل صفا۔ مکتوب نمبر ۱۶ ص ۸

[۱۷] کلیات مکاتیب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۱۰ محررہ ۲۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

[۱۸] حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد۱۔ ص ۶۷۳

[۱۹] تہدید الندوہ۔ ص ۳۳

[۲۰] روداد اول۔ ص ۶۴

[۲۱] تہدید الندوہ۔ ص ۸

[۲۲] کلیات مکاتیب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۰۲

[۲۳] کلیات مکاتب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۱۰
[۲۴] کلیات مکاتیب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۲۹
[۲۵] کلیات مکاتب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۲۸
[۲۶] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۸۴/۸۵۔ محررہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ
[۲۷] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۸۹
[۲۸] کلیات مکاتب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۳۰
[۲۹] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۱۔ ص ۱۲۷/۱۲۸
[۳۰] مکتوبات علماو کلام اہل صفا مکتوب نمبر ۱۲۔ ص ۶
[۳۱] کلیات مکاتیب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۳۲
[۳۲] کلیات مکاتیب رضا۔ ج ۲۔ ص ۱۴۱۔ محررہ ۱۵؍رمضان ۱۳۱۳ھ
[۳۳] مکتوبات علماو کلام اہل صفا۔ ص ۱۱
[۳۴] مرات الندوہ۔ ص ۱۷ تا ۱۹
[۳۵] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۳۴۲
[۳۶] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۳۹۱
[۳۷] تہدید الندوہ۔ ص ۲۷
[۳۸] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۴۵
[۳۹] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۵۰
[۴۰] سوانح اعلی حضرت۔ ج ۱۔ ص ۷۰۴
[۴۱] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۴۴
[۴۲] سوانح اعلی حضرت۔ ج ۲۔ ص ۷۰۵/۷۰۶
[۴۳] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۳۴۲
[۴۴] خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا۔ ج ۲۔ ص ۲۲۳
[۴۵] تہدید الندوہ۔ ص ۳۴
[۴۶] سوانح اعلی حضرت۔ ج ۱۔ ص ۷۰۴

نعت شریف

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں
ان کے ایما سے دونوں باگوں پر
خیلِ لیل و نہار پھرتے ہیں
ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
جان ہیں، جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں
لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

٭ سید شہباز اصدق امجدی، ساؤتھ افریقہ

اعلیٰ حضرت کی معاشی ہدایات تدبیر فلاح ونجات کے آئینے میں

مولانا محمد جمشید رضا مصباحی مراد آباد ✵

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ذات باری تعالیٰ نے ذی روح وغیر ذی روح تمام مخلوقات کو پیدا کیا، مختلف رنگ وغموں وخوشیوں سے مزین کیا اور اس میں شقاوت وبدی ورشد وہدایت رکھی، اشرف مخلوق کو انتخاب کا حق دیا اور احسان بالائے احسان یہ ہے کہ حق وباطل، صدق وکذب کی طرف صراحۃً کنایۃً معلومات کے لیے اولو العزم، سچے بندے، عظیم راہ نما مبعوث فرمائے اور ان راہ نماؤں کا سلسلہ اپنے پیارے رسول محمد ﷺ پر ختم کیا۔

پھر یہ تمام ذمہ داری امت محمدیہ کے خدا ترس، متبع سنت، نفوس قدسیہ کے بار دوش کی۔ انہیں نفوس قدسیہ میں مجدد دین وملت، ماحی بدعت وضلالت، حامی سنت، پیر طریقت، رہبر شریعت، ولی کامل، الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ حکمت ودانائی، زہد وورع، فکر ارتقائے امت کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ نیز معاشیات کی بصیرت انیق وفکر دقیق سے نوازا۔

معاشیات اسلامی نقطہ نظر سے:

اسلام ایک دین کامل ہے۔ دیگر شعبہ جات کی طرح اس میں معاشیات کے بھی روشن اصول ہیں، کچھ حد بندیاں ہیں۔ اور معاشیات کی اسلام میں جزء لاینفک کی حیثیت ہے، کیوں کہ دور زندگی اسی کے ارد گرد ہے اور قوم کی ترقی وتنزلی بہت حد تک اسی سے وابستہ ہے، اس کے اصول پر عمل کرنا اسلام پر عمل کرنا ہے۔ بایں سبب باری تعالیٰ نے ان اصول وضوابط کی بجا آوری امت مسلمہ پر واجب ولازم فرمائی اور عمل پر مژدۂ جنت اور ترک پر وعدۂ دوزخ فرمایا۔

قرآنی اصول:

جیسا کہ باری تعالیٰ نے بیع کی حلت وسودی لین دین سے سخت ممانعت فرمائی۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"، ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ (البقرۃ، آیت: ۲۷۵)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

ترجمہ کنز الایمان: ایمان والو دونا دون سود مت کھاؤ۔ (آل عمران، آیت: ۱۳۰)

اور رہ زنی ونقب زنی اور سرقہ بازی سے معاشیات میں تخریب کاری پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا سد باب کے لیے فرمان باری تعالیٰ ہے: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا"۔ ترجمہ کنز الایمان: اور جو مرد یا عورت چور ہوں تو ان کا ہاتھ کاٹ لو۔ (المائدہ، آیت: ۳۸)

اور پیارے آقا کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

"عن ابن عمر قال قطع النبی ﷺ ید سارق فی مجن ثمنہ ثلثۃ دراھم"۔ (مشکوٰۃ شریف، باب قطع السرقۃ، الفصل الاوّل، ج:۱، ص:۳۱۳)

اور مال غصب کرنا بھی معاش کی بدحالی کا سبب ہے۔ آقا کریم ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا: "قال النبی ﷺ من أخذ من الارض شیئًا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارض"۔

اور اسی طرح رشوت کا لین دین بھی معاشیات میں فروغ

خدع وابتری کا سبب ہے۔ اور اس کی مذمت میں ارشاد طٰہٰ ویٰسین ہے:"الراشی والمرتشی فی النار"۔ (المعجم الاوسط، ۲۔ ۲۹۵)

اور کذب وخدع وعیوب کی پردہ پوشی وغیرہ وغیرہ جیسی مذموم باتیں بھی گھن ودیمک کی طرح معاشیات کو کھاتی وچاٹتی ہیں۔

مذکورہ فرامین اسلامی معاشیات کے اصول وضوابط میں جن پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم وفرض ہے لہٰذا معاشیات میں خلاصہ اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ نوع انسان اطمینان وسکون سے عمر حیات طے کرے، شرعی حدود میں رہ کر لگن ومحنت سے کسب معاش کرے، اور غیر شرعی حدود وطریقوں سے مال وزر جمع کر کے نظام دنیا میں ابتری پیدا نہ کرے، چین سے جیے، چین سے جینے دے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی معاشی بصیرت:

یہ بات اسلام میں بطور عقیدہ طے شدہ ہے کہ ہر ذی روح کا رزق اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے اور قرآن وسنت میں اس عقیدہ کا بیان موجود ہے۔ مزید پختگی کے لیے باری تعالیٰ نے دل نشیں انداز وجدید اسلوب میں رزق سے متعلق آیات کی تکرار فرمائی۔

لیکن کوشش وجستجو بندے کے ذمہ رکھی جس کی جتنی سعی وجد وجہد ہے توصلہ بھی اس کا اتنا ہی ہے۔ ہاں یہی ذمہ داری ادا کرنا امت مسلمہ بھول چکی ہے اور سستی وکاہلی کا شکار ہے۔ امت مسلمہ نے اصول اسلام پر کسب معاش کرنا ترک کر دیا ہے اس لیے مسلمانوں کی معاشیات، زبوں حالی کا شکار ہے اور غفلت کی حد یہ ہے کہ امت مسلمہ کی قوت مدرکہ سے یہ بات نکل چکی ہے کہ اسلام میں معاشیات کے اصول بھی ہیں۔

لہٰذا اصول معاشیات کی طرف توجہ دلانا بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے زمرہ میں آتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے دیگر ذمہ داریوں کی طرح اس ذمہ داری کو بھی بخوبی انجام دیا۔ جسے پڑھ کر آپ کی معاشی بصیرت اجاگر ہوتی ہے اور بڑے سے بڑا ماہر معاشیات آپ کی ہدایات کا مطالعہ کرے تو یہ بات بولے باز نہ رہے گا" کہ یہ تو کوئی بہت بڑا تاجر ہے جس نے اپنی تجارت کو اوج ثریا پر پہنچا دیا ہے اور بہت تجربات کے بعد قوم کی راہ نمائی کر رہا ہے۔"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حصول علم دین کو ارتقائے معاشیات میں کلیدی وبنیادی شئ قرار دیا ہے۔ جب آپ کی اس فکر کی طرف غائرانہ نظر کی جاتی ہے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی ورق گردانی کی جاتی ہے۔ دور حاضر میں یہود ونصاریٰ کی معاشیات میں قدمِ ارتقا پر نظر ڈالی جاتی ہے، تو نتیجہ فرمانِ اعلیٰ حضرت ہی نکلتا ہے" کہ دین متین علم دین سے وابستہ ہے علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی چاہتے وہ انہیں بتا دیتا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۱، ص:۶۳۲)

یعنی حصول علم دین سے آخرت بھی ملتی ہے اور دنیا کا حصہ بھی ملتا ہے لہٰذا علم دین سے بھی معاشیات میں سربلندی ہوتی ہے۔ اسی لیے یہود ونصاریٰ کو دیکھیں کہ ان میں تعلیم کے علم برداروں نے گزشتہ مسلم تاجروں کی کامیابی کے راز جاننے کے لیے دین اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور معاشیات کے جو روشن اصول اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیے تھے۔ ان کو پڑھ کر اپنی تعلیم میں نصاب کا حصہ بنایا اور ان پر عمل کیا اس لیے آج وہ بڑی بڑی تجارتوں کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

معاشی ہدایات اور تدبیراتِ فلاح ونجات برائے امت مسلمہ:

دنیا دار العمل ودار الاسباب ہے، ضروریات زندگی کا بندوبست خود ذات انسان کو کرنا ہے اور نتیجہ من جانب اللہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی ماحصل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بڑی شد ومد سے معاش کی

طرف توجہ دلائی۔ آپ کی رگ رگ میں زوال امت کی افسردگی، ارتقائے ملت کی سچی آرزو جاگزیں تھی۔ قرآن وسنت کی روشنی میں تجرباتی معاشی اصول وفلاح ونجات کی تدبیرات قلم بند فرمائیں۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(۱) ''بہ استثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے''۔

یعنی ہم سب مسلمان اپنے خانگی وآپسی خانہ جنگی وتقسیم وراثت جیسے مسائل، معاملات ومقدمات میں دار الافتا وقضا کی طرف رجوع اور خیر خواہ علمائے امت کی صحبت وراہ نمائی حاصل کریں اور کورٹ کچہری میں مال ضائع کرنے، دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہونے سے بچیں۔

(۲) ''اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسرے قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں''۔

اس اصول پر بڑے بڑے تجار واہل حکومت وامراء طوعًا وکرہًا عمل کرتے نظر آتے ہیں کیا آپ نے دیکھا نہیں؟ ۲۰۲۰ء میں حکومت ہند وآر ایس ایس وغیرہ نے چینی مصنوعات کا سختی سے بائیکاٹ کیا، وزیر اعظم نے تمام ہندوستانیوں کو صرف ہندی مصنوعات کی خرید وفروخت پر زور دیا اور اس کو تحریک ''لوکل بوکل'' کا نام دیا ''یعنی انڈیا کی کھڑی کھوٹی جیسی بھی مصنوعات ہو صرف اس کی ہی خریداری کرو''۔

اے مسلمانو! پیغام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سمجھو! دیکھا۔ ۱۰۰ ارسال بعد آج بھی اصول اعلیٰ حضرت پر غیر لوگ عمل کر رہے ہیں، کروا رہے ہیں۔

(۳) ''بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے لیے حلال فرمائے، جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآئی، اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے''۔

اس ہدایت میں آپ آپسی بھائی چارگی اور اہل ثروت کو اہل غربت کے حقوق یاد دلا رہے ہیں۔ دشمنوں سے چوکنا وحفظ جائداد کی تاکید کر رہے ہیں، سود سے بچنے کی تلقین، راہ دیگر سے حصول نفع کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ کاش! ان پر ہم عمل کریں۔

(۴) سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصل، اعظم دین متین تھا، جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا''۔

اس ہدایت کی حقیقت وسچائی مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے، لیکن سستی وکاہلی اس قدر چمٹ گئی ہے کہ نظام تعلیم میں بہتری وارتقا لانے کی فکر ہی نہیں، قوم کا حال یہ کہ غریب ہی دین پڑھے، غریب ہی کار ابلاغ کرے، اہل ثروت بس تکمیلِ خواہش نفس وشادی بیاہ وناچ گانے میں خوب اڑائیں، دین کے لیے خود دینا تو دور مانگنے پر جان نکل جائے۔

بہر حال قوم مسلم کی ترقی ان اصولوں کو عملی جامہ پہنانے

میں ہی یہی ہے، نتیجہ اس کا ڈھیروں ثواب بلندیٔ دین وقوم، آخرت میں پروانہ جنت، دنیا میں اعلائے امت اور کافروں کے لیے دونوں جہاں میں ذلت، خواہ مانو، یا نہ مانو، حق یہی ہے۔

کاش! اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی معاشی ہدایات وتدبیرات فلاح ونجات پر عمل کرتے۔

افسوس! وفات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو ۱۰۰ر سال گزر چکے ہیں۔ اب تک آپ کی معاشی راہ نمائی وتدبیرات نجات و فلاح کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا، آپ علیہ الرحمہ نے جو چار ہدایات رقم کی، فوراً بعد قوم مسلم کی بدعملی پر افسردگی وغم کا اظہار کیا۔ کہ یہ قوم کیسے ترقی کرسکتی ہے جب کہ عملی زندگی برعکس وحالات دگرگوں ہوں۔

ان ہدایات پر قوم کا کہاں تک اور کیا ردعمل رہا۔ اس کو لکھتے ہیں:

(۱) ''اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعویٰ سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچہری جاکر اگر چہ گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند، گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں، کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں۔''

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

امت میں تبدیلی تو دور دور حالات یہ ہیں کہ آپسی خاندانی فیصل کا فیصلہ اور علما کے حکم کا کوئی اثر نہیں، ہاں! کورٹ، کچہری کا فیصلہ بخوشی منظور، اگر چہ ضیاع بسیار ہوں، اور یہ ترقی نہیں دنیا وآخرت میں عظیم خسارہ کی علامات ہیں۔

(۲) اصول دوم پر مسلمانوں کا کیا ردعمل، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زبانی سنیے۔

''دوم کی یہ کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزت، اور جو تجارت کرے بھی تو خریدار کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں، اگر چہ پیسہ زائد سہی۔ کہ نفع تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔

اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگر چہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے، مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک خریدار سے وصول کرلیں، ناچار خریدنے والے مجبور ہوکر ہندو سے خریدتے ہیں، کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو؟ ''فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ''۔

جی ہاں! آج بھی مسلمانوں کی حالت یہی ہے سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیا جائے۔ حالاں کہ یہ کامیابی کی راہ نہیں ہے۔ لہٰذا کامیابی کے لیے ضرور ہمیں اصول تجارت پر توجہ دینی ہوگی۔ خاندانی حرفت وتجارت کو عیب نہ سمجھے بلکہ اسے عروج دینا ہوگا تب ہی حالت بدلنے کی امید جاگ سکتی ہے۔

اصول سوم سے متعلق لکھتے ہیں:

(۳) سوم کی حالت کہ اکثر امرا کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بے ہودگی کے کاموں میں ہزاروں، لاکھوں اڑادیں، وہ ناموری ہے، ریاست ہے۔ اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار، اور جنھوں نے بنیوں سے سیکھ کرلین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں، دین سے کیا کام، اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے کیا غرض، ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی، اس سے زیادہ کیا ضرورت ہے، نہ انہیں مرنا ہے، نہ اللہ وحدہ قہار کے حضور جانا، نہ اعمال کا حساب دینا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ

آنے مانگے، یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں، ناچار حاجت مند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں"۔

صد حیف! امیر اور امیر زادوں کا حال آج بھی یہی ہے، بلکہ حالات، گزشتہ سے کچھ زیادہ ہی خراب ہیں، کسی کی برکت ونصیب سے اللہ عزوجل نے کچھ دولت دی، تو تکبر وغرور کا اظہار، پھر علما کی غربت کا مذاق، نہ غریب وحاجت مند ولاچار کا خیال، اگر بتوفیق الٰہی کچھ تعاون کسی مدرسہ میں کیا بھی تو سمجھا میرے ہی دم سے اس مدرسہ کی رواں روی ہے، ان کو دین سے کیا مطلب، بس نام ہو جائے کہ فلاں سیٹھ صاحب نے ان سا دیا ہے کیونکہ پیسہ ہی ان کا دین ہے۔

(۴) اصول چہارم سے متعلق لکھتے ہیں:

"چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹر پاس کو رزاق مطلق سمجھتا ہے، وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں، پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی اور رفتہ رفتہ دنیوی عزت کی بھی پائی تو وہ کہ عند الشرع ہزار ذلت، کہیے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک وبد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا، لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ ایسے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں، بہ فرض غلط اگر یہ ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑوں درجے بدتر ہوئی، کیا تم علم دین کی برکتیں ترک کروگے"۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے عین عمل امت لکھا ہوتا تو یہ کہ ان غلط راہوں سے گریز کرتے اور ترقی کرتے، نہیں، سب سے زیادہ اسی بدعت شنیعہ میں ملوث ہوئے۔ بالائے افسوس تو یہ ہے کہ ادعائے علم دین، علم دین کا دعویٰ کرنے والے حضرات بھی اس آگ کی لپیٹ میں آ گئے۔ یقیناً سرکاری ملازمت کو ہم رزاق سمجھتے ہیں، اگرچہ برداری بول وبراز ہی کی ہو، پھر دیکھیے! ازدواجی رشتہ کے لیے لڑکی والوں کا تانتا، چکر کاٹتے کاٹتے لڑکے والے کی چوکھٹ گھس ڈالیں گے۔ لڑکے والوں کے غرور وتکبر سہیں گے، ہر آرزو وتمنا پر لبیک کہیں گے، خواہ قرضہ فرض سود پر ہی لینا پڑے، یا زمین بیچنی پڑے۔

اور آج ملک میں تعصب پرستی دیکھیں! سبع سمٰوات سے بالا ہے کہ انگریزوں کی تعصب پرستی بھی شرما جائے گی۔

اے نادان مسلمانوں! سمجھو۔ اور آگے لکھتے ہیں:

یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ اس نے تمہیں ذلیل کر دیا، اس نے غیر قوم کو تم پر ہنسوایا۔ اس نے جو کچھ کیا وہ اور آنکھوں کے اندھے اب تک اس اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں" ہائے قوم وائے قوم"، یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہو گئے۔ تم کیوں قلی بنے ہوئے ہو" حالاں کہ حقیقۃً یہ آزادی یہی سخت ذلت کی قید ہے، جس کی مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ، "ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مفکروں ومدققوں، محققوں کو متوجہ فرما رہے ہیں:

"اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر وقصبے میں جلسہ کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کریں، پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجیے۔ یہ خیال نہ کیجیے کہ ایک ہمارے سے کیا ہوتا ہے؟ ہر ایک یوں ہی سمجھا، تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کر لیں گے"۔

من کی بات:

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ محتاج تعارف نہیں، آپ اللہ عزوجل کے نیک بندے اور ولی کامل تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" کے کامل مصداق تھے۔ حق گوئی میں نہ حاکم وقت کا خوف، نہ عوام کی ملامت کا ملال، نہ معاصرین کی مخالفت کا اندیشہ، بایں سبب دیگر ممالک وملکی حالات دور اندیشی سے سمجھا۔ اور امت مسلمہ کو ایسی معاشی ہدایات، کامیابی و نجات کی ایسی تدبیرات بیان کیں جو دونوں جہان میں عروج وبلندی کا ضامن ہے۔ دنیا وآخرت کو ہمیں ایسے ہی تصور کرنا اور سمجھنا ہے، جیسا کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا۔ یہود و نصاریٰ، کفار ومشرکین، منافق وبدعتی، اور مومن۔ ان سب میں تفریق دین کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ"۔ ترجمہ کنز الایمان: راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا"۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ
ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو"۔ (التوبہ، ۱۱۹) "وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔
"قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ"
ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو" "وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" ترجمہ کنز الایمان: اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو"۔ (البقرۃ: ۱۲۰) "لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا"۔ (کنز الایمان)
"ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں مشرکوں کو پاؤ گے"۔ (المائدہ: ۸۲)

ان مذکورہ مصدق، مقدس آیات قرآنیہ کا ماحصل ولب لباب یہی ہے جو مشن اعلیٰ حضرت بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اپنے وبیگانے کی معرفت کریں، جب کہ یہود ونصاریٰ خصوصاً مشرکین ہند چند شب وروز اسی فکر میں سرگرداں ہیں کہ کس طرح ان کلمہ گو مومنوں کو اس خاک گیتی سے ختم کیا جائے۔

اس لیے ان تمام مکروہ، فریب وتدبیرات بد کا دفاع خود کرنا ہے، اس دنیا میں اسباب سے ہی درجہ بدرجہ ارتقا ہوتا ہے، ایک چیز حاصل کرنے کے لیے پہلے کسی اور چیز کا حصول ضروری ہوتا ہے۔ (مثلاً: برائے تفہیم قرآن وحدیث، حصول علم نحو وغیرہ)

لہٰذا حصول علم دین، مضبوط ومنظم معاش اور اتحاد امت قوم کی بلندی کا اثاثہ ہیں۔ اور اولین اصول ودرجات ہیں۔ اور اس کے بعد اللہ عزوجل تمکن ارض وعروج ناس عطا فرماتا ہے۔ یہی وہ خیالات ہیں جن کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ورسائل میں صراحۃً وکنایۃً جابجا تحریر فرمائیں اور قوم کو عمل کرنے کی سختی سے تاکید فرمائی۔

آمین بجاہ النبی سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تحریک ترک موالات کی مخالفت کے پس منظر میں امام اہل سنت کا جذبۂ اصلاح

مفتی عبدالقیوم مصباحی ٭

درحقیقت یہ موضوع دو حصوں پر مشتمل ہے: (۱) تحریک ترکِ موالات (۲) اعلیٰ حضرت کا اس سے اختلاف اور ان کا جذبۂ اصلاح۔

تحریک ترکِ موالات کیا ہے؟

اسے انگریزی زبان میں [Non Cooperation Movement] کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے ملنے والی رعایتیں، تحائف، امداد، ساز وسامان، سرکاری اعزازات والقاب، اسکول وکالج، عدالتی امور حتی کہ وہ تمام سہولتیں جو حکومت سے حاصل ہوں انہیں یک سر ترک کر دیا جائے اور ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔

تحریک ترکِ موالات کا پس منظر:

1919-20 کا عرصہ ہندوستان کے سیاق میں انقلاب اور تحریکات کا دور رہا۔ یوں تو پہلی عالمی جنگ ختم ہو چکی تھی، لیکن اس کے اثرات کہیں مثبت مرتب ہوئے، کہیں منفی۔ حکومت عثمانیہ بھی ہچکولے کھا رہی تھی۔ اس میں اندرون خانہ پہلے سے ہی اختلافات شروع ہو چکے تھے۔ مزید عالمی جنگ میں ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ادھر برطانیہ نے عربوں کو وعدۂ حکومت و سرداری دے کر اپنی حمایت میں کر لیا اور پھر ایک مضبوط طاقت وقوت سے برطانیہ نے ترکوں کو شکست دے دی۔ ترکوں کی شکست اور عالمی طور پر وقوع پذیر واقعات نے ہندوستان کے مسلم قائدین اور پیش پیش رہنے والے علما کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ خلافت عثمانیہ کی بقا اور اس کی بحالی کے لیے کیا تدبیریں اپنائی جائیں اور کس طرح کی کوششیں اس کی بازیافت میں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں، چوں کہ خلافت عثمانیہ کے حکمراں کو مسلمان اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے تھے۔ اس لیے اس کی آبیاری کو مسلمانوں نے ازحد ضروری سمجھا۔

اس مقصد کے تحت ۲۳ر نومبر ۱۹۱۹ کو "خلافت کمیٹی تشکیل دی گئی اور اس کی پہلی میٹنگ دہلی میں ہوئی۔ غیر مسلم قائدین بالخصوص گاندھی جی موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے علی برادران کو اپنے ساتھ لائے اور بھروسہ دلایا کہ ہندوستانیوں کا (خواہ وہ ہندو ہو یا مسلم سب کا) ایک ہی مشن ہے یعنی انگریزوں کو ملک سے دربدر کرنا اور ان سے اپنے آپ کو آزاد کرانا اس طرح گاندھی جی خلافت کمیٹی کے اہم رکن بن گئے اور بعد میں انہوں نے قیادت بھی سنبھالی۔

مزید چند ایسے واقعات رونما ہوئے جو اس تحریک کے لیے محرک ثابت ہوئے۔ جن میں چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

(۱) ہندوستانیوں کے تئیں حکومت کا جابرانہ رویہ
(۲) رولٹ ایکٹ (مارچ ۱۹۱۹)
(۳) جلیاں والا باغ کا سانحہ (۱۳اپریل ۱۹۱۹)
(۴) پنجاب میں مارشل لا کا نفاذ (۱۵اپریل ۱۹۱۹)
(۵) ہنٹر کمیشن کی رپورٹ (یعنی جلیاں والا باغ کے سانحہ کی جانچ میں تشکیل دی گئی، کمیٹی نے جنرل ڈائر کے خلاف کوئی مضبوط اور ٹھوس فیصلہ نہیں دیا۔ جس سے ہندوستانیوں میں حکومت کے تئیں نفرت پیدا ہونے لگی۔

۶۔ ہندوستانیوں کے مطالبات کی عدم تکمیل

۷۔ حکومت کے فیصلے سے ضروری سامان کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافہ۔ معاشی حالت کی ابتری

۸۔ ترکی میں برطانیہ کی بربریت سے مسلم حلقے میں بے چینی اور حکومت کے خلاف نفرت۔ وغیرہ

درج بالا اسباب کی بنا پر ترک موالات کی تحریک شروع ہوئی۔ ابتداءً میں کانگریس کے اہم اراکین نے اس سے دوری بنانے کی کوشش کی لیکن دیکھا کہ گاندھی جی کافی متحرک ہیں اور علی برادران اور دوسرے مسلم لیڈران بھی گاندھی جی کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں تو فوراً ہی اس میں شامل ہو گئے۔ اس تحریک کے (مینوفیسٹو) منشور کے مطابق گاندھی جی نے اپنا "قیصر ہند" کا خطاب بھی واپس کر دیا۔ اور دوسرے تمام لوگوں سے حکومت سے وابستہ چیزوں کا بائیکاٹ کرنے کو کہا غرض کہ اس میں کانگریس کے قوم پرست ہندو و مسلمان اور تحریک خلافت کے داعی جیسے مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصار، مولانا ظفر علی، مولانا حسرت موہانی و دیگر مشاہیر ملت، مشترکہ دشمن انگریز کے خلاف متحد ہو گئے۔ ملک کے الگ الگ حصوں میں جا کر اس کے پرچار و پرسار میں لگ گئے۔ مساجد سے بھی برطانوی چیزوں اور حکومتی امور کے بائیکاٹ کے پیغامات دیے گئے اور خلافت عثمانیہ کی بقا و آبیاری کے لیے کوششیں تیز کر دی گئیں۔

ابتدائی چند سالوں میں اس تحریک کے مثبت اثرات مرتب ہوئے لیکن ملک کے چند جذباتی نوجوان اور کچھ کسانوں کی وجہ سے یہ تحریک ناکام ہو گئی۔ گاندھی جی نے برطانوی حکومت کے بائیکاٹ کا قول دینے کے باوجود "عدم تشدد" کے اصول پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کی تھی۔ مگر چند جذباتی کسانوں نے ان کے اس اصول کی پرواہ نہ کی۔ چناں چہ فروری ۱۹۲۲ء میں یوپی کے بلیا شہر میں پولیس والے اور کسانوں کے مابین جھڑپ ہو گئی۔ جس میں دونوں طرف سے زبردست جانی و مالی نقصان ہوا۔ تاریخ میں اس سانحہ کو "چوراچوری" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس حادثے سے گاندھی جی بہت دکھی ہوئے اور اس تحریک کو واپس لینے کا فیصلہ کر لیا۔ حالاں کہ ان کے اس فیصلے سے بہت سے لوگ ناراض تھے۔ مثلاً موتی لال نہرو، سی، آر، داس، سبھاش چندر بوس، جواہر لال نہرو وغیرہ مگر گاندھی جی اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے، اس طرح یہ تحریک ۱۹۲۲ء میں بند ہو گئی۔

تحریک ترکِ موالات کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ:

جب ترک موالات کی تحریک شروع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت علیل چل رہے تھے (۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۱ء میں وہ وصال بھی فرما گئے) مگر دینی معاملات اور شرعی احکام صادر کرنے میں بالکل توانا وجوان تھے۔ کیفیتِ اضمحلال کا شائبہ تک نہیں اور نہ کسی کی پرواہ، ہمیشہ ناموس رسالت اور دین اسلام کی بقا کو پیشِ نظر رکھا۔ ترکِ موالات کے سلسلے میں بھی ان کا موقف دینی زیادہ اور سیاسی کم مگر اس میں بھی دوراندیشی ضرور شامل تھی۔ چناں چہ جب مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ تو آپ نے فرمایا: "مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں" (۱)

تالیف قلب کے لئے مزید فرمایا:

"مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں" (۲)

بادی النظر میں ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے بہت غلط کیا اور ملک سے وفاداری نہ کر کے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ حالاں کہ بنظر غائر دیکھنے سے ہر غیر جانب دار شخص اعلیٰ حضرت کی دوراندیشی

اور مذہب سے حقیقی دوستی کا صاف قائل ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

درحقیقت اس وقت مسلمانوں کے پیش نظر دو چیزیں تھیں۔ اول: ملک سے وابستگی۔ دوم: دین سے وابستگی (جس میں وطنی محبت ذیلی ہے)۔ مذہبی نقطۂ نظر سے دوسری چیز کو پہلی چیز پر تقدم حاصل ہے۔ کانگریس اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اعلیٰ حضرت اور کانگریسیوں کے نظریے میں یہی بنیادی فرق تھا اور اختلاف کی اصل وجہ بھی یہی تھی۔ حالاں کہ اس وقت ترک موالات کے خلاف آواز بلند کرنا بھی خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف تھا مگر اعلیٰ حضرت نے اظہارِ حق میں ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی اور فقیہانہ شان کے ساتھ اپنے فیصلے صادر فرمائے۔ مستقبل قریب میں وہی باتیں سچ ثابت ہونے لگیں جن کی پیشین گوئی اعلیٰ حضرت نے کی تھیں۔

اعلیٰ حضرت کے سامنے اختلاف کرنے کی کئی وجوہات تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت تھی، اسلاف کے نمونے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی کسی خطے یا علاقے کو قومیت یا وطنیت کے نام پر متحد نہیں فرمایا، یا مکیت یا مدنیت کی بنا پر بھی آپ نے متحد ہونے کا پیغام نہیں دیا بلکہ پورے عالم کے حق میں آپ کا ایک ہی پیغام تھا، وہ تھا دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کا فروغ۔ اسلام سے محبت کرنے والوں کے لیے یہی پیغام ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو الله" (۳)

ترجمہ: بے شک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے، اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔)

اکبر نے بھی اپنے دورِ خلافت میں "دین الٰہی" کے بینر تلے مختلف مکاتیب فکر کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی اور سیاسی مفاد کے خاطر اس پر سختی سے عمل کروانے پر زور دیا، اس وقت بھی وقت کے جلیل القدر عالم، فقیہ العصر، حالت کے نبض شناس، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۶۴-۱۶۲۴) نے اکبر کے اس نظریے کی جم کر مخالفت کی اور کئی فتاویٰ صادر کیے اور بہت حد تک اکبر کے اس غیر شرعی مشن کو ناکام بنانے میں کامیاب بھی رہے۔ مستقبل میں آپ کی اولاد وامجاد نے بھی اس مشن کو آگے بڑھایا جس کا اثر یہ ہوا کہ آگے چل کر مغل بادشاہ اورنگ زیب علیہ الرحمہ کی فکر ونظر کی تعمیر میں ان اسلاف کی کوششوں کا پرتو نظر آنے لگا اور اس بادشاہ نے دین متین کی خاطر جو کچھ ہو سکتا تھا، کیا۔ تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اختلاف کر کے سیرت رسول کو دہرایا۔ وطیرۂ اسلاف کی یاد دہانی کرائی اور اپنا اسلامی موقف رکھا۔ اور بس۔ اس سیاق میں علامہ اقبال کا درج ذیل شعر نہایت موزوں ہے۔

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے (۴)

ترک موالات کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں (۱۹۲۰ء/۱۳۳۹ھ) میں لاہور اور لائل پور سے یکے بعد دیگرے دو استفتا آئے۔

پہلا سوال مع جواب یہاں مذکور ہے۔ سوال دوم طویل ہے، اس کا جواب اور زیادہ طویل ہے۔ اس لیے سوال دوم مع جواب سے احتراز کرتے ہوئے صرف چند اہم نکات پیش کیے جائیں گے۔

(ویسے دونوں سوالنامے مع تفصیلی جواب ایک رسالے کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ "المحجة الموتمنة فی آیة الممتحنة" (۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء) تاریخی نام سے مولوی حسنین رضا خاں نے مطبع حسنی بریلی شریف سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔)

پہلا سوال: حاکم علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی طرف سے۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا کہ ترک موالات کے لیے ضروری ہے کہ سرکار برطانیہ سے جو امداد ملتی ہے، بند کی جائے اور یونیورسٹی سے کالج کا الحاق بھی ختم کیا جائے، کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر ان دونوں صورتوں میں موالات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

ثانیاً: جب یہ نہ بنی، ہجرت کا بھرا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں، ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے۔ یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں۔ ان کی مساجد مزارات اولیا ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً: جب یہ بھی نہ نبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مال گذاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو۔ امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں۔ (۸)

اخیر میں جذباتی انداز میں نتیجۃً مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامنِ پاک تمہیں اپنے سائے میں لے، دنیا نہ ملے، نہ ملے دین تو ان کے صدقے میں ملے'' يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۹)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس طرح کے احکامات صادر کرنے میں اعلیٰ حضرت تنہا نہیں تھے بلکہ مفتی اعظم محمد مظہر اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (شاہی امام مسجد فتح پوری، دہلی)، مولوی اشرف علی تھانوی اور رشید احمد گنگوہی بھی تھے۔ (۱۰)

ان حضرات سے قطع نظر صرف نظریۂ اعلیٰ حضرت اور ان کے فقیہانہ بصیرت کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے موقف کے تئیں بالکل صحیح تھے۔ اور ان پر انگریز نوازی کا الزام لگانا سراسر غلط ہے، ان کا مقصد انگریز افسران کو خوش کرنا بالکل نہیں تھا اور نہ وہ اس بارے میں کبھی سوچ سکتے تھے ان کی سوچ خالص دینِ اسلام کی بقا اور اسلامی تعلیمات کی آبیاری تھی، ان کے سامنے خیر الانام کے بہترین نمونے تھے، ان کے درپیش اسلاف کا تصلب فی الدین کا وطیرہ تھا، ان کے پیش نظر ہندوستان کے غیر مسلموں کے کارنامے اور مسلمانوں کے تئیں ان کا تعصبانہ رویہ تھا۔ خود ان کے ذاتی تجربات بھی فیصلے لینے اور دینی و اسلامی نظریات صادر کرنے میں معاون ثابت ہو رہے تھے۔ وہ اللہ کو بہت جلد پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مگر ان کی بات حرف بحرف صحیح ثابت ہوتی گئی۔ جو حضرات اس وقت ان کے فیصلے سے سخت نالاں تھے، بعد میں ان میں سے بہتوں نے بجا طور پر اقرار کیا کہ مولانا احمد رضا خاں یقیناً اپنے فیصلے میں صحیح تھے اور جن نکات و خدشات کو اُجاگر کرتے ہوئے وہ فیصلہ صادر کیے گئے وہ تقریباً سچ اور واقع ہوتے ہوئے نظر آئے۔

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے (۱۱)

حواشی:

۱۔ اعلیٰ حضرت کی مذہبی اور سیاسی خدمات، مطبوعہ ماہنامہ: عرفات، شمارہ اپریل ۱۹۷۰، ص: ۶۵۔ ۲۔ ایضا ص: ۶۵۔ ۳۔ قرآن کریم، سورہ احزاب: ۲۱۔ ۴۔ کلیات اقبال، بانگ درا، نظم: وطنیت

۵۔ اوراق گم گشتہ، رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ ص: ۲۲۷، بحوالہ فاضل بریلوی اور ترک موالات ص: ۵۹ ادارہ مسعودیہ کراچی، پاکستان ۲۰۰۴ ۶۔ ایضا ص: ۶۵، ۶۶۔ ۷۔ ایضا ص: ۷۰

۸۔ ایضا ص: ۷۱ ۹۔ قرآن کریم، البقرہ آیت: ۲۰۸

۱۰۔ علمائے حق، سید محمد میاں، ج: اول، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۲۶ ص: ۸۵ تا ۹۶

۱۱۔ کلیات اقبال، بانگ درا، نظم: وطنیت

* عبد القیوم مصباحی ریسرچ اسکالر دہلی یونیورسٹی، دہلی

11

باسمہ تعالیٰ وتقدس

باب پنجم

سائنسی علوم میں اعلیٰ حضرت کا اصلاحی مقام

علم توقیت اور فیضان امام احمد رضا

مفتی فیضان المصطفیٰ قادری ٭

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اللہ رب العزت کی قدرت کا شاہکار، رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ، اور امام اعظم ابوحنیفہ کی کھلی کرامت تھے، علم وفن کے اس عبقری کی نظیر گزشتہ چندصدیوں میں نظر نہ آئی 'نہ آئندہ اس کی امید نظر آتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عقلی علوم میں مجتہد مطلق تھے، عقلی علوم میں اگر چہ مجتہد کی اصطلاح استعمال نہیں ہوتی لیکن اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس طرح مجتہد کسی کے مقلد نہیں ہوتے اسی طرح اعلیٰ حضرت بھی عقلی علوم میں کسی کے مقلد نہیں تھے۔ عقلی علوم میں خصوصاً علم ریاضی اپنے تمام شعبوں کے ساتھ مشکل ترین مانا جاتا ہے، اس میں بھی اعلیٰ حضرت ایسی خداداد صلاحیت کے مالک تھے کہ کبھی کسی ماہر فن کی اتباع وتقلید نہ کی۔ علوم ریاضیہ وہندسیہ میں صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم بہت بچپن میں اس غرض سے سیکھے کہ فرائض میں کام آئیں گے، اور تحریر اقلیدس کی شکل اول اور بس، جس دن یہ قواعد اربعہ والد ماجد نے سکھادیے اسی روز ارشاد فرمایا: ''تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو، اِن علوم کو خود حل کرلوگے''۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ارشاد میں برکت رکھتا ہے، حسب ارشاد بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب وجبر ومقابلہ ولوگارثم وعلم مربعات وعلم مثلث کروی وعلم ہیئت قدیمہ وہیات جدیدہ وزیجات وارثماطیقی وغیرہا میں تصنیفات فائقہ وتحریرات رائقہ لکھیں، اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کیے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۷/۳۸۵)

اس عارف ربانی (والد ماجد) کے فیضِ تربیت نے آپ کو ایسا درِ شہوار بنادیا کہ معقولات کی جوہر آشنا نگاہیں جس کی چمک دمک سے خیرہ ہونے لگیں، ابن سینا کے ''اشارات'' دم توڑتے دکھائی دیے، طوسی کے فلسفے اور متفلسف جونپوری کی حکمتیں سرتا سر جزاف بن کر رہ گئیں۔ ''الکلمۃ الملہمہ'' اور'' مقامع الحدید'' سے ان سب کے مفروضات اور مسلمات کو قصۂ پارینہ بنادیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ فن ہیئت وتوقیت میں نابغۂ روزگار تھے۔ ''فن توقیت'' جو حساب، ہندسہ اور لوگارثم وغیرہ ریاضی کی کئی شاخوں کا عطر مجموعہ ہے اس کا تعلق افضلِ عبادات ''نماز'' سے ہے۔ اسی طرح علم ہیئت کی ایک شاخ فن تحدید سمت قبلہ ایک ایسا فن ہے جس کا تعلق بھی ''نماز'' ہی سے ہے۔ فرق یہ ہے کہ ''فن توقیت'' نماز کی ایک شرط ''اوقات'' سے بحث کرتا ہے تو ''فن تحدید قبلہ'' نماز کی دوسری شرط ''استقبال قبلہ'' کو اپنا موضوع بناتا ہے۔ ان دونوں فنون کی ''افضل العبادات'' سے وابستگی نے ہی نہایت خشک موضوع ہونے کے باوجود ان کو فقہائے اسلام کا پسندیدہ موضوع بنادیا، یہاں تک کہ جب یہ فن ارتقا کے مراحل طے کرتے کرتے امام احمد رضا قدس سرہ کے در دولت پر دستک دیتے ہیں تو امام احمد رضا ان کا بھرپور استقبال کرتے ہیں اور نوع بنوع ضیافت کر کے ان میں زندگی کی حرارتیں پیدا کردیتے ہیں۔

ہیئت وتوقیت میں اعلیٰ حضرت کی مہارت:

اعلیٰ حضرت نے علم ہیئت میں شرح چغمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ التصریح اور شرح چغمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا۔ علم ہیئت کے ساتھ توقیت اور علم

نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی مگر نجوم کو کبھی اہمیت نہ دی۔ علم نجوم پر آپ کا اعتقاد بس اس قدر تھا کہ ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، مگر اصل فاعل مختار اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ اپنے پوتے مولانا ابراہیم رضا صاحب عرف جیلانی میاں کی ولادت کا زائچہ بنایا۔ اس فن پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کے اوپر تحریر فرمایا: الغیب عند اللہ۔

علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجے پر تھا، یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ علم توقیت کو ماہرین نے جستہ جستہ مختلف مقامات پر لکھا ہے، مگر اعلیٰ حضرت کے دور تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہ تھی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے اپنے مقربین خصوصا ملک العلما اور حجۃ الاسلام کو جب یہ فن پڑھانا شروع کیا تو کوئی کتاب نہ تھی، لہٰذا خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے جن کو لکھ لیا جاتا۔ اور انھیں کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشا، ضحوۂ کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانے تک وہ قواعد کاپیوں میں لکھے رہے، پھر حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح اور مثالوں کے ساتھ لکھ کر اس کا نام ''الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت'' رکھا، جو ''توضیح التوقیت'' کے نام سے معروف ہے۔ علم توقیت میں یہ اولین مستقل کتاب ہے۔ (ملخصاب ملتقطا حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۸)

''فن تحدید قبلہ'' سے متعلق پورے ذخیرۂ علوم میں اب تک جو کچھ پونجی تھی وہ علم ہیئت کی کتابوں میں بیان کردہ طریقہ تھا جسے ہفت اقلیم کو ذہن میں رکھ کر وضع کیا گیا تھا، مگر وہ طریقہ روئے زمین کے ہر ہر خطے کی سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے قطعاً ناکافی تھا، اس لیے امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے لیے ''دس قواعد'' ایجاد کر کے اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت دیدی جس سے آپ نے پورے کرۂ ارض کو اپنے قوانین کی آغوش میں لے لیا ہے، کہ اس کا کوئی خطہ کوئی گوشہ ان کی گرفت سے باہر نہیں ہوسکتا۔

علم ہیئت وجغرافیہ کے ایک سے ایک ماہر اس خاکدان گیتی پر جنم لے چکے ہیں، مگر کاتبِ تقدیر نے ازل سے یہ سعادت چودھویں صدی کے مجدد حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے حصے میں رکھ دی تھی، تو کیسے کوئی اس طرف پیش قدمی کرتا، صدیوں تک دنیا اس قدر مدون قواعد سے محروم تھی، لیکن جب اعلیٰ حضرت نے خاکدانِ گیتی پر قدم رکھا علم وحکمت کا نصیبہ جاگ اٹھا، جب یورپ کے کشور کشا سمندر کی لہروں کا سینا چیرتے اور پہاڑوں کے جگر چاک کرتے ہوئے دنیا کے بحر وبر اور خشک وتر کو ایک کیے ہوئے تھے، اس وقت ہندوستان کے شہر بریلی کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر امام احمد رضا کا نوکِ قلم اپنے ذاتی اسطرلاب کی مدد سے کرۂ ارض کی ہزاروں میل پنہائیوں اور وسعتوں کی پیمائش کر رہا تھا۔

فقہائے اسلام میں ایسے ماہرین گزرے ہیں جنھوں نے ''سمت قبلہ'' کی تحقیق میں جادہ پیمائی کی ہے، لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ کسی فقیہ نے اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت دے کر اس کے قوانین بتائے ہوں، رضائے الٰہی یہی تھی، لہٰذا یہ عظیم الشان کارنامہ فقہائے اسلام نے چودھویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے لیے چھوڑ دیا تھا، چنانچہ جب امام احمد رضا کی تجدید دین واحیائے سنت کا عہد زریں شروع ہوا تو جہاں آپ نے ہمہ گیر علمی خدمات انجام دیں وہیں شش جہات کو بھی اپنی توجہات سے نوازا، اور مرکز کائنات 'بیت عتیق' کعبۃ اللہ المشرفۃ کی مرکزیت کو ایک علمی حقیقت کا روپ دینے کے لیے پیش رفت کی اور پوری دنیا کا رخ کعبۃ اللہ کی طرف پھیرنے کے لیے دس ایسے قاعدے ایجاد کیے جن سے ''تعیین سمت قبلہ'' ایک مستقل فن کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا۔

اس موضوع پر آپ کی مستقل تصنیف ''کشف العلۃ عن

سمت القبلۃ" اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے معجزے کا ایک نمونہ ہے جو امام احمد رضا کے قلم سے سینۂ قرطاس پر ثبت ہوا ہے۔ اور ایک دوسرا رسالہ "ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" ہے جو آپ نے علی گڑھ کی سمت قبلہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

کشف العلۃ کے ان دسوں قاعدوں کے متعلق خود امام احمد رضا یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

"الحمد للہ، ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین زیر و بالا، بحر و بر، سہل و جبل، آبادی و جنگل، سب کو محیط ہوئے کہ جس مقام کا عرض و طول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے، آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلاً کوئی قاعدہ نہیں، اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھا دیے جائیں تو کعبہ معظمہ کو خاص روبرو پائیں"۔ (کشف العلۃ، صفحہ ۱۱۶)

اسی "کشف العلۃ" کے متعلق اپنے رسالہ "ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال" میں فرماتے ہیں:

ہم نے اپنے رسالہ "کشف العلۃ عن سمت القبلۃ" میں براہین ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تیئس درجے چونتیس دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطہ، بمبئی، حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے، ستارۂ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مرادآباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکارپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا، دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس درجے سے ہوتا تھا، مگر ۲۸ کے بعد ۳۲۰ تک عدم انحراف کے لیے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اس عرض و طول پر آبادی نہیں، ۲۳ درجہ ۳۴ دقیقہ سے ۲۸ درجہ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں ان میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی کسی کا خاص نقطۂ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے، ہم نے اس رسالے میں عرض "لج، ل" سے عرض "لح، ہا" تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا، اس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم سوم صفحہ ۲۰)

علم توقیت میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی مہارت پر ایک مفصل تحریر لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن گوناگوں مصروفیات نے بالکل موقع نہ دیا، اس لیے اس بزم میں محض اپنی نمائندگی کے لیے اسی قدر تحریر کے ساتھ ہم نے شرکت کی سعادت حاصل کی ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ العزیز اس موضوع پر تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ فقط

٭ فیضان المصطفیٰ قادری، گھوسی مئو

نظریہ کشش ثقل اور امام احمد رضا

مولانا محمد علقمہ اشرف قادری علیمی ✷

اللہ رب العزت نے امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو جہاں مختلف خوبیوں سے نوازا تھا اسی میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اللہ تعالی نے آپ کو مختلف علوم وفنون میں ایسا ملکہ عطا فرمایا کہ آپ نے اپنی عنان تحقیق جس طرف موڑ دی وہاں سے ایسے ایسے عقدہ حل فرمادیے کہ عقل انسانی حیرت واستعجاب کے گہرے سمندر میں ڈوب گئی اور یہ کہنے پر مجبور ہوگئی۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے علوم نقلیہ کی ایسی جامع تعبیر و تشریح فرمائی جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے اسی طرح علوم عقلیہ کی بھی ایسی توضیح پیش فرمائی جس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی، انہیں میں سے ایک سائنس کا بھی علم ہے جو مختلف علوم وفنون مثلا علم الحساب علم ہیئت وغیرہما کا مجموعہ ہے اس علم میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے اور سائنس داں آپ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں اور یہ کیوں نہ ہو کہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

چوں کہ یہ مقالہ جاذبیت یعنی کشش ثقل (gravity) کے متعلق ہے جو سائنس کی ہی بحث ہے جسے نیوٹن نامی سائنس داں نے اختراع کیا تھا اور دنیا والوں کو یہ نظریہ دیا تھا کہ ہر چیز میں مقدار مادہ کی وجہ سے کشش (gravity) ہے یعنی جس کے اندر مقدار مادہ جتنی زیادہ ہوگی قوت کشش اس میں اتنی زیادہ ہوگی اس کے متعلق آپ سے استفسار کیا گیا تو آپ نے ایسا جامع جواب رقم فرمایا جس سے اس کے اس مفروضے کی تار پود کھول کر رکھ دیا اور ایسی تردید بیان فرمائی کہ آج تک کسی سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

آیئے ذیل میں آپ کے کچھ دلائل اور اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

دلائل سے قبل بطور تمہید یہ ملاحظہ فرمائیں کہ کسی بھی چیز کے استقرار کے لئے ایسا محل درکار ہے جو اس کا بوجھ برداشت کر سکے جب کسی چیز کا تعلق محل سے کمزور ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیز محل سے جدا ہوکر زمین پر یا پانی پر یا پانی میں چلی جاتی ہے زمین یا پانی میں گرنے سے قبل وہ ہوا میں ہوتی ہے اب اگر اس چیز کی کثافت ہوا سے زیادہ ہے تو زمین پر آجاتی ہے جیسے سیب اور ہوا سے کثافت کم ہے تو اوپر کو چلی جاتی ہے جیسے دھواں اسی طرح اگر وہ چیز پانی پر گرتی ہے تو اس کی کثافت پانی سے زیادہ ہو تو پانی میں چلی جاتی ہے جیسے پتھر اگر پانی سے کم کثافت ہو تو پانی پر رہ جاتی ہے جیسے سیب۔

اب امام المسلمین سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں" اولا عقلائے عالم اثقال میں میل سفل مانتے ہیں کیا وہ میل اس کے گرانے کے لئے کافی نہ تھا یا میل نجانا یوں نہ سمجھ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہیے جو اس کا بوجھ سہارے سیب وہی ٹوٹے گا جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہوجائے وہ کمزور تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار سکے ورنہ کبھی نہ ایک ساتھ ٹوٹ جائیں ادھر تو ضعیف علاقہ کے سبب شاخ سے چھوٹا ادھر اس سے نرم تر ہوا ملاء ہوا کا ملاء اسے کیا سہارتی لہذا اس سے کثیف تر ملاء درکار ہوا کہ زمین ہو یا پانی کیا اتنی سمجھ نہ تھی یا بطلان میل پر کوئی قطعی دلیل قائم کرلی اور جب کچھ نہیں تو جاذبیت

کا خیال محض ایک احتمال ہوا محتمل مشکوک بے ثبوت بات پر علوم کی بنیاد رکھنا کار خردمنداں نیست"۔ (فتاوی رضویہ شریف، ج:۲۷ ص: ۳۰۲ رسالہ فوز مبین)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا نیوٹن کے مطابق ہر چیز میں مقدار مادہ کی وجہ سے کشش ہے یعنی جس چیز میں مقدار مادہ جتنی زیادہ ہوگی قوت کشش اس میں اتنی زیادہ ہوگی۔ سورج زمین سے کئ لاکھ بڑا ہے اور سورج زمین کو کھینچ رہی ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ سورج کے کھینچتے ہی زمین سورج سے مل جاتی جیسے ایک طاقتور پہلوان کے سامنے کمزور وناتوں کی کیا حقیقت حالاں کہ ایسا نہیں یا یہ کہ دونوں جسم مساوی ہوں جس کی وجہ سے وہ کبھی سورج زمین کو کھینچ کر قریب کر لیتی ہو جیسا حضیض کے وقت سورج زمین سے قریب ہو جاتی ہے اور کبھی زمین سورج پر غالب آجاتی ہو جیسا اوج کے وقت سورج زمین سے دور ہو جاتی ہے جب کہ ایسا وہ مانتے نہیں (اس کے لئے وہ نافریت centrifugal force کا قول کرتے ہیں جس کی بھی کوئی حقیقت نہیں چوں کہ یہ مقالہ کشش کے متعلق ہے تو قطع نظر نافریت کے) بلکہ ہوتا یہ ہے کہ اوج و حضیض (اوج جب سورج گردش کرتے کرتے زمین سے بہت زیادہ دور ہو جائے جو کہ تین جولائی کو ہوتا ہے۔ حضیض جب کہ سورج زمین سے بہت زیادہ قریب ہو جائے اور یہ تین جنوری کو ہوتا ہے) کے ساتھ سورج اپنے مستقر میں مستمر ہے آج تک کشش کے سبب دونوں کا میلان نہیں ہوا اگر واقعی جاذبیت ہے تو دھیرے دھیرے زمین سورج سے جاملتی۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ کشش کوئی چیز نہیں۔

ذیل میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی عبارت ملاحظہ فرمائی جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج وحضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریبا سوم جولائی ہے، آفتاب زمین سے غایت بعد پر رہتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریبا سوم جنوری ہے غایت قرب پر یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے ۲۰۰۵۲۱۲ ہے تو بعد البعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بعد اقرب ۹۱،۴۱،۹۷۸،۱۳ میل تفاوت ۳۱۱۶،۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے۔ اول تو نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیئات ہیئات جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بر بنائے مقررات تازہ اصل کُروی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے بعض کتب جدیدہ میں ۱۴ لاکھ ہے وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ کے حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے تو کرو دورہ کرتا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جانا کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھوے گا۔

ثانیا: جب کہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ کر لائی تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئ حالاں کہ قرب موجب قوت اثر جزب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہوتا اور زمین کا وقتا فوقتا قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اس کی قوت سست پڑ کر اور اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی دور ہو جائے، شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب (خوراک) زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہو جاتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا

رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ، نہ کہ وہ جرم (جسم) کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ کر کر ۳۱ لاکھ میل سے زیادہ قریب کرلے اور عین شباب اثر جزب کے وقت سست پڑ جائے اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف القسام پائے۔ (فتاوی رضویہ شریف، ج:۲۷، ص: ۲۳۳ - ۲۳۵ رسالہ معین مبین بہر دور شمس وسکون زمیں)

اخیر میں تفریح طبع کے لئے یہ لطیفہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے کتنی آسانی سے "کشش ثقل" کا بطلان ظاہر فرمایا۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی نوعمری کا واقعہ ہے۔۔۔۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین سے ہے۔

اعلی حضرت: (علیہ الرحمہ) قبلہ بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی جلد کہ آسان کھنچے گی حالاں کہ امر بالعکس ہے۔

نواب صاحب: جنسیت موجب قوت جزب ہے ثقیل میں اجزائے ارضیہ زیادہ ہیں لہذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔

اعلی حضرت: (رحمۃ اللہ علیہ) جب ہر شئے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ وعیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب: اس میں روح مانع اثر جزب ہے۔

اعلیٰ حضرت: (رحمۃ اللہ علیہ) ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں روح نہیں کہ نہ کھینچنے دے تو لازم ہے کہ مردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے نواب صاحب خاموش رہے۔ (فتاوی رضویہ شریف، ج:۲۷، ص:۲۳۷)

٭ محمد علقمہ اشرف قادری علیمی
سابق استاد جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا

نظریہ حرکت زمین و آسمان کا سد باب اور فخر ہندوستان

مولانا محمد شہباز عالم مصباحی، بجنوری ٭

زمین کے حرکت وسکون کا مسئلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ جس میں ماہرین فلکیات نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ یہ نظریہ بھی تبدیل ہوتا رہا ہے۔ اس مسئلہ میں سب سے پہلا نظریہ یہ تھا کہ زمین ساکن ہے اور تمام آسمانی سیارے زمین کے گرد گردش کررہے ہیں اور زمین کے گرد سورج کی گردش سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں۔

سولہویں صدی کے آغاز میں یورپ کے مشہور سائنس دان کوپرنیکس (Copernicus) نے حرکت زمین کا نظریہ پیش کیا کہ زمین کے ساتھ تمام سیارے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اسی صدی کے آخر میں ٹیکو براہی (Tycho Brahe) نامی سائنس داں نے کوپرنیکس (Copernicus) کے نظریہ کو مسترد کرتے ہوئے یہ تھیوری (Theory) پیش کی کہ چاند اور سورج دونوں زمین کے گرد گردش کررہے ہیں جب کہ باقی پانچوں سیارے (مشتری، زحل، مریخ، زہرہ، عطارد) سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور سورج اپنے گرد گھومنے والے پانچ سیاروں سمیت زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔

سترہویں صدی کے آغاز میں اٹلی کے مشہور و معروف سائنس داں گیلیلیو (Galileo) نے دوربین ایجاد کرنے کے بعد کائنات کا مشاہدہ کیا اور کوپرنیکس کے نظریہ کو قدرے درست پایا اور پھر ایک بار کوپرنیکس (Copernicus) کا نظریہ حرکت زمین سائنس دانوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

گیلیلیو (Galileo) کے بعد جوہانز کیپلر (Johannes Kepler) نے کوپرنیکس (Copernicus) کے نظریہ کو علمی اور تجرباتی طور پر دوبارہ زندہ کیا۔

کوپرنیکس (Copernicus) کے نظریہ میں سورج کے گرد تمام سیاروں کے مداروں کو گول (Circular) دکھایا گیا تھا کیپلر نے اس کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدار بیضوی (Elliptic) ہیں اور کوپرنیکس (Copernicus) کی تھیوری کو اور بہتر بنایا۔

سترہویں صدی کے وسط میں اسحاق نیوٹن (Issac Newton) نے نظریہ کشش ثقل (Theory of gravitational force) پیش کیا اور اس سے ثابت کیا کہ سورج ساکن ہے اور تمام سیارے زمین کے ساتھ سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر تک یہی نظریہ چلتا رہا اور بیسویں صدی کے آغاز میں سائنس داں البرٹ آئن اسٹائن (Albert Einstein) نے نظریہ اضافت (Theory of relativity) پیش کیا اور اس تھیوری (Theory) کے ذریعہ اس نے یہ ثابت کیا کہ تمام اجرام ساوی خواہ وہ سورج ہو یا زمین سب کے سب گردش میں ہیں۔

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں یہ مسئلہ مصلح ملت، قائد اہل سنت، عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہونچا، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ امریکی پروفیسر البرٹ۔ ایف پورٹا (Albirt F. Porta) نے پیش گوئی کی کہ ۱۷ ار دسمبر ۱۹۱۹ کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے آفتاب کے قران میں ہوں گے اور یہ سب ایک طرف جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے۔ سیاروں کا ایسا اجتماع سائنس کی تاریخ میں کبھی نہیں پایا گیا جس کی وجہ سے سخت طوفان، زلزلے، بجلیاں اور بھاری بارش ہوگی۔

مصلح ملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کو باطل قرار دیا اور ارشاد فرمایا: ''یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف التفات جائز نہیں''۔(۱)

نفس الامر میں بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس پیش گوئی کو عقلی اور نقلی دونوں طرح کی دلیلوں سے مسترد فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''یہ فرض خود باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے''۔(۲)

دراصل اس پیشین گوئی کا مدار حرکت زمین پر تھا اور نظریہ حرکت زمین اس زمانہ کا سلگتا ہوا مسئلہ بھی تھا۔ بس اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کی طرف رخ فرمایا اور اس سلسلے میں تین مفصل رسالے تحریر فرمائے: (۱) فوز مبین در رد حرکت زمین۔ اس میں اعلیٰ حضرت نے ۱۰۵ عقلی دلیلوں سے حرکت زمین کو رد فرمایا اور سکون زمین کو ثابت کیا۔ (۲) نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان۔ اس میں قرآن وحدیث، اقوال صحابہ ومفسرین سے سکون زمین کو ثابت فرمایا۔ (۳) معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین۔ اس میں نقلی وعقلی دونوں طرح کی دلیلوں کا اجتماع ہے جن کے ذریعہ سکون شمس اور گردش زمین کو رد فرمایا گیا ہے۔

مصلح ملت اعلیٰ حضرت کے عقلی رد بلیغ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم نیوٹن (Newton) کے نظریہ کشس ثقل (Theory of gravitational force) کو سمجھیں کیوں کہ سائنس دانوں کے نزدیک زمین کا متحرک ہونا اسی نظریہ پر منحصر ہے۔

اس نظریہ کے وجود میں آنے کی کہانی یہ ہے کہ ۱۶۶۵ء میں برطانیہ میں طاعون کی وبا پھیلی تو کیمبرج یونیورسٹی نے اپنا کیمپس بند کر دیا اور نیوٹن (Newton) جو کیمبرج یونیورسٹی کا طالب علم تھا اپنے گھر واپس لوٹ گیا۔ اس کے گھر کے آس پاس سیب کے درخت تھے۔ ایک روز وہ ایک سیب کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک سیب کو گرتا دیکھ کر اس نے نظریہ کشش ثقل (Theory of gravitational force) دریافت کیا۔ کشش ثقل کی تھیوری (Theory) کیا ہے؟ آسان لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی چیز میں مقدار مادہ کے لحاظ سے دوسرے جسم کے لیے ایک طرح کی قوت کشش (جاذبیت) ہوتی ہے، اور جس جسم میں مقدار مادہ جتنی زیادہ ہوگی اس میں اتنی ہی قوت کشش زیادہ پائی جائے گی اور ان دونوں میں جو جسم بڑا ہوگا وہ اپنے سے چھوٹے جسم کو اپنی طرف کھینچے گا۔ مع ہٰذا دو برابر مقدار مادہ والے جسم اگر قریب ہوں گے تو ان میں قوت کشش زیادہ ہوگی اور اگر بعید ہوں گے تو ان میں قوت کشش کم ہوگی۔ پس اسی ضابطہ کے پیش نظریہ زمین کے اوپر جو چیزیں گرتی تو وہ زمین کے اندر جاذبیت (قوت کشش) ہونے کی وجہ سے گرتی ہیں۔

سائنس کے مطابق سورج اپنے عظیم الجثہ ہونے کی وجہ سے زمین کو اپنی قوت کشش کی بنیاد پر اپنے گرد گردش دے رہا ہے کیوں کہ سورج زمین سے ۱۳لاکھ گنا بڑا ہے۔ اس صورت میں تو زمین کو سورج سے مل جانا چاہیے تھا لیکن نفس الامر میں ایسا نہیں ہے کیوں کہ سائنس کہتی ہے کہ زمین میں ایک طرح کی قوت نافریت بھی پائی جاتی ہے، مزید سورج اور زمین میں تقریبا ۱۵ کروڑ کلومیٹر کا فاصلہ بھی ہے جس کی وجہ سے سورج اس کو اپنے بہت قریب کھینچ نہیں پا رہا ہے۔ بس اسی قوت کشش کی بنیاد پر وہ اپنے محور پر گردش کر رہی ہے اور قوت نافریت کی بنیاد پر سورج کے بالکل نزدیک بھی نہیں آ رہی ہے۔

اسی سائنسی نظریہ کے رد میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ نے ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' تحریر فرمائی جو ایک مقدمہ چار فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ فصل اوّل میں نافریت پر بحث اور اس سے ابطال حرکت زمین پر بارہ (۱۲)

دلیلیں۔ فصل دوم میں جاذبیت یعنی قوت کشش پر کلام اور اس سے بطلان حرکت زمین پر پچاس (۵۰) دلیلیں۔ فصل سوم میں خود حرکت زمین کے ابطال میں اور تینتالیس (۴۳) دلیلیں۔ فصل چہارم میں ان شبہات کا ازالہ جو جدید سائنس اثبات حرکت زمین میں پیش کرتی ہے اور خاتمہ میں کتب الٰہیہ سے گردش آفتاب اور سکون زمین کا ثبوت۔

مصلح ملت، عظیم البرکت نے جو دلائل و براہین اس نظریہ کے رد میں بیان فرمائی ہیں ان کی تفصیل جاننے کے لیے مذکورہ بالا کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

یہاں چند نکات کی جانب اشارہ اور کچھ دلائل کی طرف ارادہ کرنا بہتر سمجھتا ہوں جن کو امام اہل سنت نے اس نظریہ سے متعلق بیان فرمایا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ہر فن میں اعلیٰ وارفع تھے آپ کا انداز تحریر جداگانہ اور لطیفانہ آج بھی قارئین کو مسحور و مغلوب کر کے رکھ دیتا ہے۔ نیوٹن (Newton) کی جاذبیت کی تھیوری (Theory of gravitational force) سے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی یہ تحریر حلاوت و لطافت سے بھرپور ہے۔

"جاذبیت کا نیوٹن (Newton) کو ۱۶۶۵ء میں اس وقت پتہ چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں گیا، باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اسے دیکھ کر اس کا سلسلہ خیالات چھوٹا، جس سے قواعد کشش کا بھبوکا پھوٹا۔ سیب کے گرنے اور جاذبیت کا آسیب جاگنے میں علاقہ بھی ایسا لزوم کا تھا کہ وہ گرا اور یہ اچھلا کیوں کہ اس کے سوا اس کا کوئی سبب ہو سکتا ہی نہ تھا۔

۱۶۶۵ء تک ہزاروں برس کے عقلا سب اس فہم سے محروم ہو گئے تو گئے تعجب یہ کہ اس سیب سے پہلے نیوٹن (Newton) نے بھی کوئی چیز زمین پر گرتے نہ دیکھی یا جب تک اس کے خیال میں کوئی اور سبب تھا جسے اس سیب نے گر کر توڑ دیا۔" (۳)

نظریہ قوت کشش سے متعلق ایک قصہ جو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی زندگی میں پیش آیا وہ اس طرح ہے:

"اعلیٰ حضرت قبلہ ایک طبیب کے یہاں تشریف لے گئے ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے اور علوم جدیدہ کے گرویدہ) ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری کو جذب کرتی ہے، اثقال کہ زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین سے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ: بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی جلد کہ آسان کھنچے گی حالاں کہ امر بالعکس ہے۔

نواب صاحب: جنسیت موجب قوت جذب ہے ثقیل میں اجزاء ارضیہ زائد ہیں لہٰذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔

اعلیٰ حضرت: جب ہر شئ جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت سے کھینچتی ہے تو جمعہ و عیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں، چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب: اس میں روح مانع اثر جذب ہے۔

اعلیٰ حضرت: ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں روح نہیں کہ نہ کھینچنے دے تو لازم ہے کہ مردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے۔ نواب صاحب خاموش ہو گئے۔" (۴)

اعلیٰ حضرت کا سائنس کو سائنس کی زبان میں جواب:

سائنس کہتی ہے کہ زمین قوت کشش کی وجہ سے سورج کے گرد گھوم رہی ہے یعنی سورج درمیان میں اور زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے اور زمین ایک سال میں ایک چکر پورا کرتی ہے۔ ۳؍جنوری کو زمین سورج سے قریب ترین ہوتی ہے جس کا فاصلہ سورج سے ۱۴؍کروڑ ۷۰؍لاکھ کلومیٹر کا ہوتا ہے اور ۳؍جولائی کو زمین سورج سے بعید ترین ہوتی ہے جس کا فاصلہ سورج سے ۱۵؍کروڑ ۲۰؍لاکھ کلومیٹر کا ہوتا ہے۔ اب امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ حرکت زمین کے اوپر ایک سہل سوال اوج و حضیض شمس

(قرب وبعد شمس) سے ہوتا ہے یعنی ۳/ جنوری کو زمین سورج سے قریب ترین ہوتی ہے اور ۳/ جولائی کو بعید ترین اور جب زمین قریب ترین ہوتی ہے تو سائنسی اصول کے مطابق قوت کشش (جاذبیت) بڑھے گی مع ہذا سورج زمین سے ۱۳/ لاکھ گنا بڑا بھی ہے تو جاذبیت اور بڑھے گی۔ مثلاً ۱۳/ لاکھ بندے مل کر ایک بندے کو اپنی طرف کھینچیں تو وہ کھچے گا نہیں بلکہ ان کے گرد گردش کرنے لگے گا۔ یہ بات عقل سے پرے ہے۔

سائنس کے مطابق جب ۳/ جنوری کو قوت کشش کی بنیاد پر سورج زمین کو قریب ترین کر لیتا ہے تو پھر ۳/ جولائی کو وہ بعید ترین کیسے ہوتی ہے، کیا سورج کی قوت کشش کم ہو جاتی ہے یا سورج کمزور ہو جاتا ہے کہ زمین اس سے چھوٹ کر دور چلی جاتی ہے، پھر قریب آتی ہے پھر دور چلی جاتی ہے اور یہ بات صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ یہ بات تب تو سمجھ میں آسکتی تھی اگر دونوں جسم کی مقدار مادہ برابر ہوتی ہے یعنی سورج اور زمین دونوں برابر مقدار مادہ کے ہوتے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

اب امام اہل سنت طنز ملیح کے طور پر فرماتے ہیں۔ لگتا ہے کہ سورج کو جولائی سے جنوری تک کھانا بہت اچھا ملتا ہے اور زمین کو کھینچ کر قریب ترین کر لیتا ہے پھر جنوری سے جولائی تک اسے کھانا کم ملتا ہے تو وہ کمزور پڑ جاتا ہے اور زمین اس کے چنگل سے چھوٹ کر بعید ترین مقام پر چلی جاتی ہے۔ یہ کھینچا تانی کا معاملہ سورج اور زمین کے درمیان عربوں کھربوں سالوں سے چلا آرہا ہے نہ اپنی مقدار سے کچھ کم ہوا اور نہ ہی بڑھا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہاں نہ تو کسی طرح کی قوت کشش ہے اور نہ ہی کسی طرح کی کھینچا تانی، بلکہ (ہر چیز اپنے میل طبعی کی بنا پر زمین پر گرتی ہے نہ کہ قوت کشش کی وجہ سے) زمین اپنی جگہ ساکن ہے اور سورج اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے مدار پر گردش کر رہا ہے اسی طرح دیگر سیارے اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے نظام پر اس کے حکم سے چل رہے ہیں۔ یہاں نہ کسی طرح کی جاذبیت ہے اور نہ ہی نافریت۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔

یہ تھی امام اہل سنت کی ایک دلیل جس میں آپ نے سائنس کو سائنس کے ضوابط کی روشنی میں ہی رد فرمایا۔ اس طرح کی ۱۰۴ عقلی دلیلیں اور ہیں جو آپ نے اپنی کتاب بنام "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں بیان فرمائیں۔ مصلح ملت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

"جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج حضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے۔ آفتاب زمین سے غایت بعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر کہ تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر، یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ اتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۵۲۱۲۔۲۰ ہے تو بعد ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بعد اقرب ۹۱۳۴۱۱۳۹۷۴ میل، تفاوت ۳۱۱۶۰۵۲ میل، اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیات جدیدہ کا زعم ہے۔ اول تو نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الہیئت، ہیئت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بر بنائے مقربات تازہ اصل کر دی پر حساب کیا تو اس سے بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے بعض کتب جدیدہ میں ۱۴/ لاکھ ہے وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ کے حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں، اس کی کیا مقاومت کر سکتا ہے تو کرو دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جاتا، کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھینچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھومے گا۔

ثانیاً: جب کہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم

میں اسے کس نے ضعیف کردیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لاکر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اس کی قوت سست پڑ کر اور اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی دور ہوجائے، شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے، قوت تیز ہوجاتی ہے اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے نصف میں وہ، نہ کہ وہ جرم کہ زمین کے ۱۲/لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ کر ۳۱/لاکھ میل سے زیادہ قریب کرے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے اور ادھر ایک ادھر ۱۲/لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف القسام پائے۔

ثالثًا: خاص انہیں نقطوں کا تعین اور ہر سال انہیں پر غلبہ و مغلوبیت کی کیا وجہ ہے بخلاف ہمارے اصول کے کہ زمین ساکن اور آفتاب اس کے گرد ایک ایسے دائرے پر متحرک جس کا مرکز، مرکز عالم سے اکتیس لاکھ سولہ ہزار باون میل باہر ہے۔۔۔ جس میں نہ جاذبیت کا جھگڑا نہ نافریت کا بکھیڑا۔

ذلك تقدير العزيز العليم یہ سادھا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا وآلہ وصحبہ وسلم ۱۹/صفر ۱۳۳۸ھ/ ۱۲/نومبر ۱۹۱۹ء"۔(۵)

مصلح ملت نے اپنے موقف کو عقلی دلائل سے واضح کرنے کے بعد نقلی دلائل یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں بھی محکم اور مستحکم بنایا۔ عقلیات پر منحصر رہنے والوں کے لیے عقلی دلائل کا انبار لگادیا اور امت مسلمہ کے لیے قرآن وسنت کا نظریہ بیان فرمایا۔ اور اس سلسلے میں مفصل رسالہ بنام "نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان" تحریر فرمایا یعنی زمین وآسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں حق وباطل میں فرق کرنے والی قرآنی آیات کریمہ۔ اس رسالہ میں امام اہل سنت نے قرآن وسنت، صحابہ عظام واجماع امت کے موقف کو بیان فرمایا۔ بر بنائے اختصار جس کی تمام تر تفصیلات راقم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ فقط ایک دلیل اور اس کی تشریح امام اہل سنت کے رسالہ کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

مصلح ملت، عظیم البرکت فرماتے ہیں:

"اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں"۔

"كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ"۔ (سورۂ یٰسین، ۴۰) ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا"۔ (سورۂ فاطر، ۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے، بے شک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے۔

اجمال یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبداللہ ابن مسعود وصاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانی قرآن سمجھنے والا کون"۔(۶)

علامہ نظام الدین حسن نیت پوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

"(ان تزولا) كراهة زوالهما عن مقرهما

ومر کز ھما۔ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر ومرکز سے ہٹ نہ جائیں ۔مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار وآرام ہے قرار سکون ومنافی حرکت ہے۔

القاموس المحیط میں ہے: ’’قر ای سکن‘‘

مگر انہوں نے اس پر اکتفانہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری ’’مرکز ہما‘‘ زائد کیا یعنی مرکز جای رکز، رکز یعنی گاڑنا، جمانا۔ مطلب یہ ہوا کہ آسمان وزمین جہاں جمے ہوئے، گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں۔(۷)

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

’’فالارض غیر متحرکہ لا بالاستدارہ ولا بالاستقامة وسکون الارض لیس الا من اللہ تعالیٰ بقدرته واختیارہ ولهٰذا قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسك السمٰوت والارض ان تزولا۔‘‘

ترجمہ: لہٰذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ اور اس کا ساکن ہونا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔(۸)

زوال کے اصلی معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہے۔

القاموس المحیط میں ہے:

’’الزوال الذهاب والاستحالة۔

یعنی زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔

تاج العروس میں ہے:

’’ازال اللہ تعالیٰ زواله ای اذهب اللہ حرکته وزال زواله ای ذهبت حرکته۔‘‘

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا اور اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

’’الزویل الانزعاج بحیث لایستقر علی المکان وهو الزوال بمعنی‘‘

ترجمہ: زویل کا معنی بے قراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔زویل اور زوال دونوں ایک ہی معنی میں ہے۔

المفردات فی غرائب القرآن میں ہے:

’’قرنی مکانه یقر قرارًا ثبت ثبوتًا جامدا واصله من القر وهو البرد وهو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکة۔‘‘ یعنی شئ اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے ’’قر‘‘ سے، جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتا ہے جب کہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے۔

لسان العرب میں ہے:

’’الازعاج نقیض الاقرار‘‘ یعنی ازعاج اقرار کی ضد ہے۔

فائدہ: زوال انزعاج ہے اور انزعاج مقابل قرار وسکون ہے تو زوال مقابل سکون ہوا اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت۔ بس ہر حرکت زوال ہوئی اور قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال کا انکار فرماتا ہے۔لاجرم ان کی ہر حرکت کی نفی فرماتا ہے خواہ وہ محور پر حرکت ہو یا دیگری۔(۹)

اس آیت کریمہ میں ’’اِنَّ اللّٰهَ یُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ‘‘ کسی طرح کا کوئی قرینہ بھی نہیں کہ معنی مجازی مراد لیا جاسکے بلکہ زوال اپنے معنی حقیقی پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے یُمۡسِكُ فرمایا ہے اور امساک کا معنی روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔

القاموس المحیط میں ہے:

’’امسکه حبسه المسك محرکة الموضع یمسك الماء کالمساك کسحاب‘‘

یعنی "امسکہ" کا معنی ہے اس کو روکا "المسك" اس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے جیسے مساك بروزن سحاب۔ اور اللہ تعالیٰ نے "یمسك" اور "ان تزولا" دونوں کو مطلقاً ارشاد فرمایا اور قرآن مجید کے مطلق کو مقید اور عام کو خاص بنانا کلام الٰہی پر اپنی طرف سے پیوند لگانا ہے جو ہرگز جائز نہیں کیوں کہ کتب عقائد میں "النصوص تحمل علی ظواهرها" ضابطہ موجود ہے۔(۱۰)

بلا شبہ جنہوں نے خود صاحب قرآن ﷺ سے قرآن پڑھا۔ خود حضور اقدس ﷺ سے اس کے معانی سیکھے، انہوں نے بھی اس آیت کریمہ کو حرکت زمین و آسمان کے منافی بتایا ہے۔

سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جرید و ابن منذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ (جنہوں نے زمانہ رسالت پایا تھا) سے روایت کیا۔ اور یہ حدیث بسند صحیح برجال صحیحین بخاری و مسلم ہے:

"حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمٰن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه فقال من این جئت؛ قال من الشام، فقال من لقیت؛ قال لقیت کعبًا. فقال ما حدثك کعب؛ قال حدثنی ان السمٰوٰت تدور علی منکب ملك قال فصدقته او کذبته؛ قال ما صدقته ولا کذبته. قال لوددت انك افتدیك من رحلتك الیه براحلتك ورحلها و کذب کعب ان الله یقول "ان الله یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکها من احد من بعده" زاد غیر ابن جریر و کفی بها زوالا ان تدورا"۔

ترجمہ: ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبد الرحمٰن نے کہ ہم کو سفیان نے کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابو وائل حدیث بیان کی، ابو وائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے۔ فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: میں نے نہ تصدیق کی نہ تکذیب۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا: کاش تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارہ کو دے دیتے۔ کعب نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک اللہ آسمان اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے۔ ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

عبد بن حمید نے حضرت قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: "ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفة بن الیمان رضی الله تعالیٰ عنهما کذب کعب "ان یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا"۔

ترجمہ: کعب کہا کرتے تھے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی۔ اس پر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔(۱۱)

(**تنبیہ:** کعب تابعین اخیار سے ہیں خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے۔ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انہیں میں سے ایک یہ خیال تھا جس کی اکابر صحابہ نے تصحیح فرمادی۔ "کذب کعب" کے معنی یہ ہے کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسرار سکھائے۔ ان کا لقب ہی

صاحب سر رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے اور عبداللہ ابن مسعود تو عبداللہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

"تمسکو بعهد ابن مسعود"

یعنی ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھامو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے:

"رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد و کرهت لامتی ما کره لها ابن ام عبد"

ترجمہ: میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو اس کے لیے عبداللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لیے ناپسند رکھا جو اس کے لیے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

جامع ترمذی میں ہے: "ما حدثکم ابن مسعود فصدقوه" یعنی جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ "ما حدثکم حذیفة فصدقوه"

یعنی جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔

ان دونوں اجل صحابہ کا موقف بھی یہی تھا کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہے جیسا کہ احادیث طیبہ کی روشنی میں آپ نے دیکھا کہ زمین و آسمان کا ساکن ہونا قرآن و سنت، صحابہ و تابعین، مفسرین و محدثین سے ثابت ہے۔ (۱۲)

اور سائنسی مشاہدات و تجربات، یہ تو غلط ثابت ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ نیوٹن نے کہا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گردش کر رہی ہے پھر البرٹ آئن اسٹائن آیا۔ اس نے کہا کہ سورج بھی گردش کر رہا ہے۔

امید قوی بلکہ یقین کامل ہے کہ زمانہ آئندہ میں کوئی جدید سائنسداں پیدا ہوگا اور اپنے مشاہدہ کی بنیاد پر ثابت کرے گا کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھوم رہا ہے اور یہی اسلامی نظریہ بھی ہے کیوں کہ "لا تبدیل لکلمات اللہ" ارشاد ربانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حواشی:

۱۔ فتاوی رضویہ، جلد ۲۷، ص: ۲۳۰
۲۔ ایضا، ص: ۲۳۰
۳۔ ایضا، ص: ۲۴۶
۴۔ ایضا، ص: ۲۳۷
۵۔ ایضا، ص: ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶
۶۔ ایضا، ص: ۲۰۰
۷۔ ایضا، ص: ۲۰۱
۸۔ ایضا، ص: ۲۰۱
۹۔ ایضا، ص: ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷
۱۰۔ ایضا، ص: ۲۱۱، ۲۱۲
۱۱۔ ایضا، ص: ۲۱۴، ۲۰۱۵، ۲۱۶
۱۲۔ ایضا، ص: ۲۰۲، ۲۰۳

مرجع:

فتاوی رضویہ، جلد ۲۷، شیخ الاسلام امام احمد رضا خان قادری بریلوی، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۲۰۰۴۔

✷ محمد شہباز عالم مصباحی، بجنوری
اسکالر، شعبہ فارسی، دہلی یونیورسٹی

منطق جدید کے رخسار پر امام احمد رضا کا طمانچہ

مفتی محمد آصف رضا برکاتی، مصباحی ✷

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ جس طرح آپ ماہر مفتی، محدث اور بے مثال مفسر وفقیہ تھے اسی طرح جدید علوم یعنی سائنس میں بھی آپ کو بہت سے شعبوں پر کامل مہارت حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو سائنسی دنیا میں نہ صرف قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے بلکہ بہترین مسلم سائنس دانوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ یہ کوئی عقیدت نہیں بلکہ حقیقت ہے اور اس پر شاہد آپ کی وہ تحقیقات ہیں جن پر بڑے بڑے سائنس داں حیرت زدہ ہیں۔ مکمل ایک صدی گزرنے کے بعد بھی آپ کی علمی وسائنسی تحقیقات جہانِ علم کو روشن کیے ہوئے ہیں جب کہ آپ کا مقصود محض سائنس نہیں تھا بلکہ سائنس کے ذریعہ اسلام اور قرآن وحدیث پر ہونے والے حملوں کا جواب تھا۔ اسی کے پیش نظر آپ نے اپنی روشن فکر ونظر سے مخالفین اسلام کا جواب دیا اور اپنی سائنسی تحقیقات سے جدید علوم کے دامن کو مالا مال کیا۔

مسلم سائنس دانوں کی لغزشات:

دراصل ہر ایک علم وفن کے اپنے اصول وضوابط ہوتے ہیں۔ جن کی رعایت اس میں بہت ضروری ہوتی ہے یعنی ان کی رعایت کیے بغیر کوئی بھی شخص اس علم وفن میں ماہر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اسلامی شریعت کے بھی اپنے اصول وضوابط ہیں، جن سے انحراف کی قطعاً گنجائش نہیں بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں کہ ان علوم وفنون کے ضوابط شریعت مطہرہ کے اصول وضوابط سے ٹکرا جاتے ہیں اور ان میں تطبیق وتاویل کی بھی کوئی راہ نہیں ہوتی۔ اب یہ مرحلہ ایک مسلم سائنس داں کے لیے بہت نازک ہوتا ہے۔ شریعت مطہرہ کی پاس داری بھی ضروری ہے اور متعلقہ علوم کے اصول وضوابط کی رعایت بھی۔ اب اس کے سامنے دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) صورت اولیٰ: یہ کہ وہ شرعی اصول وضوابط سے کوئی سمجھوتا نہ کرے بلکہ اس کو مقدم رکھے اور مضبوط عقلی ونقلی دلائل سے اس کی حقانیت کو خوب خوب روشن کرے اور کسی بھی طرح متعلقہ علوم وفنون سے مرعوب نہ ہو۔

(۲) صورت ثانیہ: یہ ہے کہ شرعی اصول وضوابط سے سمجھوتا کرلے، متعلقہ علوم وفنون سے مرعوب ہوجائے اور شریعت مطہرہ کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ اس نوع میں بہت سے مسلم اہل علم گزرے ہیں جنھوں نے شریعت کی پرواہ نہ کرکے متعلقہ علوم وفنون کے اصول کو ترجیح دی اور اس میں مہارت کے چکر میں اپنی عمریں صرف کردیں اس شمار میں بہت سے نام شامل ہیں جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی اس معاملہ میں شان ہی الگ ہے۔ یہ سچائی ہے کہ آپ بہت سے علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے مگر کبھی بھی ان سے متاثر نہ ہوئے آپ نے شریعت مطہرہ کو ہمیشہ مقدم رکھا اور دیگر علوم وفنون کو شریعت کا خادم بنایا اور ٹکراؤ کی صورت میں اصول شریعت کی دل وجان سے نہ صرف پاس داری کی بلکہ عقلی ونقلی دلائل سے قواعد شرعیہ کو مضبوط کیا اور اس کی حقانیت وحکمتوں کو خوب خوب روشن کیا، ایمان افروز تشریحات کیں۔ اور اس کے مقابل علوم وفنون کے متعارض مسائل کی مناسب اصلاحات بھی فرمائیں۔ جو مسائل غلط تھے

دلائل حقہ سے ان کو رد کیا اور جو صحیح تھے ان کی پُرزور تائید کی۔

پس منظر

منطق جدید اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان:

مولوی محمد حسن سنبھلی جو فاضل کبیر کے لقب سے مشہور ہوئے یہ اعلیٰ حضرت کے ہم عصر ہیں انہوں نے شرح العقائد، شرح الوقایہ، ہدایہ اور اصول الشاشی پر حاشیہ بھی لکھا اس کے علاوہ ان کی اور بھی تصنیفات ہیں۔ انہوں نے فلسفہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''المنطق الجدید لناطق الناله الحدید'' رکھا۔ اس کتاب میں انہوں نے منطق جدید (فلسفہ) کے تمام نظریات کو درست مانا۔ وہ تمام مسائل جن کا تصادم براہ راست شریعت مطہرہ سے ہے ان سب کی تصدیق کی اور اپنی طرف سے کچھ اضافات بھی کیے۔ فلسفہ کے افکار فاسدہ سے مرعوب ہو کر اصول شرعیہ کو نظر انداز کیا۔ اور خود اس کتاب کی تعریف میں لکھا ''یہ کتاب فرشتہ اثر بلکہ فرشتہ اور صیقل ذہن کے لیے عجب اکسیر اعظم اور نافع کبیر ہے'' اسی کتاب کے خطبہ میں اس کے تمام مضامین کو ''اکتناہ حقائق وتدقیق فصیح وتحقیق صریح'' سے تعبیر کیا۔ اس کے چھپنے کے بعد اہل علم میں عظیم کرب محسوس ہوا چناں چہ ایک عالم دین مولوی سلطان احمد خاں صاحب نے اس کتاب کی چند عبارات کو نقل کر کے اعلیٰ حضرت سے استفتا کیا۔ تو اعلیٰ حضرت نے اس کا جواب لکھا آپ نے اس کا نام ''مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید'' رکھا جس میں آپ نے قرآن وحدیث اور خود فلسفہ سے مولوی محمد حسن کے خیالات فاسدہ اور افکار کاسدہ کا نہایت ہی علمی وتحقیقی مضبوط رد کیا۔ اور آخر میں فلسفہ اور فلاسفہ کی مناسب اصلاح بھی فرمائی۔ مضمون کے مدنظر اس کی چند جھلکیاں آپ کی ضیافت مطالعہ کے لیے پیش ہیں۔

قول اوّل: التحقیق انها لیست الطبائع کلها مجردة محضة للطبائع المرسلة فی باب التجرد و المادیة مراتب (الی أن قال) السابعة مرتبة الماهیّات المجردة بالکلیة، لاتعلقها لها بالمادة تعلق التقویم او الحلول أوالتدبیر والتصرف، ولا تعلق لها الّا تعلق الخلق والایجاد مثلاً وهی حقائق المفارقاتِ القدسیة کالمعقب القدسی وسائر العقول العشرة و الحقیقة الواجبة. (المنطق الجدید، ۲۵۰.۲۵۱)

ترجمہ: تحقیق یہ ہے کہ تمام طبیعتیں مجرد محض نہیں ہیں لیکن تجرد ومادیت کے اعتبار سے طبائع مطلقہ کے کئی مراتب ہیں۔ (یہاں تک اس نے کہا) ساتواں مرتبہ ان ماہیتوں کا ہے جو کلی طور پر مجرد ہیں۔ ان کا مادہ کے ساتھ تقویم، حلول یا تدبیر و تصرف کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی تعلق خلق وایجاد کے سوا ان کا کوئی اور تعلق ہے۔ اور وہ حقائق مفارقات قدسیہ ہیں، جیسے معقب قدسی، عقول عشرہ اور حقیقت واجبہ۔

خلاصۂ عبارت: اس عبارت میں صاحب کتاب نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو مادیات سے تدبیر وتصرف کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا عالم کے دس خالق اور ہیں۔ یہ عبارت صراحۃً کفر وشرک پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا خالق عالم کوئی نہیں تخلیق کائنات میں وہ یکتا و شرکت غیر سے پاک ہے۔

جواب اعلیٰ حضرت: فلسفہ کا یہ مسئلہ اور مصنف کا نظریہ عقائد اسلام اور قرآن مجید سے براہ راست ٹکرا رہا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اولاً قرآن مجید کی آیات سے اس کا رد کیا اور پھر حکم شرعی کی وضاحت کے ساتھ اس کی اصلاح بھی فرمائی۔ اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''اس میں بالتصریح باری عز مجدہ کو تدبیر وتصرف ماہیات سے بے علاقہ مانا۔ مثلاً بدن انسانی میں جو مبین متین، ظاہر باہر، زاہر قاہر تدبیریں صبح وشام، دن، رات ہر وقت عیاں ونہاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن کی حکمتوں میں عقول متوسط انگشت بدنداں ہیں۔ یہ سب جمیل وجلیل کام نفس ناطقہ کی خوبیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اصلاً ان سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا بندوں کے بدنوں میں کوئی تصرف۔ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ استغفر اللہ۔

والعیاذ باللہ. ہیہات ہیہات اس سے بڑھ کر کون سا کفر ملعون ہوگا۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (یونس:آیت:۳۱)

ترجمہ: تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان وزمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔

(۲) اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝

ترجمہ: سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔(الاعراف،آیت:۵۴)

(۳) هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے۔(الفاطر، آیت:۳)

(۴) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

ترجمہ: یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے مجھے وہ دکھاؤ جو اس کے سوا اوروں نے بنایا بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔(لقمان،آیت:۱۱)

(۵) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

ترجمہ: اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان وزمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔(لقمان،آیت:۲۵)

حکم شرعی: بہت سی آیات سے استدلال کرنے کے بعد عبارت سابقہ پر حکم شرعی واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" یہ ایک کفر نہیں بلکہ معدن کفر ہے۔باری تعالیٰ کا عجز ایک کفر۔دوسرے کی طرف نیاز دو کفر۔آپ ناقص ہونا تین کفر۔غیر سے تکمیل پانا چار کفر۔خالق مستقل نہ ہونا پانچ کفر۔فکفر فوق کفر فوق کفر کأن الکفر من کثر وفر"۔(ملخصا فتاوی رضویہ ۱۱/۲۶۷۔۲۷۵)

قول دوم: المسئلة القائلة بأن كل حادث مسبوق بمادة مخصوصة بالحادث الزمانی.(ص:۲۵ ۲۵۵) والمادة حادث ذاتی. **ترجمہ:** جو یہ کہتا ہے کہ ہر حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے۔یہ مسئلہ حادث زمانی کے ساتھ مختص ہے اور مادہ حادث ذاتی ہے۔

قول سوم: الصورة الجسمية والنوعية ايضا من حوادث الذاتية.(ص:۲)

ترجمہ: صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ بھی حوادث ذاتیہ میں سے ہیں۔

قول چہارم: السرمديات والثابتات الدهرية كالعقول والنفوس القديمة.(ص:۱۵)

ترجمہ: سرمدیات (جس کی نہ ابتدا ہو نہ انتہا) اور ثابتات دہریہ جیسے عقول اور نفوس قدیمہ۔

یہ فلسفہ کے مسائل ہیں جو المنطق الجدید میں مسطور ہیں اور مصنف ان کے معتقد بھی ہیں لہٰذا اب اعلیٰ حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

قول دوم، سوم، چہارم" کا بھی بعینہ یہی حال کہ ان میں ہیولی، صورت جسمیہ وصورت نوعیہ وعقول عشرہ وبعض نفوس کو قدیم زمانی مانا اور یہ سب کفر ہیں۔ائمہ دین فرماتے ہیں:" جو کسی غیر خدا کو ازلی کہے باجماع مسلمین کافر ہے"۔علامہ ابن حجر مکی اعلام میں فرماتے ہیں: اعتقاد قدم العالم او بعض اجزائه كفر كما صرحوا به. شرح مواقف میں ہے: "اثبات المتعدد من الذوات القديمة هو الكفر اجماعًا"۔ (فتاویٰ رضویہ ملخصا، ج:۱۱، ۲۷۷) ان عبارات کے علاوہ کتاب مذکور میں بہت سی عبارات ہیں جن کو سائل نے درج کیا اور اعلیٰ حضرت نے ان سب کے متعلق حکم شرعی واضح فرمایا

مگر گنجائش نہ ہونے کے سبب ہم نے چند عبارات پر ہی اقتصار کیا۔ اخیر میں آپ نے فلسفہ سیکھنے اور سکھانے والوں کو حکیمانہ نصیحت کی اور فلسفہ کی اصلاح فرمائی اور بڑے سوز دل سے فلاسفہ کو سمجھایا ہے۔ چند اصلاحات ملاحظہ ہوں۔

فلسفہ سیکھنے والوں کو اعلیٰ حضرت کی حکیمانہ نصیحت:

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''ان امصار و اعصار کے طلبۂ علم چشم عبرت کھولیں اور توغل فلسفہ کی آفت جاں گزا غور سے دیکھیں زید کہ جس کے اقوال سے سوال ہے، آخر اس حال کو کاہے کی بدولت پہنچا! اور فلسفہ کی دبی آگ نے، بے خبری میں یہ تدریج سلگ کر دفعۃً بھڑکی تو کہاں تک پھونکا؟ عزیزو! اگر علم آخرت کے لیے سیکھتے ہو تو واللہ کہ فلسفہ آخرت میں مضر۔ اور دنیا کے لیے؟ تو وہ بھی بخیر۔ اس سے تو مڈل پاس کرو کہ دس روپیہ کی نوکری پا سکو۔ عزیزو! طالب بے چارہ شفا، اشارات سب لپیٹ گیا اور یہ بھی نہ جانا کہ اصول دین کو کیوں کر سمجھوں اور خدا اور رسول کی جناب میں کیا اعتقاد رکھوں۔ اگر کچھ معلوم بھی ہے تو سنی سنائی تقلیدی۔ پھر حرام وحلال کا تو دوسرا درجہ۔ افسوس واضع درس نے کتب دینیہ گنتی کی رکھیں کہ طلبہ غور وخوض کے عادی ہو جائیں۔ واز اں جا کہ ابھی عقل پختہ نہیں۔ لہٰذا ایسی چیز میں مشق ہو جس کی الٹ پلٹ نقصان نہ دے مگر وہ ہو رہی ہے الٹی کہ انہیں لِمَ وَلَا نُسَلِّمُ کی آفت چڑھ گئی۔

عزیزو! اسی رنگ کا ثمرہ ہے کہ مُنْہَمِکَانِ تَفَلسُف علوم دینیہ کو حقیر جانتے، اور علمائے دین سے استہزا کرتے بلکہ انہیں جاہل، اور لقب علم اپنے لیے خاص سمجھتے ہیں۔ اگر آئینہ دل روشن ہوتا تو جانتے کہ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ونائب ہیں۔ وہ کیسی نفیس دولت کے حامل وصاحب ہیں، جس کے لیے خدا نے کتابیں اتاریں انبیا نے تفہیم میں عمریں گزاریں وہ اسلام کے رکن ہیں وہ جنت کے عماد ہیں وہ خدا کے محبوب ہیں وہ جان ارشاد ہیں۔ کیا خوب فرمایا عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے:

كل العلوم سوى القرآن مشغلة
الا الحديث والا الفقه فى الدين
العلم ماكان فيه قال حدثنا
وما سوى ذلك وسواس الشياطين

عزیزو! خدارا غور کرو قبر میں، حشر میں تم سے یہ سوال ہوگا کہ عقائد کیا تھے؟ اور اعمال کیسے؟ یا یہ کہ کلی طبعی خارج میں موجود یا معدوم؟ اور زمانہ غیر قار و حرکۃ بمعنی القطع کائن فی الاعیان ہیں یا آں سیال حرکت بمعنی التوسط سے موہوم؟

عزیزو! میں یہ نہیں کہتا کہ منطق اسلامیاں، ریاضی، ہندسہ وغیرہا اجزائے جائزہ فلسفہ نہ پڑھو۔ پڑھو مگر بقدر ضرورت۔ پھر ان میں انہماک ہرگز نہ کرو بلکہ اصل کار علوم دینیہ سے رکھو راہ یہ ہے اور آئندہ کسی پر جبر نہیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ'' (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، ۱۱/۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کسی انداز میں اصول شرعیہ کی پاس داری کی اور فلسفہ کی خرافات ومفسدات کی تردید قرآن وحدیث اور فلسفہ سے کی۔ اس پر جو حکم شرعی نافذ ہو سکتا تھا وہ بھی کیا۔ ذرا غور کریں تو محسوس ہوگا کہ آپ کا مزاج فلسفیانہ ہے مگر اس سے مرعوب نہیں۔ نظر وتحقیق منطقیانہ ہے مگر اس سے قطعاً متاثر نہیں۔ یہی ایک عالم شریعت کی شان ہوتی ہے۔ اس حوالہ سے کتنی عمدہ اور قیمتی نصیحتیں اور کس دردمندانہ اسلوب میں فرمائیں۔ سبحانہ تعالیٰ۔ تفصیل کے لیے رسالہ "مقامع الحديد على خد منطق الجديد" کا مطالعہ فرمائیں اور اپنے ایمان اور قلوب واذہان کو جلا بخشیں۔ واللہ والموفق وهو المستعان

✱ محمد آصف رضا برکاتی، مصباحی مدرسہ اجمل العلوم، سنبھل

البرٹ ایف پوٹا کی پیشین گوئی اور امام احمد رضا

مولانا محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی ✷

امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نہ صرف بہترین عالم، مفتی، محدث اور فقیہ رہے ہیں بلکہ ایک بڑے سائنسداں بھی ہیں۔ آپ کی تحقیق ایک انوکھی ہی تحقیق ہوا کرتی ہے جس کو پڑھ کر بڑے بڑے علامہ فہامہ آج بھی دانتوں تلے انگلیاں دبانے پر مجبور ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن وحدیث اور دیگر علوم سمیت سائنس وفلسفہ کے ذریعے بھی اسلام پر ہونے والے حملوں کا بھرپور جواب دیا، تحقیق کے مطابق آپ نے علوم دینیہ کے علاوہ صرف سائنسی علوم وفنون کے متعلق جو کتابیں تصنیف کیں ان کی تعداد ۱۵۰ تک ہوتی ہے۔ آپ نے ردِ فلسفۂ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب مسمیٰ بہ نام تاریخی ''فوزِ مبین'' (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) لکھی جس میں ایک سو پانچ دلائل سے حرکتِ زمین باطل کی اور جاذبیت ونافریت وغیرہا مزعومات فلسفۂ جدیدہ پر وہ روشن رد کیۓ جن کے مطالعے سے ہر ذی انصاف پر بحمدہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہوجائے کہ فلسفۂ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔ (الکلمۃ الملھمہ) امام احمد رضا خان قادری بریلوی نے ان تمام مضامین پر جو کہ آج کی یونیورسٹیوں میں رائج ہیں اس طرح سے کام کیا کہ محققین کی عقلیں دنگ ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کئی درجن سائنسدانوں کے نظریات کا رد اور ان کا تعاقب کیا ہے۔ ان میں ایک نام البرٹ ایف پوٹا کا بھی آتا ہے، آپ نے علم سائنس میں ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں آپ نے مشہور سائنس داں ،،البرٹ ایف پوٹا،، کی پیشن گوئی پر جو تردیدی اصلاح کی ہے واقعی قابلِ دید ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۹ء کو انگریزی اخبار ''ایکسپریس'' کے دوسرے ورق کے پہلے کالم پر امریکا کے منجم پروفیسر البرٹ ایف پوٹا کی ہول ناک پیشین گوئی تھی۔

اس کالم کو تراش کر ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو بغرضِ ملاحظہ واستصواب حاضر کیا جس کا خلاصہ کچھ اس طرح سے تھا'' ۱۷دسمبر کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیپچون، یہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے، آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے۔ اور ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورینس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیئت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورینس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے چوبیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا تھا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوف ناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا اور ایک وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب میں ہوگا۔ یہ داغ شمس کرہ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ بجلیاں اور سخت مینہ اور بڑے بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔'' اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان سب باتوں کو اوہام باطلہ اور ہوسات عاطلہ قرار دیتے ہوئے

فرمایا: اور بعدازاں اس پر فرما دیا کہ ''یہ سب اوہام باطلہ ہوسات عاطلہ ہیں مسلمانوں کو ان کی طرف اصلا التفات جائز نہیں۔'' پھر اس کے بعد آپ علیہ الرحمہ صراحۃً ہر ایک بات کو فرداً فرداً رد کرتے گئے ملاحظہ فرمائیں:

''(۱) منجم نے ان کی بنا کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیئت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے''۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اولاً تو شمس مرکز نہیں، اور دوسری بات یہ ماننا کہ کواکب شمس کے اردگرد متحرک ہیں یہ بھی درست نہیں۔ آپ نے شمس کی مرکزیت کو رد کرکے فرمایا کہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم ہے، اور سب کواکب اور خود شمس بھی اس کے گرد دائر ہیں۔ اس پر محدث بریلوی نے قرآن پاک سے چھ آیتیں پیش کیں۔ ان میں پانچ آیتوں سے کواکب اور شمس کے زمین کے گرد دائر ہونے پر دلیل پکڑی۔ اور چھٹی آیت سے ان کے اس اختراع کو رد کیا۔

قرآنی آیات: (۱) اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (۵) **ترجمہ:** سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ (۲) وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَاؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (۳۸) **ترجمہ:** اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا (۳) كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (۳۳) **ترجمہ:** سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔ (۴) وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىٕبَیْنِۚ **ترجمہ:** اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگادیا جو برابر چل رہے ہیں۔ (۵) وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّىؕ **ترجمہ:** اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چل رہا ہے۔ اور چھٹی آیت اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (۱۴) **ترجمہ:** کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا سرے سے ہی مبنیٰ باطل ہے۔ اور منجم جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''وہ حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں'' اور یہ بات واقف علم زیجات پر ظاہر ہے۔ اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی، اور اعتبار جو ہوتا ہے وہ حقیقی کا۔ پھر اس کے بعد آپ علیہ الرحمہ نے ۱۷ دسمبر کو کواکب کے حقیقی مقام کیا ہوں گے وہ بھی بتائے۔ اور منجم نے پیش گوئی کرتے ہوئے یہ جو کہا تھا کہ ''وہ چھ سیارے جن کی طاقت سب سے زائد ہے، آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے''۔ اس پر رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''ظاہر ہے کہ ان چھ کا باہمی فاصلہ نہ ۲۶ درجے میں محدود بلکہ ۱۱۲ تک محدود، یعنی ایسا نہیں کہ وہ صرف چھبیس ہی میں محدود ہوکر رہ جائے جیسا کہ منجم نے کہا بلکہ وہ ۱۱۲ تک محدود ہوتا ہے۔ پھر آپ اسلامی اصول پر کلام کرنے کے بعد کلام عقلی پر آتے ہیں۔ اور منجم کا یہ کہنا کہ (۳) ''دو ہزار برس سے ایسا اجتماع نہ دیکھا گیا بلکہ جب سے کواکب کی تاریخ شروع ہوئی ہے نہ جانا گیا'' آپ فرماتے ہیں کہ یہ محض جزاف (اٹکل) ہے، اور مزید فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس پر دلیل رکھتا ہے تو پیش کرے ورنہ روز اول کواکب در کنار دو ہزار برس کے تمام زیجات بالاستیعاب اس نے مطالعہ کئے اور ایسا اجتماع نہ پایا، یہ بھی یقیناً نہیں، تو دعویٰ بے دلیل باطل و ذلیل۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ یورینس اور نیپچون تو اب ظاہر ہوئے۔ اگلے زیجات میں ان کا پتا کہاں مگر یہ کہ اوساط موجودہ بطریق تفریق ان کے ہزاروں برس کے اوساط نکالتے ہوں یہ بھی ظاہر النفی اور دعویٰ محض ادعاء۔

(۴) پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سوالیہ انداز میں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کیا سب کواکب (چھ کے چھ) آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر ایکا کر لیا ہے؟ (آفتاب کو کھینچنے میں ایکا کر لیا) تو یہ بات محض باطل ہے، پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کو اسی کی بات میں پھنساتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر" (اگر یہ چھ سیارے شمس کو بقوت کھینچیں گے تو پھر تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے کبیر اور صغیر بھی ہیں) اور ظاہر ہے کہ آفتاب ان (چھ سیاروں) سے ہزار درجے بڑا ہے۔ تو جب اتنے بڑے آفتاب پر ۶ کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو اب زحل جو کہ آفتاب سے نہایت صغیر وحقیر ہے، تو پھر تو ان پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورینس کی مارا مار یقیناً زحل کو فنا کر دینے کے لیے کافی ہوگی، اور ساتھ ہی اس کے اعتبار سے ان کا فاصلہ بھی اب تنگ ہو جائے گا اور وہ بھی صرف ۲۵ درجے۔

(۵) اور رہا ان میں مریخ تو اس کا حال تو یہ ہے کہ وہ زحل سے بھی بہت چھوٹا ہے۔ تو اب فاصلہ اس کے اعتبار سے اور بھی کم، فقط ابتدا ۲-۲۴ درجے تو پھر تو یہ پانچ سیارے ہی مریخ کو پاش پاش کر دیں گے۔

(۶) عطارد تو سب میں چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں اور ظاہر ہے کہ ۱۳ تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین (زہرہ، مشتری، نیپچون) عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا (عطارد) کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ اور ساتھ ہی منجم نے اسی مضمون میں کہا کہ "دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں اور تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بیچارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ اور رہا زحل تو اس پر اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم واجب تھا کہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے وہ انہیں تمرد پر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم جانا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات بھی مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت ہی قوی قوت سے کھینچی جائے۔ اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئے گی ورنہ تو ٹکڑے ہو جائے گی۔ یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالاں کہ آفتاب پر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی اور سیارے آپس میں مرکٹ کر فنا ہوں گے، نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ آفتاب کے اس طرف چھ رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔

بالجملہ پیش گوئی محض باطل و پا در ہوا ہے۔ اور رہا معاملہ حقیقت کیا ہے تو غیب کا علم اللہ رب العزت کو ہے، پھر اس کی عطا سے نبی ﷺ کو ہے۔ اور اللہ پاک اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ آگے محدث بریلوی لکھتے ہیں: کہ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کر لیں کہ سب باتیں واقع ہو جائیں تب بھی پیش گوئی قطعاً یقینی جھوٹی ہے۔ اس لیے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع ہی فرضی ہیں، اور اگر بفرض غلط یہ معاملہ واقع بھی ہو جائے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول ہی محض بے اصل اور من گھڑت ہیں، اور ان کا مہمل اور بے اثر ہونا خود اسی اجتماع کے ذریعہ ظاہر ہو چکا، اور ہاں اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر ہی غلط ہے، بہر حال پیش گوئی تو باطل ہی ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

ایک اور سوال کرتے ہوئے اعلی حضرت لکھتے ہیں کہ:

(۷) جاذبیت پر ایک سہل سوال اوج وحضیض شمس سے ہوتا ہے جس کا ہر سال مشاہدہ ہے نقطہ اوج پر کہ اس کا وقت تقریباً سوم جولائی ہے، اور رہا آفتاب تو زمین سے غایت بُعد پر ہوتا ہے اور نقطہ حضیض پر تقریباً سوم جنوری ہے غایت قرب پر یہ تفاوت

اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے کہ تفتیش جدید میں بعد اوسط نو کروڑ انتیس لاکھ میل بتا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین المرکزین دو درجے پینتالیس ثانیے یعنی ۲ء-۵۲۱۲ ہے۔ تو بُعد ابعد ۹۴۴۵۸۰۲۶ میل ہوا اور بعد اقرب ۹،۱۳،۴۱،۹۷۴ میل تفاوت ۳۱،۱۶،۰۵۲ میل اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں آفتاب ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے۔ یہاں اس بات کو سمجھیں کہ اول تو نافریت ارض کو جاذبیت شمس سے کیا نسبت کہ آفتاب حسب بیان اصول علم الھیئت ہیئت جدیدہ میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو تیس زمینوں کے برابر ہے اور ہم نے بر بنائے مقررات تازہ اصل کُروی پر حساب کیا تو اس بھی زائد آیا یعنی آفتاب تیرہ لاکھ تیرہ ہزار دو سو چھپن زمینوں کے برابر ہے بعض کتب جدیدہ میں ۱۴ لاکھ ہے وہ جرم کہ اس کے بارہ تیرہ لاکھ کے حصوں میں سے ایک کے بھی برابر نہیں اس کی مقاومت کر سکتا ہے تو کرو دورہ کرنا نہ تھا بلکہ پہلے ہی دن کھینچ کر اس میں مل جانا، کیا بارہ تیرہ لاکھ آدمی مل کر ایک کو کھینچیں تو وہ کھنچ نہ سکے گا بلکہ ان کے گرد گھومے گا۔ جب کہ نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائی تو نصف دوم میں اسے کس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لا کر جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہوتا جانا لازم تھا نہ کہ نہایت قرب پر اس کی قوت سست پڑ کر اور اس کے نیچے سے چھوٹ کر پھر اتنی دور ہو جائے۔ آگے آپ علیہ الرحمہ طنز کرتے ہوئے مزاحیہ انداز میں فرماتے ہیں ''شاید جولائی سے جنوری تک آفتاب کو راتب زیادہ ملتا ہے قوت تیز ہو جاتی ہے، اور جنوری سے جولائی تک بھوکا رہتا ہے کمزور پڑ جاتا ہے۔'' اور یہاں ایسا بھی نہیں کہ دو جسم برابر کے ہوں، آپ فرماتے ہیں کہ دو جسم اگر برابر کے ہوتے تو یہ کہنا ایک ظاہری لگتی ہوئی بات ہوتی کہ نصف دورے میں یہ غالب رہتا ہے اور باقی نصف میں وہ، نہ کہ جرم کہ زمین کے ۱۲ لاکھ امثال سے بڑا ہے اسے کھینچ ۱۳ لاکھ سے زیادہ قریب کرلے اور عین شباب اثر جذب کے وقت سست پڑ جائے اور ادھر ایک ادھر ۱۲ لاکھ سے زائد پر غلبہ و مغلوبیت کا دورہ پورا نصف نصف القسام پائے۔ (اس کے بعد ایک سوال اور ہے لیکن اختصار کے پیش نظر بس اسی پر اکتفاء کیا جا رہا ہے) اور رہا جاذبیت کا قول کرنا تو اس کے بطلان پر شاہد عدل قمر بھی ہے۔ (۸) اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: جاذبیت کے بطلان پر دوسرا شاہد عدل قمر ہے۔ ہیئت جدیدہ میں قرار پا چکا ہے کہ اگرچہ زمین قمر کو قریب سے کھینچتی ہے اور آفتاب دور سے، مگر جرم شمس لاکھوں درجے جرم زمین سے بڑا ہونے کے باعث اس کی جاذبیت قمر پر زمین کی جاذبیت سے ۲ صحیح ۵ اربٹا گنی ہے۔ یعنی زمین اگر چاند کو پانچ میل کھینچتی ہے تو آفتاب گیارہ میل۔ اور اس بات میں شک نہیں کہ یہ زیادت ہزاروں برس سے مستمر ہے تو کیا وجہ کہ چاند زمین کو چھوڑ کر اب تک آفتاب سے نہ جا ملا یا کم از کم ہر روز یا ہر مہینے اس کا فاصلہ زمین سے زیادہ آفتاب سے کم ہو جاتا مگر مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں تو ضرور جاذبیت باطل و مہمل خیال ہے اور یہاں یہ عذر کہ آفتاب زمین کو بھی تو کھینچتا ہے عجب صدائے بے معنی ہے۔

(۹) اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ اجتماع کے وقت قمر آفتاب سے قریب تر ہو جاتا ہے اور مقابلہ کے وقت دور تر حالاں کہ قریب وقت اجتماع آفتاب کی جاذبیت کہ ۱۱ ربٹا ۱۶ ہے صرف ۳ ربٹا ۸ ہی عمل کرتی ہے کہ قمر شمس و ارض کے درمیان ہوتا ہے زمین اپنی طرف ۵ حصے کھینچتی ہے اور شمس اپنی طرف ۱۱ حصے تو بقدر جذب شمس ۶ ربٹا ۱۶ جانب شمس کھنچا اور قریب وقت مقابلہ جاذبیت کے سب سولہ حصے قمر کو جانب شمس کھینچتے ہیں کہ ارض شمس و قمر کے درمیان ہوتی ہے تو دونوں مل کر قمر کو ایک ہی طرف کھینچتے ہیں، غرض وہاں تفاضل کا عمل تھا یہاں مجموع کا کہ اس کے سہ چند

کے قریب ہے، تو واجب کہ وقت مقابلہ شمس سے بہ نسبت وقت اجتماع قریب تر آ جائے حالانکہ اس کا عکس ہے تو ثابت ہوا کہ جاذبیت باطل ہے۔ ایک اور دلیل آپ لکھتے ہیں کہ (۱۰) چاند جو کہ صغیر الجثہ یعنی شمس سے چھ کروڑ سے بھی لاکھوں حصے چھوٹا ہے۔ اور رہی کھینچنے کی بات تو اس بیچارے صغیر الجثہ چاند کو نہ صرف شمس بلکہ شمس کے ساتھ ساتھ زہرہ عطارد بھی جانب شمس کھینچتے ہیں اور ایک جانب سے ارض بھی اپنی طرف سے گھسیٹتی ہے، اور خاص بات تو یہ ہے کہ ان تینوں کا ایک درجہ سے بھی کم فاصلہ میں ہزاروں بار قران ہو چکا ہے اس کے باوجود نہ ان تینوں کی مجموعی کشش جذب زمین پر غالب آتی ہے اور نہ ہی اس کشاکش میں قمر کو کوئی زخم ہی پہنچتا ہے۔ آفتاب کہ اتنا بڑا ہونے کے باوجود اس پر تصویر چار کے اجتماع سے ظلم ہوتا تھا۔ اور قمر جو کہ چھ کروڑ سے بھی لاکھوں حصے چھوٹا تو یہاں ایسا کچھ بھی نہیں۔ حالاں کہ شمس کے مقابلہ میں قمر بیچارے کی کیا اوقات کہ یہ تو اس کی کھینچ تان میں پرزے پرزے ہو جاتا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں ایسا معاملہ بالکل بھی نہیں تو بس منجم کے اوہام اور جاذبیت کے تخیلات سب باطل ہیں۔ کلام کو منجم کی طرف متوجہ کرتے ہوئے پھر ایک بار آپ لکھتے ہیں (۱۱) آفتاب کا کلف جسے داغ کہا بارہا نظر آیا۔ اب اگر ۱۷ دسمبر کو بھی نظر آتا ہے تو انہیں میں کا ایک ہوگا جو بارہا گزر چکے۔

(ا) قدیم زمانے میں شیز نامی ایک عیسائی راہب نے اپنے رئیس سے کہا میں نے سطح آب پر ایک داغ دیکھا تو اس نے اعتبار نہ کیا اور کہا کہ میں نے اول تا آخر ارسطو کی کتابیں پڑھیں ان میں تو کہیں داغ شمس کا ذکر نہیں۔

(ب) علامہ قطب الدین شیرازی نے تحفہ شاہیہ میں بعض قدماء سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ صفحہ شمس پر مرکز سے کچھ اوپر محور قمر کی مانند ایک سیاہ نقطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نقطہ کہ مہندس نے محض نظر سے دیکھا کتنا بڑا ہوگا۔ کم از کم اس کا قطر ۲۲۵۲۰ میل ہوگا۔

(ج) اور ابن ماجہ اندلسی نے طلوع کے وقت روئے شمس پر دو سیاہ نقطے دیکھے جن کو زہرہ و عطارد گمان کیا۔

(د) ہرشل دوم نے ایک داغ دیکھا جس کی مسافت تین ارب انھتر کروڑ میل بتائی۔ آپ علیہ الرحمہ اقول سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یعنی اگر دائرہ تھا تو اس کی مساحت پندرہ ارب انتالیس کروڑ تیس لاکھ میل۔

(۱۲) کہاں گیا ہے کہ یہ کلفت قطبین شمس کے پاس اصلا نہیں ہوتی اور اس کے خط استواء کے پاس کم، وہاں سے ۳۰، ۳۵ درجے شمال جنوب کو بکثرت ان میں بھی شمال کو زائد جنوب کو کم، تو اگر یہ قران و مقابلہ سیارات کا اثر ہے تو یہ تخصیص کس لیے ہیں شمس کے جس حصہ کو ان سے مواجہہ ہو وہاں ہوں۔

(۱۳) ان کا حدوث آفتاب کی جانب شرقی اور زوال جانب غربی سے شروع ہوتا ہے۔ تو اثر قرانات میں یہ خصوصیت کیوں؟ اس کے بعد بھی آپ نے (۱۴) اور (۱۵) نمبر سے دو دلیلیں اور ذکر کیں جن کو ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا۔ یہ آپ علیہ الرحمہ کے علم کی ایک ادنیٰ سی جھلک تھی جس کو حذف و اضافہ کے ساتھ ہم نے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی۔

بالآخر جس نے بھی آپ کو پڑھا اور سمجھا تو وہ یہی کہنے پر مجبور ہوا کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں
وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

اللہ رب العزت ہم سب کو فیضان اعلیٰ حضرت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

✱ محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی
معصوم پوری، مراد آباد، یوپی، بھارت

Rs. 125/-

Published By.:
BARKAT-E-RAZA ACADEMY
Dolpuri, Bhojpur, Dist. Moradabad, U.P.

ناشر
برکاتِ رضا اکیڈمی
ڈولپوری، بھوجپور ضلع مرادآباد یوپی